سلسلۂ مطبوعاتِ کتابخانۂ ریاست رامپور — نمبر ۱

جم الدوله دبیر الملك میرزا اسد الله خان بہادر نظام جنگِ دهلوی متخلص به
غالب کے اون عرایض و خطوط کا مجموعه جو نواب فردوس مکان،
نواب خلد آشیان (طَابَ ثَرَاهُمَا) یا دیگر وابستگانِ
دربار کی خدمت مین لکھے گئے تھے

باضافۂ
مقدمه و حواشی از

امتیاز علی عرشی

ناظمِ کتابخانۂ ریاست رامپور

حسب الحکم فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم

مطبعۂ قیّمه — بمبئی
(مالکان: شرف الدین الکتبی و اولاده)
۱۹۳۷

فہرستِ مضامین

صفحه

تقریبِ کتاب .... ۵ - ۹

دیباچـــه :

تمہید .... ۱۱ - ۱۶

سرگذشت غالب .... ۱۷ - ۳۸

تصانیف .... ۳۹ - ۴۴

تلامذه ۴۵ - ۴۶

غلطنامهٔ دیباچه

صفحه	سطر	غلط	صحیح
۹	۱۰	بدریا بودن	بعیان بودن
۱۴	۱	مجمدعه	مجموعه
۴۳	۱۳	صاجب	صاحب
۴۵	۷	نتیرر	نتیر
۱۱۸	۱۵	بارے یه	بارے مین یه

خدمت نواب سید زین العابدین خاں بہادر .... ۱۰۹ - ۱۱۱

بمطالعهٔ منشی سیلچند صاحب میر منشی .... ۱۱۲ - ۱۱۶

بنام خلیفه احمد علی صاحب احمد رامپوری .... ۱۱۷ - ۱۱۹

بنام مولوی محمـــد حسن خان مالك مطبع .... ۱۲۰ - ۱۲۱

فہرستِ اشخاص و قبائل .... ۱۲۳ - ۱۲۸

فہرستِ مقامات .... ۱۲۹ - ۱۳۰

فہرستِ کتب و اخبارات .... ۱۳۱ - ۱۳۲

تصحیح و اســتدراك .... ۱۳۳ - ۱۳۵

(فہرست تصاویر پشت پر)

فہرستِ تصاویر

	مقابل صفحہ
۱ — شبیہِ نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ متخلص بہ غالب	۱۷ دیباچہ
۲ — عکسِ خطِ میرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی محفوظۂ دار الانشاء	۱۴۶ دیباچہ
۳ — شبیہِ مبارک جناب نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان، طاب ثراہ	۱
۴ — شبیہِ مبارک جناب نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان، طاب ثراہ	۴۸

تقریب

سنه ۱۸۵۷ ع کے « رستخیزِ بیجا » سے هندوستان کی جو ریاستین محفوظ رهین ، اون مین روهیلکهنڈ کی واحد اسلامی ریاست « مصطفی آباد » عرف رامپور مشرقی علم و ادب کی سر پرستی کے اعتبار سے ممتاز ترین درجه کی مالك هے.

یه ریاست بارهوین صدی هجری مین جانباز روهیلون کی مردانه کاریون کی بدولت قائم هوئی ، اور چند سال کے اندر اپنے خوش بخت فرمانروا نواب سید علی محمد خان بهادر کے اقبال کی تائید سے روهیلکهنڈ کے طول و عرض پر چها گئی . لیکن ابهی اسکی بنیاد کا حقه استوار نهونے پائی تهی ، که ۱۱۶۲ ه (۱۷۴۹ ع) مین نواب سید علی محمد خان بهادر کا انتقال هوگیا . حافظ رحمت خان بهادر نے دیگر روهیله سردارون کے مشوره سے اونکے فرزندِ سوم نواب سید سعد الله خان بهادر کو ، جو ابهی صغیر السن تهے ، تخت نشین کردیا . سلطنتِ اوده روهیلون کے روز افزون اقتدار و تسلط کو خطره کی نگاه سے دیکهتی تهی . اوسنے اس نازك وقت سے فائده اوٹهایا ، اور اپنی متواتر چند سال کی جارحانه مخالفت سے روهیلکهنڈ کی طویل و عریض سلطنت کو ریاست رامپور کی مختصر چار دیواری مین محصور هونے پر مجبور کردیا .

اس پرآشوب عهد مین حکومتِ انگلشیه کے زیرِ حمایت نواب سید فیض الله خان بهادر عرش منزل مسندِ آبائی پر متمکن هوے . آپ مین وه تمام صفاتِ حسنه ، جو ایك معدلت گستر حکمران کا طرّهٔ امتیاز شمار کیجاتی هین ، بوجهِ اتم موجود تهین . اسلئے آپ نے اپنی دانشِ شاهانه سے کام لیکر روهیلون کی منتشر قوت کو یکجا کیا ، تعلیم و تربیتِ رعایا کیلئے عربك کالج

(مدرسۂ عالیہ) قائم کرکے ملا حسن فرنگی محلی اور بعد ازان بحرالعلوم مولانا عبد العلی لکھنوی کو اوسکا پرنسپل مقرر فرمایا ، اور جوڈیشل ڈپارٹمنٹ (محکمۂ قضا) کیلئے «فتاوای فیض الله خانی» مرتب کرایا . لیکن ابھی عروجِ ستارۂ اقبال کی امیدِ مردہ پوری طرح زندہ ہونے پائی تھی کہ ذیحجہ سنہ ۱۲۰۸ ھ (۱۷۹٤ ع) مین نواب عرش منزل نے قضا کی .

روھیلون نے آپ کے فرزندِ اکبر نواب سید محمد علیخان بہادر کو اپنا حکمران تسلیم کیا . مگر یہ نیا دور ایك افسوسناك حادثہ کے باعث بہت جلد ختم ہو گیا ، اور محرم سنہ ۱۲۰۹ ھ (۱۷۹٤ ع) مین بجائے آپ کے نواب عرش منزل کے فرزندِ دوم نواب سید غلام محمد خان بہادر مسند نشین ہوئے . حکومتِ اودھ روھیلون کی مجتمعہ قوت کو پھر خائفانہ نظرون سے دیکھنے لگی تھی . اوس نے اس معاملہ مین بیجا مداخلت کی ، اور نواب سید محمد علیخان بہادر کا خون بہا طلب کرنے کے بہانے سے رامپور پر فوج کشی کردی . سوء اتفاق سے روھیلون کو شکست ہوگئی . نواب سید احمد علیخان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر ، جو ابھی خورد سال تھے ، صاحبزادہ سید نصرالله خان بہادر کی سرپرستی مین والی بنائے گئے ، اور نواب سید غلام محمد خان بہادر اور اونکی اولاد رامپور سے باھر رھنے پر مجبور ہوئی . لیکن

خدا شری برانگیزد کہ خیرِ ما دران باشد

ان حضرات کی ظاھری محرومیِ تخت و تاج انکی آیندہ عظمت و شہرت کا سبب بنگئی .

سنہ ۱۲۵٦ ھ (۱۸٤۰ ع) مین نواب سید احمد علیخان بہادر فوت ہوے ، اور اونکی اکلوتی صاحبزادی شمسہ تاجدار بیگم صاحبہ کی حکومت تسلیم کرنے سے روھیلہ سردارون نے انکار کردیا . حکومتِ انگلشیہ کے تدبر نے نواب سید غلام محمد خان بہادر کے خلف الرشید نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت

آرامگاه کو اس وراثتِ آبائی کا حقدار قرار دیا۔

نواب جنت آرامگاہ نے سنِ شعور کو پہنچکر حکومتِ انگلشـــیہ کو شرفِ خدمت بخشا تھا، اور اپنی کاردانی وقابلیتِ انتظـامی کی بدولت ڈپٹی کلـکٹری کے عہدہ کی عزت افزائی فرماچکے تھـے۔ آپ نے زمامِ حکومت ھاتھ مین لیکر سب سے پہلے ریاست کی تنظیمِ جدید کیطرف توجه مبذول فرمائی، اور فوج، پولیس، اور محکمۂ مال کیلئے نئے قوانین و ضوابط مقرر فرماکر روهیلون کے غیر منظم جرگہ کو آئینی ریاست کے قالب مین ڈھالدیا۔

انتظامی امور سے فارغ ھوکر نواب جنت آرامگاہ نے سرپرستیِ علم و ادب کی طرف قدم اوٹھایا۔ مولانا فضلِ حق خیرآبادی، ملك الشعرا مهدی علیخان ذکی مرادآبادی، حکیم احمـد خان فاخر رامپوری اور دیگر علما وادبا مختلف کتابون کی تالیف و ترجمـه پر مامور هوـے۔ لیکن یه پودا پروان چڑھنے نه پایا تھا که سنه ۱۲۷۱ ھ (۱۸۵۵ ع) مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی۔

آپ کے بعد نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے تاجِ ریاست زیبِ سر فرمایا۔ آپ نواب جنت آرامگاہ کی تخت نشینی سے قبل دهلی مین قیـام پزیر هـوـے تھـے، اور مولانا فضلِ حق خیرآبادی، مفتی صـــدر الدین خان آزرده، اور میرزا اسد الله خان غالب سے علومِ عربی و فارسی کی تحصیل فرما چکے تھـے۔ آپ کی تخت نشینی کے دو سال بعد هنـــدوستان نے حکومتِ انگلشیه کے خلاف علمِ بغاوت بلند کیا۔ نواب فردوس مکان نے اس موقع پر حکومت کی حمایت و همدردی مین بیش بہا خدمات انجام دین، اور غدر فرو هو جانے پر آفت رسیـده علما، شعرا، ادبا اور دیگر اهلِ هنر کیلئے اپنے سایۂ عاطفت و پرورش کو وسیع فرمادیا۔

نواب فردوس مکان کے دامنِ جود و سخا مین پناه لینے والے حضرات کی طویل فهرست مین، مفتی محمـد سعد الله مرادآبادی، میرزا اسد الله خان

غالب دهلوی ، منشی مظفر علیخان اسیر لکھنوی ، منشی امیر احمد امیر مینائی ، صاحبعالم میرزا رحیم الدین بہادر حیا دهلوی ، شیخ علی بخش بیمار ، میر عوض علی عدیل ملیح آبادی خوش نویسِ نستعلیق ، اور منشی انبا پرشاد لکھنوی داستانگو وه ممتاز هستیان هین جن سے اربابِ علم و ادب بخوبی واقف هین .

لیکن ان تمام صاحبانِ فضل و کمال مین نجم الدوله دبیرالملك میرزا اسد الله خان بہادر غالب دهلوی کو یه خصوصیت حاصل تهی ، که آغازِ سنه ۵۷ ع مین مولانا فضل حق خیرآبادی کی وساطت سے نواب فردوس مکان نے انهین فنِ سخن مین اپنا مشیرِ خاص مقرر فرمایا تها . ابتداءً نواب فردوس مکان وقتی عطیات سے میرزا صاحب کی امداد فرماتے رهتے تهے . لیکن غدر کے بعد انکی پنشن بند هوگئی تو نوابصاحب نے جولائی سنه ۵۹ ع سے سو روپیه ماهوار تنخواه جاری فرمادی تهی ، جو انکے انتقال کے بعد نواب خلد آشیان کے خزانه سے ملتی رهی ، اور میرزا صاحب کی وفات پر اونکے متبنیے حسین علیخان شادان کے وظیفه کی شکل مین تبدیل هوگئی .

اس رشته کی بدولت سنه ۱۸۵۷ ع سے سنه ۱۸۶۹ ع تك دربارِ رامپور اور میرزا غالب کے درمیان سلسلۂ مراسلت جاری رها . اس مراسلت کا معتد به حصه محکمۂ عالیۂ دارالانشا (پولیٹیکل ریکارڈس آفس) رامپور ، مین محفوظ تها . سنه ۱۹۳۵ ع مین احقر نے ، اعلیٰ حضرت بندگانِ حضور پرنور کپتان هز هائنس عالیجاه ، فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیه ، مخلص الدوله ناصر الملك امیر الامرا نواب سید محمد رضا علیخان بہادر مستعد جنگ ، کے ۔ سی ۔ ایس ۔ آئی ، فرمانروایِ رامپور دام اقبالهم و ملکهم کی توجهِ همایون اس نادر و نایاب ذخیره کی اشاعت کیطرف مبذول کرنے کی جرات کی .

بندگانِ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ گرامی اپنے آبایِ کرام کیطرح سرپرستیِ علوم و آداب مین عموماً ، اور پرورشِ زبانِ اردو مین خصوصاً اقران و اماثل

مین ممتاز ہے۔ بنابرین حکمِ عالی نافذ ہوا کہ اس مجموعہ کو باحسنِ وجوہ مرتب کرکے افادۂ اربابِ ذوق کیلئے شایع کردیا جائے۔

مین نے مولوی امتیازعلی عرشی (ناظمِ کتب خانۂ رامپور) کو، جن مین علمی قابلیت، ذوقِ سلیم، اور علم و ادب کی عملی خدمت کے جذبات جمع ہین، اور مجھے ان سے آیندہ کیلئے بہت بلند اور خوش آیند توقعات ہین، اس ادبی خدمت کے سرانجام پر مامور کیا، اور وقتاً فوقتاً مناسب ہدایات اور مشورے دیتا رہا۔ انکی مسلسل دو سال کی سعی و جانفشانی کے بعد آج یہ مجموعہ اس قابل ہوا ہے، کہ اعلیٰ حضرت شہریارِ رامپور دام اقبالہم و ملکہم کے حضور مین اس گزارش کیساتھ پیش کیا جاسکے، کہ

لایق نبود قطرہ بدریا بردن خار و خسِ صحرا بگلستان بردن
اما چہ کنم کہ رسمِ موری باشد پایِ ملخی پیشِ سلیمان بردن

التجا ہے کہ یہ حقیر کوشش شرفِ قبولیت سے مفتخر کیجائے، کہ یہی اسکی قبولیتِ عامہ کا پیش خیمہ ہوگا۔

خدا سرکار کی عمر دراز کرے، اور جاہ و جلال و اقبال زیادہ فرمائے، تا کہ اس مبارک عہد مین اہم سے اہم اور زیادہ سے زیادہ علمی خدمات انجام پائین۔ آمین۔

بشیر حسین زیدی
چیف منسٹر رامپور اسٹیٹ

رنگ محل پیلس۔ رامپور اسٹیٹ۔
۱۷ مارچ سنہ ۱۹۳۷ ع۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچـــہ

نحمده و نستعینه و نصلی علی رسوله الکریم

تمہید

سنه ۱۹۳۵ع مین جنابِ معلی القاب عالیمرتبت سید بشیر حسین صاحب بہادر زیدی، چیف منسٹر ریاست رامپور، نے حقیر عرشی کو حکم دیا، که بندگانِ اعلیٰ حضرت هز هائنس کپتان عالیجاه، فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیه، مخلص الدوله ناصرالملك امیرالامرا، نواب سید محمد رضا علیخان بہادر مستعد جنگ فرمانروای رامپور دام اقبالہم و ملکہم کے ایمای ہمایون کے مطابق، میرزا اسد الله خان بہادر غالب دهلوی کے مکاتیب، جو موصوف نے نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان (طاب ثراهما) یا دیگر وابستگانِ دربار کے نام لکھے تھے، اور عرصه سے محکمۂ عالیۂ دارالانشا مین محفوظ تھے، ضروری حواشی اور ایك سیر حاصل مقدمه کیساتھ مرتب کرون.

میری علمی بے بضاعتی اس بارِ گران کی کسی طرح متحمل نه تھی، اور دامنِ همت اس شرفِ بے پایان کے احاطه سے کوتاه نظر آتا تھا. مگر بمقتضای

من درین رتبه از کجا؟ لیکن ❊ مور پروردۂ سلیمان است

بتعمیلِ حکم ترتیبِ مکاتیب کا کام شروع کیا، اور مسلسل دو سال کی شب و روز کی محنت کے بعد اس مجموعه کی ترتیب کے فریضه سے سبکدوش هوا. مجھے اسکا اعتراف هے که میرزا غالب کے سهلِ ممتنع مکتوبات پر حواشی

کا اضافہ ریشمی لباس مین ٹاٹ کا پیوند لگانا، اور اونکی انشا پر اظہارِ رای آفتاب کو دنیا سے روشناس بنانا ہے۔ تاہم اسکی قبولیت کا خواستگار، اور یہ سوچکر کہ قبولیت کے لئے نازِ خوبی سے زیادہ نیازِ خلوص کی ضرورت ہے، جو میرا واحد سرمایۂ حیات ہے، اپنی مراد کے حصول کا امیدوار ہون،

دیباچہ کی ضرورت

میرزا غالب مرحوم کے سوانحِ حیات اور کلامِ نظم و نثر کا انداز و مرتبہ سمجھنے کیلئے خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کی «یادگارِ غالب» مولانا غلام رسول مہر کی «غالب» اور مسٹر محمد اکرام، ایم، اے، کی تازہ ترین کتاب «غالب نامہ» عصرِ حاضر کی وہ مایۂ ناز تصنیفات ہین، جنکے بعد اس مضمون پر کسی مطوّل یا مختصر تالیف کی ضرورت عرصہ تك محسوس نہین کیجائیگی. اسلئے کہ ان حضرات نے اندرونی و بیرونی شہادتون پر اپنے بیانات کی بنیاد استوار کی ہے، جسکے باعث انکا مطالعہ کرنیوالا میرزا صاحب کی مادی و فکری دنیا مین باریاب ہونیکا شرف حاصل کرلیتا ہے، اور یہی ایك شاعر و مفکّر کے خیالات سمجھنے کا بلند ترین درجہ ہے۔ لیکن با اینہمہ میرے لئے ناگزیر ہے کہ میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی اور انشایِ اردو کی خصوصیات پر خامہ فرسائی کرون.

اولاً اسلئے کہ ضروری مواد دستیاب نہونیکے باعث مذکورۂ بالا تصنیفات میرزا صاحب کے تعلقاتِ رامپور پر، جو اونکی آخری زندگی کا اہم باب ہے، کماحقہ روشنی ڈالنے سے قاصر نظر آتی ہین،

ثانیاً اسلئے کہ ان تالیفات کا دائرہ میرزا صاحب کی ساری کائناتِ ادب کو محیط ہے، جسکے سبب سے ان مین خاص انشایِ اردو سے سیر حاصل بحث نہین کیگئی ہے. حالانکہ یہ صنفِ ادب اونکی خصوصیتِ خاصہ تسلیم کیگئی ہے، جس مین ہندوستان کا کوئی ادیب، بغیرِ استثنا، آجتك شرکت

کی جرات نہین کرسکا ھے ۔

ثالثاً اسلیئے کہ خود میرزا غالب نے ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨ ع کو نواب فردوس مکان کی خـدمت مین عرض کیـا تھا ، که میری یه آرزو ھے که ولیِ نعمت کو اپنی ساری روداد سنا دون ، تا که کسیطرح کا پردہ درمیان نرھے . میرزا صاحب کے الفاظ یه ھین :

«ھر آئینه در دل چنان گزشت ، که درین بارید انسان سخن سرای توان گشت ، که سرگزشت من از ولی نعمت نہان و حجابی درمیان نماند .» (١)

دیباچه کی مباحث

لیکن میرزا صاحب کے سوانح لکھتے وقت اس امر کا لحاظ رکھا گیـا ھے ، که صرف وھی واقعات بیـان کیـے جائین جو خود میرزا صاحب نے ان مکاتیب مین دربارِ رامپور یا وابستگانِ دربار کو تحریر کیـے تھے اور عام حالات سے ، جو اردوی معلی یا عودِ ھندی وغـیرہ مین مـذکور ھین ، قطعاً بحث نکیجائے ۔ البتہ تعلقاتِ رامپور کی بنامیرزا صاحب کی تمام اردو فارسی تحریرون پر رکھی گئی ھے ۔ کیونکه اس موضوع سے کسی بزرگ نے تفصیلی بحث نہین کی تھی ۔

میرزا صاحب کے حالاتِ زندگی کے بعـد اونکی انشایِ اردو کے انداز ، اور اوسکے اجزا کی خصوصیات سے علیحدہ علیحدہ تفصیلی بحث کیگئی ھے ، اور کوشش کی ھے کہ حتی الامکان زیرِ نظر مکاتیب سے مثالین مہیا کیجائین ۔ لیکن اردوی معلی اور عودِ ھندی کو بھی ھر جگہ پیشِ نگاہ رکھا ھے ، اور نئی امثله کیساتھ ساتھ قدیم نظائر بھی درج کی ھین ۔ اس ضمن مین بعض ایسی چـیزین بھی زیرِ بحث آئی ھین ، جنکا تعلق انشا سے زیادہ مـیرزا صاحب کے عادات و خصائل یا عام حالات سے تھا ۔ لیکن ، جیسا که ابھی عرض کیـا جا چکا ھے ، دیباچـهٔ ھـذا مین عنوانِ سرگزشت کے ماتحت صرف وھی حالات

(١) مکاتیب ص ١١ .

لکھے گئے ھین، جنکا ذکر اس مجموعہ کے مکاتیب مین ھوا ھے، دیگر تمام عام حالات نظر انداز کردئیے گئے ھین. ایسی صورت مین یہی مناسب نظر آیا کہ ان مباحث کو انشا کے ساتھ بیان کیا جائے. چونکہ ان کا انشا سے بھی کافی تعلق ھے، اسلئے امید ھے کہ مطالعہ کیوقت بے محل معلوم نہ ھونگے.

ماخذ دیباچہ و حواشی

حواشی اور دیباچہ کی ترتیب مین جن کتابون سے امداد حاصل کیگئی ھے، اونکے اسما اور سنینِ طباعت حسبِ ذیل ھین :

(۱) - اردوی معلی، طبعِ اول، اکمل المطابع دھلی سنہ ۱۲۸۵ ھ (۱۸٦۹ ع).
(۲) - ایضاً، طبعِ لاھور سنہ ۱۹۲٦ ع.
(۳) - عودِ ھندی، طبعِ اول، مطبعِ مجتبائی میرٹھ ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ ھ.
(٤) - کلیاتِ نظمِ فارسی، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ۱۲۷۹ھ (۱۸٦۳ع).
(٥) - کلیاتِ نثرِ فارسی، طبعِ دوم، مطبعِ نولکشور سنہ ۱۸۷۱ ع.
(٦) - قاطعِ برھان، طبعِ اول، مطبعِ نولکشور سنہ ۱۲۷۸ ھ (۱۸٦۲ ع).
(۷) - ابرِ گہربار، طبعِ اول، اکمل المطابع دھلی سنہ ۱۲۸۰ ھ.
(۸) - دیوانِ غالب مع شرحِ نظامی، مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ۱۹۲۲ع.
(۹) - یادگارِ غالب، مطبوعۂ نامی پریس کانپور سنہ ۱۸۹۷ ع.
(۱۰) - غالب، مصنفۂ مولانا مہر، طبعِ لاھور سنہ ۱۹۳٦ ع.
(۱۱) - خزانۂ عامرہ، مصنفۂ آزادِ بلگرامی، مطبوعۂ نولکشور پریس کانپور سنہ ۱۸۷۱ ع.
(۱۲) - انتخابِ یادگار، مصنفۂ امیرِ مینائی، مطبوعۂ رامپور سنہ ۱۲۹۰ ھ.
(۱۳) - اخبار الصنادید، مطبوعۂ نولکشور پریس لکھنو سنہ ۱۹۱۸ ع.
(۱٤) - تذکرۂ کاملانِ رامپور، مطبوعۂ ھمدرد پریس دھلی سنہ ۱۹۲۹ ع.
(۱٥) - انشایِ نورِ چشم، مطبوعۂ نظامی پریس کانپور سنہ ۱۲۹۱ ھ.

(۱٦) – ڈکشنری آف انڈین بیاگرفی، مصنفۂ بکلینڈ بزبانِ انگریزی مطبوعۂ سنه ۱۹۰٦ع (اس کتاب سے صرف انگریز حکام کے حالات ماخوذ هین).

(۱۷) – اورینٹل بیاگرفیکل ڈکشنری، مصنفۂ بیل بزبانِ انگریزی، مطبوعۂ سـنه ۱۸۹٤ع.

ان مطبوعه کتابون کے علاوہ حسبِ ذیل قلمی کتابین بهی زیرِ مطالعه رهی هین:

(۱) – تاریخِ محمدی، مصنفۂ محمدِ حارثیِ بدخشی، نسخۂ مولف.

(۲) – تاریخِ لطیف، مصنفۂ مولوی مهدیعلیخان رامپوری، نسخۂ مولف.

(۳) – تشریح السنین، مصنفۂ محمد بشیر الدین کاکوروی، نسخۂ مولف.

تصاویر

کتاب مین نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان اور میرزا غالب کی تصویرین اور موخرالذکر کے ایك خط کا فوٹو شامل هے.

نواب فردوس مکان کی تصویر اونکے کلیاتِ اردو کے آغاز کی قلمی تصویر کا عکس هے. یه تصویر نوابصاحب کے درباری مصور محمد جان کی بنائی هوئی هے، اور اصلِ کتاب مین رنگ آمیز هے. تصویر کے چارون طرف کشمیری طلاکاری مرزا محمد حسن کشمیری کے قلم کی رهینِ منت هے. مرزا محمد حسن دربارِ رامپور کے متوسلین مین تهے، اور یهان کی قدردانی کی بدولت اپنے وطن کو خیرباد کهکر رامپور مین قیام پزیر هوگئے تهے. انکے اَخلاف ابتك کتب خانه کے اسٹاف مین موجود هین.

نواب خلد آشیان کی قلمی تصویر، جسکا عکس شایع کیا جارها هے، کسی نامعلوم پینٹر کی بنائی هوئی هے. لیکن یه بهی ندرتِ فن کا اعلی نمونه هے، اور اصلًا رنگ آمیز هے.

میرزا غالب کی تصویر اوس قلمی تصویر کا عکس هے، جو اونکی زندگی مین کلیاتِ نظمِ فارسی کے پهلے ایڈیشن مطبوعۂ نولکشور پریس لکهنو (۱۸٦۳ع) مین شایع هوئی تهی. یه ایڈیشن اب نایاب هے. اسلئے مناسب خیال کیا

گیا کہ بجائے عام تصاویر کے، جنکی تاریخی حیثیت مشتبہ ھے، اوس تصویر کا عکس پیش کیا جائے، جو خود میرزا صاحب شایع کراچکے ھین.

میرزا صاحب کا رسم تحریر پیش کرنیکے لئے وہ خط منتخب کیا گیا ھے، جو اون کے تعلقاتِ رامپور کے آغاز کی تاریخی سند ھے. اس سے بیک وقت معلوم ھوسکے گا کہ میرزا صاحب کا رسمِ خط کیسا تھا، اور رامپور سے اونکے تعلقات کس سنہ مین شروع ھوے.

شکریہ

میرا فرض ھے کہ جناب سید شوکت علیصاحب ڈپٹی سیکریٹری دار الانشا اور حکیم انوارالحسن صاحب محافظ دفترِ دارالانشا کا شکریہ ادا کرون. ان حضرات نے اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصہ صرف کرکے، امثلہ کی تلاش مین مجھے امداد بہم پہنچائی ھے. اسیطرح میسرز شرف الدین اینڈ سنس مالکانِ مطبع قیمہ، بمبئی، کا شکریہ بھی میرے ذمہ واجب ھے. ان اصحاب نے طباعت کے سلسلہ مین ھر قسم کے فنّی مشورے دیئے، اور تغیر و تبدل الفاظ و فقرات کی انتہائی فراخ حوصلگی سے تعمیل کی. آخر مین مین سرکار کی درازیِ عمر و ترقیِ جاہ و جلال کی دعا پر تمہید ختم کرتا ھون.

از دستِ گدایِ بینوا ناید ھیچ ٭ جز آنکہ بصدقِ دل دعائی بکند

احقر

امتیاز علی عرشی

ناظمِ کتبخانہ

کتبخانہ، قلعۂ معلی، ریاست رامپور.

۱۵ مارچ سنہ ۱۹۳۷ ع.

شبیہ مبارک نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب مدظلہ
غالب نام آورم نام و نشانم مپرس
ہم اسد اللّٰہم و ہم اسد اللہیم

سرگزشتِ غالب

آتشِ غدر سرد ہو جانیکے بعد میرزا غالب نے نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایک عریضہ لکھا تھا، جسکا یہان سے جواب نہین گیا۔ میرزا صاحب نے خیال کیا کہ غالباً میری رودادِ غدر سے واقف نہونے کے باعث سرکار کو شبہ ہے کہ مین بھی باغیون کا شریکِ کار رہا ہون، اور اس بنا پر از راہِ احتیاط مراسلت سے احتراز فرمایا ہے۔ اس شبہہ کے ازالہ کیلئے ۱۴ جنوری سنہ ۱۸۵۸ع کو انہون نے دوسرا عریضہ ارسال کیا، اور اوس مین اپنے انگریزی روابط، حقیقتِ تعلقِ قلعہ، اور ایامِ غدر مین اپنی گوشہ گیری کے تذکرہ سے پہلے سرکار کو لکھا:

«در زمان چیرہ دستی کور نمکان سیاہ روسیاہ سر رشتۂ پیام از ہم گسست. ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست. درین روزگار، کہ فرمان داوران دادگر روائی وسلسلۂ آمد شد نامہ رسائی یافت، نامہ در پیام روان داشتہ شد، ونا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شد، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشد. ہر آئینہ در دل چنان گزشت کہ درین باربد انسان سخن سرای توان گشت کہ سرگزشت من از ولی نعمت نہان وحجابی درمیان نماند.»(۱)

میرزا صاحب کی اس توجیہ کے پیش نظر مین نے بھی یہی مناسب خیال کیا کہ کم از کم وہ حالات، جو خود میرزا صاحب اس عریضہ یا دیگر عرایض و مکاتیبِ رامپور کے ذریعہ نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان، یا وابستگانِ دربار کے علم مین لانا ضروری سمجھتے تھے، آغازِ مکاتیب مین شامل کردون، تاکہ اس مجموعہ کے مطالعہ کرنیوالے کی نگاہ سے بھی وہ حجاب دور ہوجائے، جو مکتوب الیہم کے درمیان سے اوٹھایا گیا تھا۔

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱

نام تخلص اور القاب شاهی

میرزا صاحب کا نام « اسد الله خان » تخلص « غالب » اور شاهی لقب « نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ » تها . عریضهٔ نمبر ۱۳ کے آخر مین نام، نمبر ۷ اور ۱۱ کے خاتمه مین نام اور تخلص، اور نمبر ۱ کے زیرین گوشه کی مهر مین نام مع القابِ شاهی مذکور هے . (۱)

عرف

عرایض مین میرزا صاحب کا عرف کهین مذکور نهین . لیکن سرکاری جوابات کے مسودون کے آغاز مین همیشه « بنامِ میرزا نوشه صاحب » درج هوتا هے . نیز قصیدهٔ « همانا اگر گوهرِ جان فرستم » کے لفافه کی پشت پر بهی میر منشی صاحب نے یهی نام لکها هے . اس سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کا عرف « مرزا نوشه » تها . (۲)

تاریخ پیدایش

عریضه نمبر ۷ مین میرزا صاحب لکهتے هین :

« از سر آغاز سال یکهزار و هشت صد و شش که درانگاه شمار سنین عمر من از ده نگزشته بود . . . . » (۳)

اس سے واضح هوتا هے که سنه ۱۸۰۶ع مین میرزا صاحب کی عمر کا دسوان سال تها . گویا وه سنه ۱۷۹۷ع مین پیدا هوے تهے . اردویِ معلی اور عودِ هندی مین ۸ رجب سنه ۱۲۱۲ ه تاریخِ پیدایش بتائی گئی هے، (٤) جو سنه ۱۷۹۷ع کے مطابق هے . اسلئے اس انگریزی سنه کو صحیح سالِ پیدایش شمار کرنا چاهیے .

نسبی خاندان — چچا

میرزا صاحب نصر الله بیگخان بهادر کے بهتیجے تهے . نصر الله بیگخان چار سو سوارون کے رساله کے افسر تهے، اور جنرل لارڈ لیك بهادر کی

(۱) مکاتیب، ص ۲۰ و ۱٤ و ۱۸ و ٤ (۲) ایضاً، ص ٦ حاشیه نمبر ۱ (۳) ایضاً، ص ۱۱
(٤) اردوی معلی، ص ۳۹۹ و عود هندی، ص ٦٩

معیت مین حکومتِ انگریزی کی گرانقــدر فوجی خدمات انجام دیچکے تھــے ، جسکے صلہ مین پرگنۂ « سونك سونسا » بقیدِ حینِ حیات جاگیر مین عطا ھوا تھــا ۔ سنہ ۱۸۰٦ ع مین نصراللہ بیگ خان بہــادر کا یکایك انتقال ھوگیــا ۔ گورنمنٹ نے جاگیر واپس لیکر اونکے ورثا کی پنشن مقــرر کردی ، جو ابتــداءِ ریاستِ فیروزپور جھرکہ کے خزانہ سے اور بعد ازان غدر تك خزانۂ کلکٹری دھلی سے تقسیم ھوتی رھی ۔ یہ تمــام تفصیل میرزا صاحب نے عریضۂ نمبر ۷ مین تحریر کی ھے ۔ فرماتے ھین :

« حالی رای جہان آرای باد کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم ۔ و از سر آغاز سال یکھزار وھشت صــد و شش کہ درانگاہ شمــار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود ، بعوض جاگیر عم حقیق نسبی خود نصر اللہ بیگخان بہــادر ، کہ با جمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیك بہــادر در فتح ھندوستان کوششہای نمایان کردہ ، و پرگنۂ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر یافتہ ، وھم دران عہد بمرگ ناگاہ از جہان رفتــہ بود ، بفرمان جرنیل لاڑد لیك بہادر ومنظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بہــادر در وجہ معــاش من منجملۂ زر استمراری سرکاری ، کہ بذمۂ احمد بخش خان بہر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت ۔ » (۱)

حقیق بھــائی

ایك عریضہ مین میرزا صاحب نے اپنے چھوٹے بھــائی میرزا یوسف خان کا بھی تذکرہ کیا ھے ۔ فرماتے ھین :

« بہر حال دو امر ھنوز مبہم ھین ۔ ایك اس انگریزی تحریر کا حال ، اور دوسری میری بھائی کی پنسن کی حقیقت ۔ » (۲)

میرزا یوسف خان نے ۲۹ صفر ســنہ ۱۲۷٤ ھ مطابق ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۸۵۷ ع کو بحالتِ دیوانگی دلی مین انتقال کیا ۔ (۳)

سبی خاندان — بی بی

مــیرزا صاحب کی بی بی امراؤ بیــگم نواب الھی بخش خان معروف کی بیٹی تھین ۔ یہ ۷ رجب ســــنہ ۱۲۲۵ ھ (۱۸۱۰ ع) کو میرزا صاحب کے عقد مین آئین ، اور اونکی وفات کے چند ماہ بعد تك زندہ رھین ۔ نواب فردوس

(۱) مکاتیب ، ص ۲۱ (۲) ایضاً ، ص ۲۷ (۳) کلیات نثر فارسی ، ص ۳۹۹

مکان کی مزاج پرسی کرتے ہوئے میرزا صاحب نے انکے متعلق لکھا ہے :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سی مسموع ہوا ہی ، عالم الغیب گواہ ہی کہ مجھپر اور میری بی بی پر ... کیا گزر رہی ہی . » (۱)

میرزا صاحب کے انتقال کے بعد امراؤ بیگم نے اپنی مالی مصیبت کا سارا کچا چٹھا لکھکر کمشنر دھلی سے درخواست کی تھی کہ میرزا صاحب کی پنشن حسین علیخان پسر متبنی کے اور میرے نام منتقل کردیجائے. لیکن ڈپٹی کمشنر کی ھمدردانہ رپورٹ کے باوجود کمشنر دھلی نے جواب دیا کہ متبنی بیٹے کے نام پنشن کسیطرح جاری نہین ہوسکتی. البتہ بیوہ کچہری مین حاضر ہو تو اوسکے نام دس روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کردیا جائیگا. اس باغیرت بی بی نے کچہری کی حاضری کو گوارا نہ کیا، اور دس روپیہ ماہوار کے وظیفہ سے انکار کردیا.

حسین علیخان نے ۱۲ جون سنہ ۱۸۶۹ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین ایك عریضہ ارسال کیا تھا. اوس مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کی درخواست، اور اپنے حاضر نہوسکنے کے عذر کے بعد، بیگم صاحبۂ غالب کی درخواست پنشن کے بارے مین لکھتے ہین :

« پنشن سرکار انگریزی کی یہ صورت ہوئی، کہ ھنگام ثبوت و تحقیق مفلسی و بیمقدوری و قرضداری ڈپٹی کمشنر صاحب نے رپورٹ اچھی کی. اوسپر صاحب کمشنر بہادر نی حکم دیا کہ پسر متبنی کی پنشن نہین ہوسکتی. ہان زوجہ کیواسطی مبلغ دس روپیہ تجویز ہونگی. جناب دادی صاحبہ نے دس روپیہ نامنظور کیے. یہ امید بھی جاتی رہی. » (۲)

اس عرضی کے آخر مین بیگم صاحبہ نے لکھا ہے :

« از جانب امراؤ بیگم. بعد کورنش بتوحد مضمون عرضی ھذا یہ گزارش ہی. کمترینہ اول بعمر ھفتادسالہ حرکت و نقل مکان سی معذور. اور سوائی اوسکی صدمۂ انتقال شوھر اور ھجوم قرض خواھان سی اور معیشت آیندہ سی مجبور. با این ھمہ بسبب عدت کی خانہ سی باھر نہین نکلسکتی. بدین وجوہ مانع حضوری ہی. اور سوای در دولت کی کوئی ملجا و ماوا نظر نہین آتا. حضور کو دستگیری مجھ بیکسہ عاجزہ کی واجب ہی. اور یہ ارادہ ہی کہ بعد انقضای مدت عدت خدمت مین حاضرہون، اور وھین انفاس بقیہ کو گزارون. اب نان شبینہ کو محتاج ہون.

(۱) مکاتیب، ص ۴۰ (۲) مثل نمبر ۱۷۹، صیغۂ احباب، عہد نواب خلد آشیان، محافظخانۂ دارالانشا

چارہ اسکا بجز بندگان عالی کے ممکن نہین ۔ رحم فرمائیے اور خبرگیری کیجیے، کہ بدعا گوئی دولت ابد مدت مشغول رہون ۔ »

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۶ ھ (اگست سنہ ۱۸۶۹ ع) کو بیگم صاحبہ نے نواب خلد آشیان کو پھر لکھا :

«جنابعالی! جس روز سے مرزا اسد اللہ خان غالب نے وفات پائی ہے، تو یہ عاجزہ بیوہ اسقدر مصائب مین گرفتار ہے، کہ تحریر سے باہر ہے ۔ اول تو یہ مصیبت ہے کہ مرزا صاحب مرحوم آٹھ سو روپیہ کے قرضدار مرے ۔ دوسری مصیبت یہ کہ پنشن انگریزی مسدود ہوئی ۔ تیسری یہ کہ تنخواہ سو روپیہ ماہوار، جو آپ از راہ قدر دانی کے مرزا مرحوم کو ارسال فرماتے تھے، وہ بھی یک لخت موقوف ہوئی ۔ ابتك قرض لیکر اوقات بسری کی ۔ اب قرض بھی نہین ملتا ۔ نوبت فاقہ کشی کی پہنچی ۔ اس حالت حیرانی اور پریشانی مین پھر یہی خیال آیا، کہ اللہ تعالی نے ہمارا وسیلہ پرورش اور اوقات گزاری کا اس دنیا مین آپکی ذات بابرکات کو بنایا ہے، اور سوائے آپکی ذات بابرکات کے دوسرا کوئی نظر نہ آیا ۔ لاچار برخوردار حسین علیخان کو آپکے قدمون پر ڈالا ۔ آپنے بسبب شرفا پروری اور اقتضای مروت اور فتوت کے اوسقدر اوپر حال برخوردار کے عنایت فرمائی ہے، کہ بیان سے باہر ہے ۔ اب دعا گو کی یہ تمنا ہے کہ ایسی پرورش مجھ ضعیفہ کی ہوجائے، کہ مرزا مرحوم حق عباد سے بری ہوجائین، کہ یہ سخت عذاب ہے ۔ اگر حضور صورت ادای قرض فرمادین تو کمال ثواب عظیم ہوگا ۔ اور اگر دفعہ صورت ادای قرض مناسب رای بیضا ضیا کی نہو، تو یہ تنخواہ ششماہ کی بحساب فی ماہ صد روپیہ بالفعل مجھ بیوہ کو عنایت ہوجائے ۔ باقی ٦ ماہ اور بحساب مذکورۂ بالا مرحمت فرمائیے، تاکہ مین بیوہ قرض مرزا صاحب کا ادا کردون ۔ اور ظاہرا یقین ہے کہ زندگی میری بھی اسی میعاد مین پوری ہوجائیگی ۔ ...... اور پنشن میری دس روپیہ انگریز کرتا ہے، بشرط اینکہ کچہری مین حاضر ہون ۔ اور جانا میرا کچہری مین ہرگز نہوگا ۔ گو فاقون سے مر جاؤن ۔ کیا مین اپنے باپ اور چچا اور شوہر کا نام روشن کرون ۔ اور جو عزت اور ریاست میری چچا کی اور حرمت میری والد کی اور شوہر کی آگے خاص و عام کے تھی حضور پر سب روشن ہے ۔ » (۱)

اس عریضہ پر بھی سرکار نے کوئی حکم نہ دیا ۔ تو ٢٤ جمادی الاول سنہ ۱۲۸٦ ھ کو بیگم صاحبہ نے مکرر درخواست پرورش پیش کی ۔ اسکا مضمون تقریباً سابق درخواست کے مطابق ہے، اسلئے اعادہ مناسب معلوم نہین ہوتا ۔ البتہ اس عرضی کے لفافہ پر میر منشی صاحب کا نوٹ ہے :

(۱) مثل نمبر ۲٥٤، صیغۂ احباب، عہد نواب خلد آشیان، محافظخانۂ دارالانشا ۔

« پیش نموده شد . حکم نفاذ یافت که درین خصوص به نواب مرزا خان فہمایش و ہدایت بعمل آمده . ۹ ستمبر سنه ۱۸۶۹ع . »

اس تاریخ کے بعد صرف ایك اور درخواست کا پته چلتا ھے ، جو شعبان مین بھیجی گئی تھی . لیکن مثل مین اوسکا لفافه شامل ھے . اصل عرضی موجود نہین . اسکے بعد امراؤ بیگم کا تذکرہ نہین ملتا . اس سے یه خیال ھوتا ھے که اونکی یه پیشینگوئی که « مین اسی ششماھی مین فوت ھو جاؤنگی » درست نکلی . اور وہ سنه ۱۲۸٦ ھ ھی مین فوت ھو گئین .

بی بی کے چچا اور بھائی

نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکه و جاگیردارِ لوھارو میرزا صاحب کی بی بی کے حقیقی چچا اور میرزا صاحب کے چچیا سسر تھے . انھون نے اپنی زندگی مین اپنے بڑے لڑکے نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور کا رئیس بنا دیا تھا ، اور خود گوشه گیر ھوگئے تھے . نواب شمس الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دھلی کے قتل کے الزام مین پھانسی دیدیگئی . میرزا صاحب نے اپنی سرگزشت مین ان دونون کا ذکر کیا ھے ، اور اوسی مین نواب شمس الدین احمد خان کے قتل کی طرف بھی اشارہ کر گئے ھین . فرماتے ھین :

« بفرمان جرنیل لاڑد لیك بہادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سببی من نواب احمد بخش خان بہادر در وجه معاش من منجملهٔ زر استمراری سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بہر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کلکٹری دھلی صورت پزیرفت . » (۱)

نواب احمد بخش خان نے سنه ۱۸۲۷ ع مین اور نواب شمس الدین احمد خان نے سنه ۱۸۳۵ ع مین اس دارِ فانی سے کوچ کیا .

بی بی کے پوتے — باقر علی خان

امراؤ بیگم کے سات اولادین ھوئین ، لیکن ان مین سے کسی نے پندرہ ماہ

(۱) مکاتیب ، ص ۱۲

سے زیادہ عمر نہین پائی. ان میان بی بی نے زین العابدین خان عارف کو، جو امراؤ بیگم کے حقیقی بھانجے تھے، منہ بولا بیٹا بنالیا. یہ دو خورد سال بچے چھوڑکر جوانی مین انتقال کرگئے. ان دونون مین بڑے باقر علیخان تھے، جو والد کے انتقال کے بعد کچھ عرصہ تك اپنی دادی بنیادی بیگم کے ہان رہے اور اونکے بعد میرزا صاحب کے پاس چلے آئے. میرزا صاحب نے انکی پرورش کی، پڑھایا لکھایا، اور جب جوان ہوگئے تو ڈھائی ہزار روپیہ لگاکر نواب ضیاءالدین خان بہادر کی صاحبزادی سے شادی کردی. نواب خلد آشیان کو انکی شادی اور اوسکے اخراجات کے بارے مین لکھا ہے:

«باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدین خان کے ہان ہوئی. اونھون نے کھانے جوڑے کے دوہزار روپیہ دیے. اور میری زوجہ نے پانسو روپے کا زیور لگاکر پچیس سو روپے صرف کیے.» (۱)

باقر علیخان نے سنہ ۱۲۹۳ ھ (۱۸۷٦ ع) کو انتقال کیا.

حسین علیخان

عارف کے چھوٹے لڑکے حسین علیخان کو میرزا صاحب نے عارف کی جگہ متبنی کر لیا تھا. چنانچہ نواب فردوس مکان کی مزاج پرسی کے پہلے خط مین انکو اپنا فرزند لکھا ہے. فرماتے ہین:

«جب سے حضرت کی ناسازی مزاج مبارك کا حال خارج سے مسموع ہوا ہے عالم الغیب گواہ ہے کہ مجھپر..... اور میری فرزند حسین علی خان پر کیا گزر رہی ہے.» (۲)

نواب خلد آشیان کی خدمت مین انکے متعلق میرزا صاحب نے بار بار تحریرین لکھی ہین. چنانچـــہ سب سے پہلے ۱۹ اگست سنہ ۱۸٦۷ ع کو انکی منگنی کے بارے مین لکھا:

«آپکے غلام زرخرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی ہوگئی. اور اپنے کنبے مین ہوئی. یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے. اور رجب کا مہینا قرار پایا. اب میری بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپکے ہاتھ ہے.» (۳)

سرکار نے جواباً تحریر فرمایا کہ آپکی تحریر مجمل ہے. خلاصۂ مکنونِ خاطر

---

(۱) مکاتیب، ص ۹۷ (۲) ایضاً، ص ٤۰ (۳) ایضاً، ص ۹۵

تحریر فرمائیے۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ٥ ستمبر کو لکھا:

«مجملا یه که مین در دولت کا گدای خاك نشین اور وه آپ کا غلام. تفصیل یه که میری پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میری گھر مین زیور زرینه و سیمینه کا نام و نشان نهین. هت اودهار قرض کوئی دیتا نهین. آپ روپیه عنایت فرمائین، تا یه کام سر انجام پائی، اور بوڑهی فقیر کی برادری مین شرم رهجائی. دوسری بات یه که سو روپئی آپکی سرکار سی بطریق خیرات اور باسٹھ روپیه آٹھ آنی مهینا سرکار انگریزی سی بعوض جاگیر پاتا هون. عالم الغیب جانتا هی که اس مین میرا بڑی مشکل سی گزارا هوتا هی. بهو کو کهان سی کهلاؤنگا؟ حسین علیخان کی کچھ تنخواه مقرر هوجائی. لیکن توقیع تنخواه اوسکی نام جاری نهو. بلکه اوسکی زوجه حسن جهان بیگم بنت اکبر علیخان کی نام وه تنخواه مقرر هو. اور اوسکی مهری رسید سی ملا کری. زر مصرف شادی کی مقدار اور تنخواه کی مقدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت.» (۱)

سرکار نے ارقام فرمایا که آپ مصارف کی مقدار لکھیے. اسکے بعد حکمِ مناسب دیا جاسکیگا. ما بدولت کو بر بنایِ موانست و اتحادِ قدیمه آپ کی خوشنودیِ خاطر مدِ نظر ھے. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۳ ستمبر کو تحریر کیا:

«حضرت نی غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایه پر پهنچایا که شاهان عجم مین سلطان سنجر نی اور شاهان هند مین شاهجهان نی ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی هوگی. باقر علیخان کی شادی نواب ضیاء الدینخان کی هان هوئی. اونهون نی کهانی جوڑی کی دو هزار روپیه دیئی. اور میری زوجه نی پانسو روپئی کا زیور لگا کر پچیس سو روپئی صرف کئی. حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنی خاندان کا هی. لیکن امیر نهین. نوکری پیشه هی. اب یه مین کیونکر عرض کرون که مجھی کیا دو. سائل هون. یه رسم نهین که سائل مقدار سوال عرض کری. حال مصارف شادی خاندان لکھدیا هی. دو ڈهائی هزار مین شادی اچھی هوجائیگی. لیکن یه بھی ساتھ عرض کرتا هی که میرا حق خدمت اتنا نهین که اسقدر مانگ سکون. جو کچھ دوگی اوس مین شادی کر دونگا.» (۲)

اس عریضه کا سرکار کیجانب سے کوئی جواب نگیا، اور رجب مین شادی ملتوی هوگئی. میرزا صاحب نے ۲ رمضان سنه ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۹ دسمبر سنه ۱۸٦۷ ع کو یاددهانی کرتے ہوئے لکھا:

«ماه صیام مین سلاطین و امرا خیرات کرتی هین. اگر حسین علیخان یتیم کی شادی امی صیغی مین هوجائی، اور اس بوڑهی اپاهج فقیر کو روپیه ملجائی تو اس مهینی مین تیاری هو رهی، اور

---

(۱) مکاتیب، ص ۹٥ (۲) ایضاً، ص ۹۷

شوال مین رسم نکاح عمل مین آئی . اور چونکہ اس ماہ مبارك مین در فیض باز اور سال انگریزی کا بھی آغاز ھی ، وہ پچیس روپیے مہینا جو زبان مبارك سی نکلا ھی ، جنوری سنہ ۱۸۶۸ سی بنام حسین علیخان مذکور جاری ھوجائی ، تو مجھی گویا دونون جہان ملگئی . » (۱)

لیکن اس غریضہ کا جواب بھی صیغۂ التوا مین رھا ، اور ذیقعدہ آپہنچا . میرزا صاحب نے ۹ مارچ سنہ ۱۸۶۸ع کو لکھا :

« مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کی مہینی مین قرار پائی تھی . عطیۂ حضور کی نہ پہنچنی کی سبب ملتوی رھی . آج جو ذیقعدہ کی ۱۵ ھی ، ۱۵ دن یہ اور مہینا ذی الحجہ کا . اگر اسی ذیقعدہ کی مہینی مین کچھ حضرت عطا فرمائینگی ، تو آخر ذی الحجہ تك نکاح ھوجائیگا . خدا کری ! خداوند کی ضمیر مین یہ بھی گزری ، کہ غالب جب بہو بیاہ لائیگا ، تو اوسکو روٹی کہان سی کھلائیگا . غرض اس سی یہ کہ حسین علیخان کی تنخواہ جاری ھوجائی . حضرت ! کوئی ایسا نہین کہ جو میری مطالب حضور مین عرض کرتا رھی اور مجھی باربار لکھتی ھوی شرم آتی ھی . » (۲)

سرکار نے یہ درخواست منظور فرمالی ، اور آمدِ زمستان تك شادی سے فراغت کی امید ھوگئی . نواب مرزا خان داغ دھلوی ، اور حکیم مظفر حسین خان بہادر لکھنوی نے علی الترتیب میرزا صاحب کو قبولیتِ التماس کی اطلاع دی . اسکی توثیق نیز مکرر یاد دھانی کی خاطر میرزا صاحب نے ۱۳ اگست سنہ ۱۸۶۸ع کو لکھا :

« تین التماسین سابق پیش ھوئی تھین . سو اب پہلی برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سی اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر کی خط سی اون خواھشون کی منظور و مقبول ھونیکی نوید پائی . انشاء اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ۶۸ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بھی ادا ھوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بھی ھوجایگی ، اور اوسکیواسطی اوسکی زندگی تك تنخواہ جداگانہ مقرر ھوجایگی . »(۳)

اس عرصہ مین حسین علیخان کی سسرال سے شادی کا تقاضا شروع ھوگیا . میرزا صاحب نے مجبور ھوکر ۷ ستمبر کو ولیِّ نعمت کی خدمت مین عرض کیا :

« پیر و مرشد ! حسین علیخان کی سسرال والون کا بڑا تقاضا ھی . زندگی مشکل ھوگئی ھی . بطریق « شیئا للہ » سوال مختصر یہ ھی کہ جو حضرت کی مزاج مین آوی وہ عطا کیجی ، اور حسین علیخان کی نام جداگانہ تنخواہ مقرر کردیجی . لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین . » (٤)

سرکار نے ابھی اسکا جواب ارقام نہین فرمایا تھا کہ اس عرصہ مین

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۱۰۲ (۳) ایضاً ، ص ۱۰۵ (٤) ایضاً ، ص ۱۰٦

میرزا صاحب پر قرضخواهون کا سخت تقاضا هونے لگا، اور شادی کی خوشی کے حصول سے قبل قرض کے غم کا رفع کرنا ضروری هوگیا. ادائگیِ قرض کی سبیل صرف عطیهٔ سرکارِ رامپور تها. بنابرین ۱٦ نومبر کو میرزا صاحب نے بحالتِ اضطرار لکھا:

«حال میرا تباه هوتو هوتو اب یه نوبت پهنچی، که ابکی تنخواه مین سی ٥٤ روپئی بچی. ٦۳ روپئو کا چٹها ماهوار کا سو سه ماده دینا. بهلا آٹهہ سو روپئو هون تو میری آبرو بچتی هی. ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکو نام کی تنخواه سی قطع نظر کی. اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال. کبهی نکهونگا. آٹهہ سو روپئو مجکو اور دیجئو. شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائو، تو غنیمت هی.» (۱)

میرزا صاحب مرتے دم تك اپنے اس عهد پر قائم رهے. آخری عریضه مین بهی، جو ۱۰ جنوری سنه ۱۸٦۹ ع کو تحریر کیا تها(۲)، حسین علیخان کی شادی کا ذکر نهین کیا، اور یه ارمان ساتهہ لیکر دنیا سے رخصت هوگئے.

حسین علیخان نے انکے انتقال کے ایك مهینے بعد ۱۷ مارچ سنه ٦۹ ع کو اپنے تقررِ تنخواه کی درخواست بهیجی. بعد ازان ۱۲ جون کے عریضه مین پهر اپنی خواهشِ وظیفه کا اعاده کیا، اور یه بهی عرض کیا که فدوی بیمار هے، اسلئے حاضرِ خدمت نهین هوسکتا. انشاء الله صحت کے بعد قدمبوسی کی سعادت حاصل کریگا.

۲۲ ربیع الثانی سنه ۱۲۸٦ ه (اگست سنه ۱۸٦۹ ع) کو بیگم غالب نے سرکار کو جو عریضه لکها هے اوس سے معلوم هوتا هے که اوسوقت حسین علیخان ملازم هوچکے تهے. لیکن ابهی انکی شادی نهین هوئی تهی. ۲۱ فروری سنه ۱۸۷۰ ع کو حسین علیخان نے رامپور سے دلی واپس جا کر منشی سیاچند صاحب کو ایك خط لکها هے. اوس سے معلوم هوتا هے که حسین علیخان اگست سنه ٦۹ ع کے بعد رامپور آئے، اور فروری سنه ۷۰ ع مین میرزا صاحب کی برسی کی فاتحه کیلئے رخصت لیکر دلی گئے. وهان سسرال والون

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۷ (۲) ایضاً، ص ۱۰۸

نے شادی کا تقاضا کیا. ان کی تنخواہ صرف پچیس روپیہ ماہوار مقرر ہوئی تھی، اور ابھی ٦ ماہ ملازمت پر گزرے تھے، اسلئے کچھ پس انداز بھی نہونے پایا تھا. لہذا بذریعۂ عریضۂ جداگانہ سرکار سے درخواست کی کہ مصارفِ شادی عطا فرما کر بندہ کی پرورش فرمائیے، اور منشی صاحب سے خواہش کی کہ اس کام مین آپ کوشش کرین. «یقین تو ھے کہ حضور دام اقباله بس رحم فرما کر کچھ عنایت فرمائینگے. آگے مقدر.»

اسکے بعد امثلہ مین شادی سے متعلق کوئی تحریر نہین. اسلئے قیاس یہ ھے کہ حسین علیخان کو امداد ملگئی، اور سنہ ۷۰ع مین انکی شادی کی تقریب انجام پائی.

تعلیم — عربی و فارسی

میرزا صاحب نے عربی و فارسی کی صرف ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی. لیکن زبانِ فارسی سے فطری دلچسپی تھی. خوش قسمتی سے عنفوانِ شباب مین ایك ایرانی نژاد بزرگ ملا عبد الصمد آگرہ وارد ھوا، اور دو سال تك انکے مکان پر مقیم رہا. یہ اصلاً زرتشتی تھا، اور فلسفۂ و حکمت مین دستگاہِ کامل رکھتا تھا. میرزا صاحب نے اوس سے زبانِ فارسی کے حقایق و دقایق سیکھے، اور اسطرح اپنی بواسطہ تحصیلِ ادبِ فارسی کو پایۂ تکمیل تك پہنچالیا. چنانچہ ایك عریضہ مین فرماتے ھین:

«بدو فطرت سے میری طبیعت کو زبان فارسی سے ایك لگاؤ تھا. چاھتا تھا، کہ فرھنگون سے بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملے. باری مراد بر آئی، اور اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یہان وارد ھوا، اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رہا، اور مین نے اوس سے حقایق و دقایق زبان پارسی کی معلوم کیئے. اب مجھے اس امر خاص مین نفس مطمئنہ حاصل ھے. مگر دعوی اجتہاد نہین ھے. بحث کا طریقہ یاد نہین.» (۱)

قاطعِ برھان سے معلوم ھوتا ھے کہ ملا عبد الصمد سنہ ۱۲۲٦ ھ (۱۸۱۱ ع) مین آگرہ وارد ھوا تھا(۲).

(۱) مکاتیب، ص ۸۲ (۲) قاطع برھان، ص ۷

طب

میرزا صاحب نے ایك عریضه مین اپنےطبی تجربه کا بهی ذکر کیا هے. جو غالباً قدرے کتبِ طب کے از خود مطالعه سے اور زیاده تر ایامِ امراض کی طوالت اور کثرتِ استعمالِ ادویه سے حاصل هوا تها. فرماتے هین :

«مین طبیب نهین مگر تجربه کار هون. ستر برس کا آدمی هوشیار هون.» (۱)

اسکے بعد مختلف ادویات تجویز کی هین، اور بعض اشیا سے پرهیز کی هدایت کی هے.

علم نجوم

نواب فردوس مکان کے جشنِ غسلِ صحت کی تهنیت مین میرزا صاحب نے جو فارسی تهنیت نامه لکها هے اوس کے مطالعه سے اندازه هوتا هے که انهین علمِ نجوم مین بهی دخل تها. اس مکتوب مین از رویِ نجوم ثابت کیا گیا هے که مرضِ سرطان سے سرکار کی صحتیابی ایسی مبارك ساعت مین واقع هوئی هے که اسکے اثرات کے ماتحت عرصۂ دراز تك سرکار مهلك امراض کے حملون سے محفوظ رهین گے.(۲)

وطن اور سکونت دهلی

میرزا صاحب کا وطن اکبرآباد (آگره) هے. چنانچه اپنے ایرانی استاد کے ذکر مین نواب خلد آشیان کو لکها هے :

«اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یهان وارد هوا، اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رها.» (۳)

لیکن شادی کے بعد دلی مین آرهے تهے. یکم ستمبر سنه ۱۸٦٦ع کو لکهتے هین :

«مین باون ترپن برس سے یهان رهتا هون.» (٤)

اس حساب سے اونکا دلی مین قیام سنه ۱۸۱۳ ع یا سنه ۱۸۱٤ ع سے هونا چاهیے. میرزا صاحب نے دلی مین ذاتی مکان کبهی نه بنایا. همیشه کرایه کے مکانات مین رهے. ان مین سے دو کا ذکر ایك عریضه مین کیا هے. فرماتے هین :

(۱) مکاتیب، ص ٦۲ (۲) ایضاً، ص ٤٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۷۷

«دبیران خاص بر عنوان نامه‌های پیشین نشان کابۂ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشته اند .
و من از هفت هشت سال در محلۂ بلیمار می مانم .» (۱)

مسکن کی حالات

جس عہد مین میرزا صاحب دلی تشریف لائے وہ اگرچہ دلی کی پیرانہ سالی کا زمانہ تھا، لیکن آثارِ شگفتگی و آبادانی ہر طرف ہویدا تھے. غدر سنہ ۵۷ع نے اس شہر کی بچی کھچی دولت لوٹکر نیا سکہ چلایا. عمارات گرا کر سڑکین بچھائی گئین. شہر اوجاڑ کر قبرســـتان آباد کیے گیے، اور اہلِ ہنر کو شہربدر کر کے فوج کا شہر مین پڑاؤ ڈالا گیـا. ایکبار نواب فردوس مکان کو چوب چینی کی ضرورت پیش آئی. دلی اطبا اور عطارون کا مخزن تھا، اسلئے سرکار نے میرزا صاحب سے فرمایش کی. اسکے جواب مین ۲٦ دسمبر سنہ ۱۸٦٤ع کو میرزا صاحب تحریر کرتے ہین:

«دلی اب شہر نہین. چھاؤنی ہی. کنپ ہی. نہ قلعہ، نہ شہر کے امرا، نہ اطراف شہر کے روسا.» (۲)

۱۸ ستمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو دلی مین کاتبون کے فقدان کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہین:

«شہر سراسر ویران ہی. کاتب کہان؟» (۳)

خشك سالی

ســـنہ ٦۵ع مین دلی بارانِ رحمت کے فیض سے محروم رہی. جولائی بھری برسات کا مہینا ہے، لیکن اس زمانہ مین شہر کے اندر لو چلتی رہی. ۲۳ جولائی کو میرزا صاحب نے دلی کی محرومی کا رونا رویا ہے. فرماتے ہین:

«یہان خلق کو مینہہ درکار ہی، اور ہوا شرارہ بار ہی. دھوپ کی تیزی سی آدمی کی تیور اور پہاڑ کی پتھر جلی جاتی ہین. پانی جگر گداز، ہوا جانستان، امراض مختلفہ کا ہجوم جہان تہان. جز اعضای انسان، کہ وہ پسینی مین تر ہین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین. یا لو چلتی ہی یا مطلق ہوا نہین.» (٤)

۱۱ ماہ اگست کو پھر لکھتے ہین:

«یہان مینہہ اسیقدر برسا ہی کہ جسکی پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتھ دھو لین.» (۵)

(۱) مکاتیب، ص ۱٤ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) ایضاً، ص ۸۰ (٤) ایضاً، ص ۵۵ (۵) ایضاً، ۵٦

برسات

لیکن آیندہ سال بارش نے سنہ ٦٥ع کی کمی باران کی تلافی کی، اور شہر مین اسقدر پانی برسا کہ گزشتہ باون ترپن برس سے ایسا نہ برسا تھا. یکم ستمبر سنہ ١٨٦٦ع کو میرزا صاحب نے لکھا ھے:

«برسات ایسی ہوئی ھی کہ مین باون ترپن برس سی یہان رہتا ہون. عرش آرامگاہ اکبر شاہ کی عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی یا امسال نظر آئی ھی.» (١)

عقائد

میرزا صاحب کے ایك عریضہ سے اونکے عقائدِ اسلامی پر بھی روشنی پڑتی ھے. فرماتے ھین:

«اگرچہ فاسق و فاجر ہون، مگر وحدانیت خدا اور نبوت خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ہون.» (٢)

اخلاق و عادات

میرزا صاحب کے اخلاق و عادات اوس عہد کے شرفا کے اخلاق و عادات کا نمونہ تھے. لغو گوئی سے پرھیز، جھوٹ اور تکلف سے نفرت، احباب کی تکلیف سے رنج، خوشی سے راحت، چھوٹون پر مہربانی، اور بزرگون کی خیرخواھی، اونکا شعار تھا.

صدق و سداد

ایکبار نواب فردوس مکان کی جانب سے مراسلت مین تاخیر ہوئی. میرزا صاحب نے ١٥ ستمبر سنہ ١٨٦٢ع کو لکھا:

«فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ھی. چند روز سی تفقد والتفات قدیم مین، خدا نخواستہ باشد، کچھ کمی پاتا ہون. اگر غلط ھی میرا گمان تو بشرف اطلاع مشرف فرمائیے. اور اگر میرا دل دیوانہ سچ سمجھا ھی تو متوقع ہون کہ عتاب کی سبب سی آگھی پاؤن.» (٣)

لغو گوئی سی نفرت

٢٢ جولائی سنہ ١٨٦١ع کو ایك سفارش کے سلسلہ مین تحریر کرتے ھین:

«لازم کرلیا ھی کہ بیہودہ گزارش نکرون اور کبھی کسی کی سپارش نکرون.» (٤)

---

(١) مکاتیب، ص ٧٧ (٢) ایضاً، ص ٨٤ (٣) ایضاً، ص ٣٤ (٤) ایضاً، ص ٣١

قسم سی پرھیز

جھوٹی قسم کھانے کے بارے مین لکھتے ھین :

« خدا و رسول کی قسم جھوٹی نکھاؤنگا . » (۱)

رنج پر رنج

نواب فردوس مکان کی والدۂ ماجدہ کا انتقال ھوا تو اونکی تعزیت مین ۲۸ مارچ سنہ ۵۹ ع کو تحریر کیا :

« کیا کہون کیا غم و اندوہ کا ھجوم ھوا . حضرت کو غمگین ھونیکا تصورکرکر اور زیادہ مغموم ھوا . » (۲)

سنہ ۱۸۶۵ ع مین نواب خلد آشیان کی بیاھتا بیگم فوت ھوئین تو ۱۸ ستمبر سنہ مذکور کو لکھا :

« چاھتا ھون کہ کچھ لکھون . مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون . لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھون . آپکی قدمون کی قسم ! دل نی قبول نکیا . » (۳)

خوشی سی خوشی

سنہ ۵۹ ع مین نواب فردوس مکان کو بصلۂ خدماتِ غدر علاقۂ جدید عطا ھوا . اسکی تہنیت مین لکھتے ھین :

« یہ چار بالش عمارت اور کاشی‌پور کا ضمیمۂ ملك موروثی ھونا پھلی آپکو اور پھر ولیعہد بہادر کو اور پھر آپکی اولاد و اخوان و انصار کو اور سبکی بعد غالب دعا گوی گوشہ نشین کو مبارك ھو . » (٤)

خیرخواھی

جون سنہ ۶۵ ع مین نواب خلد آشیان کو از راہِ خیرخواھی تحریر کیا ھے :

« پیر و مرشد ! از راہ خیر خواھی ایك امر عرض کرتا ھون . ..... حضرت کی جد امجد کو احمد شاہ درانی نی مخاطب بہ مخلص الدولہ فرمایا . حضرت اگر مناسب جانین تو اوس خطاب کو مع دو جزو « شمس الملك و بہرام جنگ » جناب ملکۂ معظمہ سی بذریعۂ گورمنٹ اپنی واسطی لین . » (۵)

قدما کا اعتراف

میرزا صاحب شعرایِ قدیم کے فنی مرتبہ اور اونکے کلام سے استشہاد

(۱) مکاتیب ، ص ۸٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۸ (۳) ایضاً ، ص ٦٤ (٤) ایضاً ، ص ۲۳ (۵) ایضاً ، ص ۵٤

کو تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ اسبارے مین نواب خلد آشیان کو صراحتاً لکھا ھے کہ:

«فقیر اشعار قدما کا معتقد۔ اون لوگون کے کلام کا عاشق۔» (۱)

نیز خلیفہ احمد علیصاحب رامپوری کو دورِ متاخرین کے گلِ شگفتہ مولانا عرفی شیرازی کے متعلق لکھتے ھین:

«قواعد زبان فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام ھی۔ ...... عرفی کی زبان سی جو نکلجائی وہ سند ھی۔ ھماری واسطی وہ ایك قاعدۂ محکم ھی۔ وہ مطاع ھی اور ھم اوسکی مقلد اور مطیع ھین۔» (۲)

هندی شعرا اور فرھنگ نویسون کا انکار

لیکن ھندی شعرایِ فارسی گو اور ھندی فرھنگ نویسون کے قائل نہ تھے۔ اونکا خیال تھا، کہ یہ حضرات اھلِ زبان کا کلام پڑھکر اپنے قیاس سے اوسکے محاورات و الفاظ کے معنی قائم کرتے ھین۔ اور یہ ضروری نہین کہ ھر جگہ اونکا قیاس صحیح نکلے، بنابرین بارھا اون سے غلطیان سرزد ھوئی ھین۔ اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان کو لکھا ھے:

«میان انجو جامع فرھنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرھنگ رشیدی، عظمای عجم مین سی نہین۔ ھند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔ ھادی انکا انکا قیاس۔ ٹیکچند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو۔ سبحان اللہ! ھندی بھی اور ھندو بھی۔» (۳)

اس عریضہ کے جواب الجواب مین لکھتے ھین:

«شعرای ھند کی کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین، یا ھندی فرھنگ لکھنی والون کی بیان مین جو نادرستی اور باھم جو اونکی عقول مین اختلاف ھین، اوس مین مین کلام نہین کرتا۔ اپنی تحقیق کو مانی ھوئی ھون۔» (٤)

بے تکلفی

اپنے مخلص احباب اور محسنون سے میرزا صاحب تکلف برتنا ناسزا جانتے تھے۔ نواب فردوس مکان سے انکا تعلق سراسر اخلاص پر مبنی تھا۔ اسلئے اگر روپیہ کی ضرورت آپڑتی تو میرزا صاحب بلاتکلف سرکار سے مانگ لیا

(۱) مکاتیب، ص ۸۳ (۲) ایضاً، ص ۱۱۹ (۳) ایضاً، ص ۸۲ (٤) ایضاً، ص ۸٤

کرتے تھے ۔ اپنے اس رویہ کو ایك خط مین ظاہر بھی کردیا ہے ۔ فرماتے ہین :

« جو آپ بن مانگی دین اوسکی لینے مین مجھی انکار نہین ۔ اور جب مجھی حاجت آپڑی تو آپ سی مانگنی مین عار نہین ۔ » (۱)

قرض سی نفرت

اگرچہ میرزا صاحب عمر بھر مقروض رہے ، لیکن اونہین طبعاً قرضداری سے نفرت تھی ۔ وہ ہمیشہ کوشش کرتے رہے کہ اس مصیبت کا سامنا نہو ، مگر ایك متموّل اور ذیعزت خاندان کا فرد ہونے کے سبب اخراجات زیادہ تھے ۔ اسلئے اونکی رامپور اور سرکارِ انگریزی کی ماہوار آمدنی ، ایکسو باسٹھ روپیے آٹھ آنے ، ضروری اخراجات کو ناکافی ہوتی ، اور تقریباً ہر مہینے قرض لینا پڑتا ۔ سرکارِ رامپور اونکا ملجا و ماوا تھی ۔ جب قرض خواہون کا تقاضا سخت ہوجاتا تو ادایگیِ قرض کیلئے روپیہ کا سوال پیش کردیتے ، اور یہان کی امداد سے بارِگران سے سبکدوشی حاصل کرتے ۔ اس سلسلہ کی جسقدر تحریرین اس مجموعہ مین پائی جاتی ہین ، اون سے صاف عیان ہے کہ میرزا صاحب قرض کا بار بہت محسوس کیا کرتے ، اور چاہتے تھے کہ جلد از جلد اس بلا سے نجات حاصل ہوجائے ۔ چنانچہ سب سے پہلی تحریر مین ، جو ۱۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کی ہے ، لکھتے ہین :

« بارگران غم سی پست ہوگیا ہون ۔ آگی تنگدست تھا ۔ اب تہی دست ہوگیا ہون ۔ جلد میری خبر لیجی ، اور کچھ بھجوادیجی ۔ » (۲)

اسکے بعد ۸ دسمبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو پھر لکھا ہے :

« سو روپیہ کی ہنڈوی ... پہنچی ۔ اور روپیہ وصول مین آیا ، اور صرف ہوگیا ، اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا ۔ تم سی نکہون تو کس سی کہون ۔ اس مشاہرۂ مقرری سی علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیجدیجیگا تو جلا لیجیگا ۔ لیکن اس شرط سی کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو ۔ » (۳)

۲۲ اگست سنہ ۱۸۶۵ ع کو نواب خلد آشیان کی خدمت مین تحریر کیا ہے :

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۶ (۲) ایضاً ، ص ۱۶ (۳) ایضاً ، ص ۲۴ و ۲۵

« ان دنون مین متفرقات کی قرضدار سرگرم تقاضا بلکہ آمادۂ شور و غوغا تھی ۔ دو سو روپیہ کی ھنڈوی صراحی آب حیات ہوگئی ۔ دام مرگ سی نجات ہوگئی ۔ » (۱)

ایکبار رامپور سے تنخواہ کی روانگی مین دیر ہوگئی تھی ۔ میرزا صاحب کو قرضخواہون کی رقمین ادا کرنی ہونگی ، اسلئے ۱۰ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کو سرکار کی خدمت مین لکھا :

« میرا حال یہ کہ انگریزی تنخواہ گھر مین اور کچھ قرض کی قسط مین جاتی ہی ۔ حضور کی عطیہ پر میرا اور شاگرد پیشہ کا اور حسین علی کا گزارا ہی ۔ عالم الغیب جانتا ہی جسطرح گزرتی ہی ۔ چار سو ساڑھی چار سو کا قرض باقی ہی ۔ اب کوئی قرض بھی نہین دیتا ۔ » (۲)

۱۳ اگست سنہ مذکور کو پھر لکھتے ہین :

« غم نی بشمول بڑھاپی کی پست و مضمحل کردیا ہی ۔ حضرت کی قدمون کی قسم ! نہ حواس درست نہ رای صحیح ۔ برسون سی مکروہات مین مبتلا رہتی رہتی اب طاقت تحمل کی نرہی ۔ خدا جانی کیا ہوتا ہی کیا سمجھتا ہون ۔ کیا کرنا چاہیی کیا کرتا ہون ۔ کل آخر روز میر منشی حضور کا خط آیا ۔ جون کی تنخواہ کی رسید نہ پہنچنی کی اطلاع پائی ۔ تہیدستی و قرض کی رنج مین خستہ و آزردہ بیٹھا تھا ۔ اوسی وقت عرضی لکھی ۔ اگرچہ ڈاک کا وقت نہ تھا ، مگر بھیجدی ۔ » (۳)

٦ اکتوبر سنہ ٦٦ ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے راحت کا انحصار قرض کی ادایگی مین بتایا ہے ۔ تحریر کرتے ہین :

« حضور ملک و مال جسکو جسقدر چاہین عطا کرسکتی ہین ۔ مین آپ سی صرف راحت مانگتا ہون ۔ اور راحت منحصر اس مین ہی کہ قرض باقیماندہ ادا ہوجائی ۔ اور آیندہ قرض لینی کی حاجت نہ پڑی ۔ » (٤)

سرکار نے میرزا صاحب کا قرض ادا فرمادیا تو ۸ جنوری سنہ ٦۷ ع کو اوسکے شکریہ مین لکھتے ہین :

« حضرت کی تصدق سی قرض ادا ہوگیا ۔ تنخواہ نی قسط سی اور مین نی رنج سی رہائی پائی ۔ » (۵)

اگست سنہ ۱۸٦۸ ع مین میرزا صاحب کے قرض کی ادایگی کا سرکار نے پھر وعدہ فرمایا ۔ اس وعدہ سے میرزا صاحب کو جو مسرت ہوئی ، اوسکا اندازہ ان الفاظ سے بخوبی ہوتا ہے :

« تین التماسین سابق پیش ہوئی تھین ... اون خواہشون کی منظور و مقبول ہونی کی نوید پائی ۔ انشاء

(۱) مکاتیب ، ص ٦۲ (۲) ایضاً ، ص ۷۵ (۳) ایضاً ، ص ۷٦ (٤) ایضاً ، ۸۱ (۵) ایضاً ، ص ۸۹

اللہ الکریم حسب ارشاد حضور اسی برس ۶۸ مین آمد زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض۔۔۔ ادا ہوجایگا۔» (۱)

۱۶ نومبر سنہ ۶۸ع کو پھر لکھا :

«حال میرا تباہ ہوتی ہوتی اب یہ نوبت پہنچی کہ ابکی تنخواہ مین سی ۵۴ روپیہ بچی۔ ۔۔۔ مجملا آٹھ سو روپیۂ ہون تو میری آبرو بچتی ہی۔ ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکی نام کی تنخواہ سی قطع نظر کی۔ اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال۔ کبھی نکہونگا۔ آٹھ سو روپیہ مجکو اور دیجی۔ شادی کیسی؟ میری آبرو بچ جائی تو غنیمت ہی۔ ۔۔۔ مختصر یہ کہ اب میری جان اور میری آبرو آپکی ہاتھ ہی۔ مگر حضور جو عطا فرمانا ہی جلد ارشاد ہو۔» (۲)

۱۷ دسمبر کو میرزا صاحب نے یاد دھانی کی، اور پھر آخری خط مین اپنے اضطراب کو ان الفاظ سے ظاہر کیا :

«حضور قرضخواھون نی بہت عاجز کر رکھا ہی۔ بس میرا یہی کام ہی کہ یاد دلادون۔ آگی حضرت مالك ہین۔» (۳)

لیکن ابھی یہان سے رقم پہنچنے نپائی تھی کہ میرزا صاحب کا انتقال ہوگیا۔

امراض اور ضعف پیری

میرزا صاحب نے سب سے پہلے عریضۂ نمبر ۱۴ مورخۂ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ع مین عوارضِ جسمانی کا ذکر کیا ھے۔ لیکن وہ ضعف پیری تك محدود ھے۔ فرماتے ھین :

«خدمت گزار ہون اور دعا و ثنا میرا کام ہی۔ بڑھاپی نی کھودیا۔ جز نفسی چند مجھ مین کچھ باقی نہین۔» (۴)

قولنج

امراض کا شکوہ ۱۱ نومبر سنہ ۶۱ع سے شروع ھوتا ھے۔ اس زمانہ مین میرزا صاحب ابتداءً دردِ قولنج اور بعد ازان بخار مین مبتلا ھوے، اور ایك ماہ تك ان امراض کی مصیبت جھیلتے رھے۔ فرماتے ھین :

«دعا گو ایك مہینا بھر سی بیمار ہی۔ ابتدا وہی قولنج دوری۔ بسبب استعمال ادویۂ حارہ، کہ اس مرض مین اوس سی گزیر نہین، تپ نی آگھیرا۔ کئی باریان بھگتین. اب دو باریان ٹلگئی ہین۔ لیکن طاقت بالکل سلب ہوگئی ہی۔ اور ضعف دماغ نی قریب بہلاکت پہنچا دیا ہی۔ بالفعل آب سیب کا استعمال ہی۔» (۵)

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۵ (۲) ایضاً، ص ۱۰۷ (۳) ایضاً، ص ۱۰۸ (۴) ایضاً، ص ۲۰ (۵) ایضاً، ص ۳۳

امراض مختلفہ کا ھجوم

نواب خلد آشـیان کی دعوتِ قدومِ رامپور کے جواب میں امراضِ مختلفہ اور صعوبتِ سفرِ تابستان کا عـذر کرتے ہوے لـکھتے ھین :

«وہ آگ برس رھی ھو کہ طیور کی پر جل رھی ھین. بعد آگ کی پانی برسیگا. سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر.» (۱)

۲۳ جولائی کو پھر تحریر کیا ھے :

«پانی جگر گداز، ھوا جانستان، امراض مختلفہ کا ھجوم جہان تہان.» (۲)

نیم مردہ

سـنہ ۱۸٦۵ ع مین نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کا انتقال ھوا. ایسے موقع پر میرزا صـاحب کو بزبان فارسی و عبـارتِ بلیغ تعزیت نامـہ لـکھنا چاھیـے تھا. لیکن بڑھاپا اور ضعف مانع آیا، اور انھون نے ۱۸ ستمبر سنہ مذکور کو از راہِ معذرت لـکھا :

«اب مین نیم مردہ، دل پژمردہ، خاطر افسردہ، جس باب مین لفظ و معنی فراھم کیا چاھون وہ سراسر طبع کی خلاف.» (۳)

کوفتۂ و رنجور

رامپور کے دوسرے سفر سے واپس ھوتے ھوے میرزا صاحب مراد آباد پہنچکر بیمار ھوگئے تھے. نواب خلد آشیان نے مزاج پرسی کی تو اسکے جواب مین ۲۱ جنوری سـنہ ٦٦ ع کو رودادِ سفر بیان کرکے لـکھتے ھین :

«ایك ھفتہ کوفتہ و رنجور رھا. اب ویسا پیر و ناتوان ھون جیساکہ اس سفر سی پہلی تھا.» (٤)

نیمجان ھون

سفر کی صعوبت اور عرضِ راہ کی بیماری نے میرزا صـاحب کی رھی سہی صحت برباد کردی، اور یہ اپنے آپکو نیمجان سمجھنے لگے. چنـانچـہ ۲۹ مارچ کو لـکھتے ھین :

«اپنا حال اس سی زیادہ کیا لکھون کہ آگی ناتوان تھا، اور اب نیمجان ھون. برخوردار نواب مرزا خان اپنی مشاھدہ کی مطابق جو میری حقیقت عرض کری وہ مسموع و مقبول ھو.» (۵)

---

(۱) مکاتیب، ص ٥٤ (۲) ایضاً، ص ٥٥ (۳) ایضاً، ص ٦٤ (٤) ایضاً، ص ٦٨ (٥) ایضاً، ص ٦٩

حواس درست نہین

امراض اور مالی دقتون نے میرزا صاحب کے احساسات پر بھی کافی اثراندازی کی . چنانچہ ۱۱ اگست سنہ ٦٦ ع کو تحریر کیا ھے :

« غم نے بشمول بڑھاپے کے پست و مضمحل کردیا ھی . حضرت کے قدمون کی قسم ! نہ حواس درست ، نہ رای صحیح . برسون سے مکروھات مین مبتلا رھتے رھتے اب طاقت تحمل کی نرھی . خدا جانے کیا ھوتا ھی ، کیا سمجھتا ھون . کیا کرنا چاھیے ، کیا کرتا ھون . » (۱)

ضعف بصر اور رعشہ

۱۸ ستمبر سنہ ٦٦ ع کو چند نئے امراض کی شکایت کرتے ہوئے تحریر کیا ھے :

« خاطر اقدس مین نگزری کہ غالب تعمیل احکام مین کاھل ھی . بصارت مین فتور . ھاتھ مین رعشہ . حواس مختل . » (۲)

امراض قدیم بڑھگئے

اس کے ٦ ماہ بعد ۱۳ مارچ سنہ ٦٧ ع کو لکھتے ھین :

« اس درویش کا حال اب قابل گزارش نہین . امراض قدیم بڑھگئے . دوران سر ، اور رعشہ ، اور ضعف بصر ، تین بیماریان نئی پیدا ھوئی ھین . قلم نہین بناسکتا . لڑکون سے بنوالیتا ھون . برسون کی بات نہین رھی . ھفتون کی یا مہینون کی زندگی رھگئی ھی . » (۳)

فرض محال

اسکے ایک مہینے بعد ۱٤ اپریل سنہ ٦٧ ع کو نمایش باغ بینظیر کی شرکت کی آرزو کرتے ہوے تحریر کرتے ھین :

« نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ھون ، اور خون جگر کھاتا ھون ، کہ ھائے مین وھان نہین ! بالاخانے پر رھتا ھون . اوتر نہین سکتا . مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا . کہار چلے ، راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا . کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی . پالکی قفس اور مین طائر اسیر . وہ بھی بے پر و بال . نہ چل سکون . نہ پھر سکون . جو کچھ اوپر لکھ آیا ھون یہ سب بطریق فرض محال ھی . ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ھی . » (٤)

اب دم نہین

رفتہ رفتہ ماہ و سال کے سفر کیساتھ ساتھ میرزا صاحب کے اعضا بھی

(۱) مکاتیب ، ص ٧٦ (۲) ایضاً ، ص ۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۹۱ (٤) ایضاً ، ص ۹۲

فرسودہ وناتوان ہوتے چلے گئے۔ تا آنکہ ۱۱ جون سنہ ۱۸٦۷ع تک یہ نوبت پہنچی کہ اونہون نے منشی سیلچند صاحب کو صاف صاف لکھدیا :

«بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین۔ نہ طاقت باقی ہے۔ نہ حواس درست ہین۔ .... لکھا کچھ چاہتا ہون۔ لکھ کچھ جاتا ہون۔ بس ابتو یہ نوبت پہنچی ہے کہ آج بچا کل مرا۔ کل بچا پرسون مرا۔» (۱)

وفات اور مدفن

آخر کار وہ دن بھی آ گیا، جسکی میرزا صاحب کو برسون سے آرزو تھی، اور ۱۵ فروری سنہ ۱۸٦۹ع مطابق ۲ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۵ھ کو ان کا انتقال ہوگیا۔ لیکن انکی خواہش تھی کہ بعدِ مرگ رامپور مین دفن کیا جاؤن۔ چنانچہ ۳۱ دسمبر سنہ ۵۹ع کو حسین مرزا صاحب کو لکھا تھا :

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ہولیا۔» (۲)

قضا وقدر نے یہ تمنا پوری نہونے دی، اور میرزا صاحب شاہ نظام الدین اولیا کے مزار کے قریب اپنے خاندان کے احاطے مین مدفون ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱) مکاتیب، ص ۱۱۵ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۹

تصانیف

میرزا صاحب نے زیرِ نظر عریضون مین اپنی متعدد تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے. ان مین سے اکثر مشہور ہین اور کئی کئی بار طبع بھی ہوچکی ہین. لیکن بعض کے حالات سے ارباب علم ابھی تک آگاہ نہین. اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سب کا اجمالی ذکر کردیا جائے.

تاریخ سلاطین تیموریہ

۱۴ جنوری سنہ ۵۸ع کے عریضہ مین میرزا صاحب نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے. فرماتے ہین:

«از ہفت ہشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریہ .... می پرداختم.» (۱)

واقعہ یہ ہے کہ سنہ ۱۸۵۰ع مین شاہِ ظفر نے میرزا صاحب کو تاریخ نویسی کی خدمت پر بمشاہرۂ پچاس روپیہ ماہوار مقرر فرمایا، اور حکم دیا کہ حکیم احسن اللہ خان بہادر تواریخ سے حالات اقتباس کرکے میرزا کو دیا کرین، اور میرزا صاحب اپنے اندازِ خاص مین ان واقعات کو تحریر کرین. میرزا صاحب نے کتاب کا نام پرتوستان رکھا، اور یہ تجویز قرار پائی، کہ کتاب دو حصون مین تقسیم کیجائے. پہلا حصہ ابتدایِ آفرینش سے امیر تیمورِ گورگان تک بالاختصار اور تیمور سے ہمایون تک قدرے تفصیل کیساتھ مرتب کیا جائے. دوسرے مین جلال الدین اکبر سے سراج الدین بہادر شاہ تک کے واقعات ہون. میرزا صاحب نے حصۂ اول کا نام «مہرِ نیمروز» اور ثانی کا «ماہِ نیم ماہ» رکھا. حصۂ اول کے متعلق ۱۱ جون سنہ ۱۸۵۲ع کو میرزا صاحب نے منشی جواہر سنگھ جوہر کو لکھا ہے:

(۱) مکاتیب، ص ۱۲

«مسودۂ روزنامۂ روداد اورنگ نشینان چغتائیہ بدست هیرا سنگهہ روان داشته ایم، و هنوز از رسیدنش نشان نیافته ایم. اگر رسیده است بنویسند. ورنه از هیرا سنگهہ باز پرس کنند.» (۱)

اس سے معلوم هوتا هے که سال ڈیڑه سال کے اندر هی «مہرِ نیمروز» تمام هو چکی تهی. لیکن سنه ۱۲۷۱ ھ تك زیورِ طباعت سے آراسته نہوسکی(۲)، جسکی وجه یه هوگی که اگر میرزا صاحب فوراً حضورِ شاه مین کتاب پیش کردیتے تو حصۂ دوم کا تقاضا شروع هو جاتا، جسکیواسطے یه اسقدر جلد تیار نه تهے.

بہرحال مطبوعه کتاب بادشاه کے روبرو سنه ۱۲۷۱ھ (۱۸۵٤ع) مین پیش هوئی. چاهئے تها که میرزا صاحب حصۂ ثانی کی ترتیب شروع کردیتے. لیکن ایسا نہین هوا، حتی که سنه ۵۷ع نے بساطِ حکومت اولٹدی، اور «ماهِ نیم ماه» شرمندۂ طلوع نہوسکا. بظاهر اسکی ایك اهم وجه میرزا صاحب کی جدید طرزِ انشا بهی هے، جو بادشاه تو بادشاه اوس عہد کے کسی ادیب کو بهی پسندیده نه تهی. ورنه ناممکن تها که سنه ۵٤ع سے سنه ۵۷ ع تك بادشاه تقاضا نکرتے، یا مہلت عطا کردیتے اور قبلِ اتمامِ کتاب جلاوطن هوجاتے تو میرزا صاحب اپنے خطوط مین یه نه لکهتے که مین نے حصۂ ثانی کی ترتیب کا آغاز کردیا تها، لیکن اوسکو انجام تك اسلئے نہین پہنچایا که اب اوسکا قدردان دلی سے رخصت هوگیا تها. یه بهی ممکن هے که چونکه اسی سال شیخ ابراهیم ذوق کا انتقال هوا اور میرزا صاحب به تنخواهِ موجوده استادِ شه قرار پائے، اسلئے اونهون نے خلافِ دانشمندی سمجها هو که ایك تنخواه کے عوض دو خدمتین انجام دین. واللہ أعلم.

دیوان اردو

میرزا صاحب نے ۵ ذی الحجه سنه ۱۲۷۳ ھ کے عریضه مین اسکا اسطرح ذکر کیا هے:

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۵۰ (۲) ایضاً، ص ۳۷٤

«مجکو غم یہ ھی کہ غزلہای اصلاحی اور دیوان اردو کی رسید مین نہ پائی . . . . . دیوان کی رسید . . . ایسی ھی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیگا ، اور اوسکو تاکید کیجیگا کہ اسکو بھیجدی . » (۱)

منشی شیونرائن اکبرآبادی کو اس نسخہ کے بارے مین لکھتے ھین :

«اب تم سنو . دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا . مگر ھان مین نے غدر سی پہلے لکھوا کر نواب یوسف علیخان بہادر کو رامپور بھیجدیا تھا . » (۲)

اس بیان سے بظاھر یہ مترشح ھوتا ھے کہ میرزا صاحب نے مئی سنہ ۵۷ع سے قبل دیوانِ اردو رامپور بھیجا ۔ لیکن دراصل نسخۂ مذکور عریضہ نمبر ۵ کے جواب کی تاریخ ۹ مئی اور تاریخِ آشوبِ غدر ۱۱ مئی کے درمیان کسی تاریخ کو بھیجا گیا تھا ۔ چونکہ وہ تاریخ غدر سے قبل تھی اسلئے میرزا صاحب نے مجملًا «غدر سے پہلے» کہا ھے .

میرزا صاحب کو اسکی رسید نومبر سنہ ۵۸ ع تك موصول نہوسکی . جب ماہِ مذکور مین انہون نے «دستنبو» کی ایك جلد تحفۃً ارسال کی اور نواب صاحب نے جواب مین لکھا کہ عدیم الفرصتی کے سبب دیوان اور دستنبو ملاحظہ سے نگزرا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر کو لکھا :

«اس قرینی سی کہ بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ھوا ریختہ کی دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ھوا . » (۳)

اس نسخہ کی مفصل کیفیت صفحۂ ۱۰ کے حاشیہ مین ملاحظہ ھو .

دستنبو

میرزا صاحب نے «آغازِ یازدھم مئی سنہ ۱۸۵۷ ع سے ۳۱ جولائی سنہ ۱۸۵۸ ع تك رودادِ شہر اور اپنی سرگزشت یعنی پندرہ مہینے کا حال نثر مین لکھا . . . اور التزام اسکا کیا . . . کہ دساتیر کی عبارت یعنی پارسیِ قدیم لکھی جائے ، اور کوئی لفظِ عربی نہ آئے»(٤) . اور منشی شیو نراین کے مطبع واقعِ اکبرآباد (آگرہ) مین طبع کراکے ایك نسخہ نواب فردوس

(۱) مکاتیب ، ص ۱۰ (۲) اردوی معلی ، ص ۳۸۱ (۳) مکاتیب ، ص ۱۸ (٤) اردوی معلی ، ص ٤۹ و — مکاتیب غالب

مکان کو ارسال کیا۔ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع کو اسکی رسید کے متعلق لکھتے ہین:

« اس قرینی سی کہ بسبب کم فرصتی کی اونکا ملاحظہ نکرنا مرقوم ہوا، ریختہ کی دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم ہوا. دیوان کی دیکھنی ندیکھنی مین آپ کو اختیار ہی. مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ہی اسکا دیکھنا ضرور درکار ہی. فارسی قدیم اور پھر حسن معنی اور صنعت الفاظ. با این ہمہ ہر امر کی احتیاط اور ہر بات کا لحاظ. جنابعالی ا طرفہ معاملہ ہی. خدا کا شکر ہی اور اپنی قسمت کا گلہ ہی. خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کی جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ہی. گویا بن کھاۓ جینا ہی. کہتی ہین کہ جنوری شروع سال مین پنسنداروں کو روپیہ ملیگا. دیکھئی کیا نیا گل کھلیگا. پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ہی. کہ اب قلمرو ہندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ہی. مین پہلی سی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون، اور وزرای ملکۂ دارا دربان کی دو سارتیفکٹ پاچکا ہون. اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاہی، تو اسی کتاب موسوم بہ « دستنبو » مین دیکھا چاہئی. » (۱)

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ھے کہ ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع سے قبل کتاب طبع ہو چکی تھی۔ اس کتاب کی طباعت مین میرزا صاحب نے جسقدر اہتمام اور کوشش کی ھے اوسکی داستان سے اردوی معلی اور عودِ ہندی کے صفحے کے صفحے پُر ھین۔ ان خطوط کا ضروری اقتباس مولانا مہر کی کتاب کے صفحات ۳۲۶ - ۳۳٤ مین ملاحظہ ہو۔

کلیات فارسی

کلیاتِ فارسی کا نسخہ میرزا صاحب نے مارچ سنہ ۱۸٦۱ ع مین نذر کیا تھا۔ یہ نسخہ خاندانِ لوھارو کے ایك بزرگ نواب فخر الدین خان مرحوم کے قلم کا لکھا ہوا ھے۔ ۷ اپریل سنہ ٦۱ ع کو اسکے بارے مین میرزا صاحب تحریر کرتے ھین:

« کلیات فارسی کی پہنچنی سی اور اس نذر کی مقبول ہونی سی مجکو بہت خوشی حاصل ہوئی. » (۲)

۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲ ھ (١٤ مئی سنہ ۱۸٦۵ ع) کو پھر اسکا ذکر کیا ھے۔ فرماتے ھین:

(۱) مکاتیب، ص ۱۵ (۲) ایضاً، ص ۲۸

« دو قصیدۂ مدحیہ میری دیوان فارسی مین مرقوم اور وہ دیوان حضرت کی کتابخانی مین موجود ھی . » (۱)

بعد ازان ۱۸ جون سنہ ٦٥ ع کو پھر لکھتے ھین :

« اب عرض یہ ھی کہ حسب الحکم حضور کی یہ قصیدہ میری دیوان فارسی مین ، جو کتابخانی مین موجود ھی ، درج کیا جائی . » (۲)

نسخہ کی مزید تفصیل ص ۲۸ کے حاشیہ نمبر ۲ مین درج ھے .

نامۂ غالب

میرزا صاحب نے سنہ ۱۸٦۰ ع مین فرہنگِ برہانِ قاطع کے اغلاط پر مشتمل ایك رسالہ مسمی بہ « قاطعِ برہان » لکھکر نواب فردوس مکان کی امداد سے شایع کیا تھا. اسکے جواب مین ہندوستان کے متعدد اہلِ علم نے رسایل لکھے . ان حضرات مین سے ایك مرزا رحیم بیگ تھے . انھون نے « ساطعِ برہان » رسالہ تصنیف کیا ، اور اوسمین میرزا صاحب کو بہت جلی کٹی باتین سنائین . میرزا صاحب نے اسکا جواب الجواب لکھا ، اور اوسکے پانچ نسخے نواب مرزا خان داغ دھلوی کے توسط سے نواب خلد آشیان کی خدمت مین نذر گزرانکر ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٥ ع کو نوابصاحب کو لکھا :

« ایك عبارت کا ایك جزو بطریق خط ایك انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ھی . پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ھی . پانچ رسالی وہ میریطرف سی نذر گزرانینگی . حضرت قبول نذر کو میرا عز و شرف جانین گی . » (۳)

اس سے ظاہر ہوتا ھے کہ رسالۂ مذکورہ شروع اگست سنہ ٦٥ مین شایع ہوا تھا .

انتخاب دیوان اردو

نواب خلد آشیان اساتذۂ فارسی و اردو کے منتخبہ اشعار کی ایك بیاض مرتب فرمانا چاھتے تھے . اسکے لئے میرزا صاحب کے چیدہ چیدہ اشعار کی بھی ضرورت تھی . لھذا اونھون نے ۲۵ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کو میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ اپنے اردو اور فارسی کلام کا انتخاب روانا فرمائیے ، تا کہ

(۱) مکاتیب ، ص ۵۳ (۲) ایضاً ، ص ۵۳ (۳) ایضاً ، ص ۵۷

مجموعۂ مذکور مین شامل کیا جائے. میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو جواباً تحریر کیا:

«اردو کا دیوان ایك شخص کو دیا ھی ..... بعد اتمام تحریر نذر کیا جائیگا.» (۱)

۱۸ ستمبر کو پھر تحریر کیا:

«خاطر اقدس مین نگزری کہ غالب تعمیل احکام مین کاھل ھی. بصارت مین فتور. ھاتھ مین رعشہ. حواس مختل. ناچار کاتب کی تلاش کی. شہر سراسر ویران ھی. کاتب کہان؟ باری ایك دوست نی کاتب نشان دیا. اردو کا دیوان اشعار پر صاد کرکی اوسکو حوالہ کیا. کل وہ اجزای منقولہ آئی. آج بطریق پارسل مع اس عرضی کی ارسال کیی. خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا. حضرت کو کیونکر پسند آئیگا. اغلاط اتنی تھی کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی.» (۲)

۲٤ ستمبر کو سہ بارہ اردو دیوان کا اسطرح ذکر کیا ھے:

«اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ھون. یقین ھی کہ حضرت کی نظر انور سی گزر گیا ھو.» (۳)

انتخاب دیوان فارسی

اسی سلسلہ مین میرزا صاحب نے اپنی فارسی غزلون کا انتخاب بھی روانا کیا تھا. ۱۰ ستمبر کے خط مین اسکے متعلق فرماتے ھین:

«فارسی دیوان کا شیرازہ کھولکر چند شخصون کی حوالی کیا ھی.» (٤)

۱۸ ستمبر کے عریضہ مین دیوان اردو کے ارسال کی اطلاع کے بعد لکھتے ھین:

«فارسی کی کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکی احباب پر تقسیم کردیئی ھین. جابجا اشعار پر صاد کردیئی ھین. وہ بھی میری انتخاب کی مطابق نقل ھو رھی ھین. بعد اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا.» (٥)

میرزا صاحب نے یہ انتخاب ۲٤ ستمبر کو روانا کرکے بطریق اطلاع سرکار کو لکھا:

«آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریق پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ھون. ... اس درویش نی صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ھی. قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا. اگر حکم ھو تو وہ بھی بھیجون.» (٦)

لیکن اغلب یہ ھے کہ سرکار نے ان اصنافِ نظم کا انتخاب طلب نہین فرمایا. ان دونون نسخون کے متعلق ص ۷۹ کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ کیجیے.

(۱و٤) مکاتیب، ص ۷۹ (۲و٥) ایضاً، ص ۸۰ (۳و٦) ایضاً، ص ۸۱

تلامـــــذه

میرزا صاحب کے شاگردون کی تعـداد خاصی ہے. لیکن مکاتیب مین صرف چنـــد اصحـاب کا ذکر آیا ہے. ان مین سے باقرعلیخـان اور حسین علیخان سبہی خاندان کے عنوان کے ماتحت مـذکور ہوچکے. بقیـه اصحـاب حسبِ ذیل ہین.

نیر

نواب ضیاءالدین خان بہادر نـیّرو رخشان ابن نواب احمـد بخش خانؔ بہادر والیِ فیروزپور جہرکه و لوہارو میرزا صاحب کے ارشـدِ تلامـذه مین تہــے. نواب خلد آشیان نے ۲۵ اگست سنه ٦٦ع کے فرمان مین میرزا صاحب سے ارشاد فرمایا تہا که بہـائی ضیاءالدین خانصاحب کے کلام کا انتخاب بہی بہجوائیـــے. اسکے جواب مین میرزا صاحب نے ۱۰ ستمبر کو لـکہا:

« بہـائی ضیاءالدین خان کا مجموعـۂ نظم و نثر فارسی و اردو سراسر دیکہـا ہوا میرا، جو اونکی کتابخانی مین تہا، غدر مین لٹگیا. بعد غدر ذوق شعر باطل اور دل افسرده ہوگیا. دو تین غزلین فارسی و ہندی جو لـکہی ہین اوسکا انتخاب بہی پہنچیگا. » (۱)

۲٤ ستمبر کو انتخـابِ دیوانِ فارسی کیساتہ جو عریضـــــه بہیجا تہا اوسمین ضیاءالدین خان بہادر کے بارے مین تحریر کیا ہے:

« بہائی ضیاءالدین خان بہـادر نی جو اوراق میری پاس بہیجو ہین وه بہی اس پارسل مین رکہدیئے ہین. حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا. بعد غدر جو کچہ کہا ہو وه یہی ہی، جو پہنچتا ہی. » (۲)

نواب ضیاءالدین خان بہادر کیلئے ص ۷۹ کا حاشیه نمبر ۲ ملاحظه ہو.

ناظم

میرزا صاحب کے دوسرے قابلِ فخر شاگرد، جنکا مکاتیب مین اسلئے

(۱) مکاتیب، ص ۷۹ (۲) ایضاً، ص ۸۲

بارھا ذکر آیا ھے کہ ابتــدائی ٤٢ عرایض اون کے نامِ نامی سے معنون ھین، نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان ناظم تخلص ھین۔ چونکہ دیباچــہ مین موصوف الذکر کی شاگردی سے بالتفصیل بحث کیگئی ھے، نیز اونکے سوانح پر ایك مختصر نوٹ مکاتیب کے آغاز مین درج ھے، اسلئے یہان صرف ذکر پر اکتفا کیا جاتا ھے۔

نواب خلد آشیان

نواب ســید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان بھی میرزا صاحب کے زمرۂ تلامــــذہ کے رخشندہ گوھر ھین۔ آپ نے ٢٧ اگست ٦٦ ع کو ایك فارسی نثر میرزا صاحب کو بغرضِ اصلاح بھیجی تھی، اور گرامی نامۂ مورخۂ ٢ اکتوبر مین تحریر فرمایا تھا:

« مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است . » (١)

بعض وجوہ سے یہ رشــتہ پایدار ثابت نہ ھوا، اور غالباً صرف ایك نثر پر میرزا صاحب اصلاح دیسکے۔ مکاتیبِ ھــذا کی بڑی تعــداد آپ کی خدمتِ اقدس مین لکھی گئی ھے۔ چونکہ آپ کے نام کے عرایض کے شروع مین سوانحِ حیات پر مشتمل ایك نوٹ اضافــہ کردیا گیا ھے، اسلئے یہان تفصیل کی حاجت نہین۔

---

(١) مکاتیب، ص ٨٢، حاشیہ نمبر ١۔

لوازمات امارت

شاگرد پیشه

ایک عریضه مین میرزا صاحب نے اپنے ملازمون کا بهی اجمالی ذکر کیا هے. فرماتے هین:

«حضور کی عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا هو. عالم الغیب جانتا هی جسطرح گزرتی هی.» (۱)

اس سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کے ملازمون کی تعداد خاصی تهی، اور یه که وه اس غربت مین بهی لوازماتِ امارت کے پابند تهے. ان خدمتگارون مین سے بعض کا تذکره میرزا صاحب کے دوسرے سفرِ رامپور کے ضمن مین آئیگا.

مختار کار

میرزا صاحب نے روسا کیطرح مالی اور دیگر دفتری کاروبار کے انصرام کیلئے مختار کار بهی رکه چهوڑا تها. یه قوم کا بنیا اور ساهوکاری پیشه تها. بسا اوقات اسی سے میرزا صاحب قرض بهی لیا کرتے، اور اسی کے هاته سرکارِ رامپور کی فرستاده هنڈوی فروخت کر ڈالتے تهے.

۱۳ اگست سنه ۱۸۶۶ ع کے عریضه مین میرزا صاحب نے پهلی بار اسکا ذکر کیا هے. فرماتے هین:

«آج آخر روز توقیع وقیع مع جولائی کی تنخواه کی هنڈوی کے پهنچا. هنڈوی مختار کار کو دی اور یه عرضی لکهنے بیٹها.» (۲)

بعد ازان ۱۸ ستمبر سنه ۱۸۶۸ ع کو منشی سیلچند کے نام کے مکتوب مین لکهتے هین:

«اگلے مهینے یعنی اگست سنه ۱۸۶۸ کی تنخواه کی هنڈوی جو تم نے بهیجی تهی اوسکا روپیه ابتک نهین پتا. مین تو جسدن هنڈوی آتی هی اوسیدن یا دوسری دن اپنے مختار کار کے هاته، که وه بهی مهاجن هی، بیچ ڈالتا هون. مگر اوس مختار کو جسکے هان هنڈوی آئی هی اوسنے روپیه ابتک نهین دیا.» (۳)

(۱) مکاتیب، ص ۷۵ (۲) ایضاً، ص ۷۶ (۳) ایضاً، ص ۱۱۶

انگریزی تعلقات

دیرینہ نمکخوار

حکومتِ انگلشیہ سے میرزا صاحب کے تعلق کا آغاز اونکے چچا نصراللہ بیگ خان بہادر کے توسط سے ہوتا ھے۔ نصراللہ بیگ خان بہادر انگریزی فوج مین رسالدار، اور پرگنۂ سونک سونسا کے جاگیردار تھے۔ میرزا صاحب اپنے والد کے انتقال کے بعد چچا کی سرپرستی مین پرورش پا رہے تھے کہ سنہ ۱۸۰۶ ع مین، جبکہ انکی عمر ھنوز دس سال کی بھی نہ ہوئی تھی، نصراللہ بیگخان بہادر کا انتقال ہوگیا۔ لارڈ لیك بہادر نے دیرینہ خدمات کا لحاظ کرکے جاگیر کے عوض اونکے متعلقین کی پنشن مقرر کرادی، اور اسطرح میرزا صاحب انگریزون کے وظیفہ خوار بنگئے۔ یہ پنشن نواب احمد بخش خان بہادر والیِ فیروزپور جھرکہ، برادرِ نسبتیِ نصراللہ بیگخان بہادر، کے خزانہ سے ملتی تھی، لیکن اونکے جانشین، نواب شمس‌الدین احمد خان بہادر کو ولیم فریزر ریزیڈنٹ دھلی کے قتل کرانے کے الزام مین پھانسی دیدیگئی، اور فیروزپور کی جاگیر ضبط ہوگئی، تو میرزا صاحب اور دیگر ورثایِ نصر اللہ بیگخان کی پنشن خزانۂ کلکٹریِ دھلی سے تقسیم ہونے لگی اور اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع تك میرزا صاحب کو ملتی رھی۔

میرزا صاحب اپنی اس «دیرینہ نمکخواری» کے متعلق نواب فردوس مکان کو تحریر کرتے ھین:

«حالی رای جہان آرای باد، کہ دیرینہ نمکخوار سرکار انگریزم۔ و از سر آغاز سال یکھزار و ھشتصد و شش، کہ درانگاہ شمار سنین عمر من از دہ نگزشتہ بود، بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود نصراللہ بیگخان بہادر، کہ با جمعیت رسالۂ چہار صد سوار بمعیت جرنیل لاڑد لیك بہادر در فتح ھندوستان کوششہای نمایان کردہ، و پرگنۂ سونك سونسا بقید حین حیات جاگیر

یافته ، و هم دران عهد بمرگ ناگاه از جهان رفته بود ، بفرمان جرنیل لاڑد لیك بهادر و منظوری گورمنٹ مشت زری شامل جاگیر عم سبی من نواب احمد بخش خان بهادر در وجه معاش من منجملهٔ زر استمراری سرکاری ، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهر دوام واجب الادا بود ، قرار یافت . چون جانشین احمد بخش خان کیفر کردار یافت و جاگیر بسرکار باز یافت شد ، رسیدن آن وجه مقرری از خزانهٔ کلکٹری دهلی صورت پزیرفت . چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکٹری دهلی یافته ام . « (۱)

دربار اور خلعت

پنشنخوار کی حیثیت سے میرزا صاحب اهم شخصیت کے مالك نه تهے . اونهین ساڑهے سات سو روپیے سالانه یا ساڑهے باسٹھ روپیه ماهوار کا معمولی وظیفه ملتا تها . نواب خلد آشیان کو ۵ ستمبر سنه ۶۷ ع کے عریضه مین لکها هے :

« باسٹھ روپئی آٹھ آنے مهینا انگریزی سرکار سی بعوض جاگیر پاتا هون . » (۲)

در اصل اونکا حقیقی اعزاز یه تها که گورنر جنرل کے دربار مین داهنی صف مین دسوین کرسی اور سات پارچے مع جیغه ، سرپیچ و مالای مروارید خلعت پاتے تهے . نواب فردوس مکان کو یه تفصیل لکهتے هوے فرماتے هین :

« مین انگریزی سرکار مین علاقه ریاست دودمانی کا رکهتا هون . معاش اگرچه قلیل هی ، مگر عزت زیاده پاتا هون . گورمنٹ کی دربار مین داهنی صف مین دسوان لمبر اور سات پارچی اور جیغه ، سرپیچ ، مالای مروارید خلعت مقرر هی . » (۳)

غدر اور قصور خدمت

سرکار انگریزی سے میرزا صاحب کے تعلقات مئی سنه ۵۷ ع تك خوشگوار تهے . جب دهلی اور دیگر اطراف ملك مین انگریزون کے خلاف فوج اور رعایا نے بغاوت کا جهنڈا بلند کیا ، اور شاہ ظفر مطلق العنان حکمران قرار دیے گئے ، تو میرزا صاحب کیلئے بجز گوشه گیری کوئی چارهٔ کار نرها . کیونکه اگر اپنی محسن سرکار کا ساتھ دیتے ، تو باغی گهر بار لوٹ لیجاتے ، اور اهل قلعه کی کهلم کهلا حمایت کرتے ، تو بصورت ناکامی انگریزون کی طرف سے بدسلوکی کا خوف تها . نصیب کی تائید سے میرزا صاحب کی تدبیر کارگر هوئی ، اور وه

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱ (۲) ایضاً ، ص ۹۶ (۳) ایضاً ، ص ۲۱

شہر دھلی کے اندر باغیـون کیساتھ « بباطن بیگانہ و بظـا ھرآشنا » ایام گزاری کرتے رھے۔ تا آنکہ انگریزی فوج نے دوبارہ شہر فتح کیا ، اور اون اشخاص کی دار و گیر شروع ھوئی ، جنھون نے باغیون کی جنبہ داری کی تھی۔ اھلِ شہر نے انگریزی سپاہ کے داخلِ شہر ھوتے ھی بھاگنـا شروع کردیا ، لیـکن میرزا صاحب اپنی جگہ سے نہ ھلے۔ شہر مین تحقیقات شروع ھوئی۔ مخبرون نے اطلاعین بہم پہنچاکر باغیون کی تلاش مین گورنمنٹ کی مدد کی ، مگر باوجودِ تعلقِ قلعہ میرزا صاحب کے دامنِ وفاداری پر دھبـہ نہ آیا۔ حکام کو میرزا صاحب کے قیامِ دھلی کی اطلاع ھـوئی ، مگر اونھون نے اس سے دلچسپی نلی۔ خود میرزا صاحب نے کسی حاکم سے اسلئیے ملنـا مناسب نہ جانا کہ موجودہ اصحاب مین اونکا کوئی شـناسا نہ تھا۔ نتیجـہ یہ ھوا کہ کچھ عرصہ کیلئیے انکے تعلقاتِ انگریزی منقطع ھوگئیے۔ دورانِ بغاوت مین نواب فردوس مکان نے انگریزون کی بڑی امداد کی تھی۔ میرزا صاحب اس حقیقت سے واقف تھے۔ جب غدر کی آگ بجھ گئی ، تو انھون نے از راہِ مصلحت ۱۴ جنوری سـنہ ۱۸۵۸ع کو اپنی ساری روداد نوابصاحب کو لـکھی ، اور آخر مین عرض کیا :

« راستی اینکہ درین فتنہ وآشوب خدمتی بجا نیاوردہ ام ۔ لیکن مقام شکر است کہ بہ تقدیم نرسیدن خدمت از راہ بیدستگاھیست و ذریعۂ اخلاص و خلوص ھمان بیگناھیست ۔ » (۱)

بعد ازان ۷ نومبر سنہ ۵۸ ع کو تحریر کیا ھے :

« خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین ۔ » (۲)

اسی سلسلہ مین ۷ نومبر سـنہ ۵۹ ع کو لـکھتے ھین :

« ابتک مین اپنی کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ھون یا گناھگار ۔ مقبول ھون یا مردود ۔ مانا کہ کوئی خیرخواھی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ھون ۔ لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ھوئی جو دستور قـدیم کو برھم ماری ۔ » (۳)

مسدودی دربار و خلعت و پنشن

میرزا صاحب نے ایامِ غدر مین جو رویہ اختیار کیـا تھا اوسکی بنا پر

(۱) مکاتیب ، ص ۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۲

حکومتِ انگلشیہ کی نظر مین مجرم ثابت نہوے کہ سزا دیجاتی، لیکن کسی خاص خدمت کے انجام ندینے کے سبب اس کے بھی مستحق خیال نہ کیے گئے کہ پنشن، دربار اور خلعت بحال رکھا جائے. چنانچہ یہ تینون اعزاز بند ہوگئے. نواب فردوس مکان کو ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کے عریضہ مین دربار و خلعت کے ذکر کے بعد لکھا ھے:

«لاڑد ھاردنگ صاحب کے عہد تك پایا. لاڑد دلھوسی یہان آئے نہین. اب یہ نواب معلی القاب آئے ھین. زمانے کا رنگ اور. کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین. بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب. وہ بھی چیف سکرتر ترھے. لفٹنٹ گورنر ھوگئے. وہ سکرتر رھتے تو مجھے کچھ غم نہ تھا.» (۱)

پنشن کی مسدودی کے بارے مین ۱٤ جنوری سنہ ۵۸ ع کے محولۂ بالا عریضہ مین لکھتے ھین:

«چنانکہ تا انجام اپریل سنہ ۱۸۵۷ از کلکتری دھلی یافتہ ام. و از مئی خود آشکار است کہ حال چیست.» (۲)

اسکے بعد ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع کو تحریر کرتے ھین:

«جنابعالی! طرفہ معاملہ ھے. خدا کا شکر ھے، اور اپنی قسمت کا گلہ ھے. خدا کا شکر یہ کہ باوجود تعلق قلعہ کسیطرح کے جرم کا بہ نسبت میری احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ھے. گویا بن کھائے جیناھے.» (۳)

پنشن کی بحالی کی کوشش

غالباً مئی سنہ ۱۸۰٦ ع سے اپریل سنہ ۵۷ ع تك میرزا صاحب کو خاندانی وظیفہ ملتا رھا. مئی مین غدر ھوگیا اور چند ماہ تك اھلِ دھلی اور گورنمنٹ کے تعلقات منقطع رھے. فتحِ دھلی کے بعد جنوری سنہ ۵۸ ع تك میرزا صاحب نے اسلئے تجدیدِ راہ و رسم کی سعی نکی، کہ شناسا حاکمون مین سے اب کوئی نہ رھا تھا، اور نئے حکام سے ملاقات کی تقریب کوئی خدمت ھونی چاھیے تھی، جو از راہِ احتیاط انھون نے انجام نہین دی تھی. چنانچہ ۱٤ جنوری سنہ ۵۸ ع کے عریضہ مین نواب فردوس مکان کو لکھا ھے:

(۱) مکاتیب، ص ۲۲ (۲) ایضاً، ص ۱۲ (۳) ایضاً، ص ۱۵

«از سر آغاز سال ۱۸۰۶ ... بعوض جاگیر عم حقیقی نسبی خود ... مشت زری ... در وجه معاش من .... قرار یافت .... چنانکه تا انجام اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلکٹری دهلی یافته ام . و از مئی خود آشکاراست که حال چیست . ... می بایست که خود سلسله جنبان گشتمی . و با حکام پیوستمی . درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقه معرفتی ندارم . و معهذا موقع و محل آن نمی نگرم که نامه نویسم ، و خواهش ملاقات بیان آورم . راستی اینکه درین فتنهٔ و آشوب خدمتی بجا نیاورده ام . » (۱)

لیکن معلوم هوتا هےکه ۱٤ جنوری اور ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع کے درمیان هی مین بحالیِ پنشن کی سلسله جنبانی شروع کردی تهی . اسلئے که نواب فردوس مکان کی بالواسطـه دعوتِ رامپور کے جواب مین صاحبزاده سید زین العابدین خان بهـادر کو ۲۵ مارچ سـنه ۵۸ ع کو لـکهتـے هین :

« مین نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بهادر کو درخواست دی تهی . وهان سے صاحب کمشنر شہر کو وه درخواست حواله هوئی . صاحب کمشنر دهلی نے صاحب کلکٹر شہر سے کیفیت طلب کی هے . پس اگر وه کیفیت پنسن کی هے تو یہان کی کلکٹری کا دفتر اگر نہین رها نه رهے . ریونیوبورڈ کے دفتر اور لفٹنٹ گورنری آگره اور نواب گورنر جنرل کلکته کے دفتر اس پنسن کی کیفیت سے خالی نہین هین . اور اگر میری کیفیت مطلوب هے ، تو میرا بیجرم اور بری اور الگ هونا فساد سے از روی دفتر قلعه و اظهار مخبرین ظاهر هے . بهر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سے طلب کرکے چیف کمشنر کے ساتھ پنجاب کو گئے هین . دیکھیے کب آوین ، اور بعد ملاحظهٔ کیفیت کیـا حکم دین . » (۲)

مداحون مین نام

اس عرصه مین میرزا صاحب نے مداحانِ حکومتِ انگلشیه مین اپنـا نام درج کراکے وزرایِ ملـکهٔ معظمه کے دو سارٹیفکٹ حاصل کرلئے تهـے . لیکن اسکے باوجود نومبر سنه ۵۸ع تك پنشن جاری نہ ہوئی ، اور جب شہر مین یه افواه مشہور هوئی که جنوری سنه ۱۸۵۹ ع مین پنشندارون کو روپیه ملیگا ، تو ۷ نومبر سـنه ۵۸ع کو میرزا صاحب نے ازراهِ شکایت نواب فردوس مکان کو لـکها :

« قسمت کا گله یه که عطای پنسن قدیم کا حکام کو خیال بهی نہین . یه نومبر سنه ۱۸۵۸ انیسوان مہینا هے . گویا بن کهائے جینا هے . کہتے هین که جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیه ملیگا .

---

(۱) مکاتیب ، ص ۱۱-۱۳ (۲) ایضاً ، ص ۱۱۰

دیکھئی کیا نیا گل کھلیگا . پہلی نومبر کو یہان اشتہار عام ہوگیا ھی ، کہ اب قلمرو ھندوستان مین عمل ملکۂ معظمۂ عالیمقام ہوگیا ھی . مین پہلی سی مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا ہون . اور وزرای ملکۂ دارادربان کی دو سارتی فکٹ پا چکا ہون . » (۱)

اسکے جواب مین نوابصاحب نے لکھا کہ آپ رامپور تشریف لے آئیے . میرزا صاحب نے ۳ دسمبر کو جواباً تحریر کیا :

«میری حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھی ، مین وھان نہ آؤنگا ، تو اور کہان جاؤنگا . پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ھی . اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن . سنا جاتا ھی ، اور یقین بھی آتا ھی ، کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی . جسکو روپیہ ملنا ھی اوسکو روپیہ ، جسکو جواب ملنا ھی اوسکو جواب ملجائی . » (۲)

عرضی کی روداد

جنوری سنہ ۵۹ ع پر دو مہینہ اور گزر گئے ، مگر ھنوز مقدمۂ پنشن فیصل نہوا . سرکار نے ۱۳ اپریل کو پھر دعوتِ آمدِ رامپور دی ، تو میرزا صاحب نے امیدِ وصولیابیِ پنشن کا گیت گاتے ہوے لکھا :

«مجموع پنسنداروں کی مثل مرتب ھی ، اور ھنوز صدرکو روانا نہین ہوئی . نواب گورنر جنرل لاڑد کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری کواغذ طلب کئی ، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ہوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ہوئی . وھان سی کلکتہ کو بھیجی جائینگی . پھر وھان سی حکم منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا . » (۳)

راہ چارہ مسدود

جب مہینے پر مہینا گزرنے لگا ، اور پنشن کا تصفیہ نہوا ، تو میرزا صاحب نے ۷ نومبر سنہ ۵۹ ع کو مجبوراً لکھا :

«ابتک مین اپنی کو یہ بھی نہین سمجھا کہ بیگناہ ہون یا گناھگار . مقبول ہون یا مردود . مانا کہ کوئی خیرخواھی نہین کی جو نئی انعام کا مستحق ہون . لیکن کوئی بیوفائی بھی سرزد نہین ہوئی جو دستور قدیم کو برھم ماری . بہر حال راہ چارہ مسدود اور دکھ موجود . عرفی خوب کہتا ھی :

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ — زند بفرقم و گوید کہ ھان سری میخار » (٤)

نواب فردوس مکان کی سفارش

نواب فردوس مکان اپنے استاد کی پریشانی سے کماحقہ واقف تھے . آپ نے از راہِ نوازش اکثر انگریز حکام سے اسلئے میرزا صاحب کی تعریف کی

(۱) مکاتیب ، ص ۱۵ (۲) ایضاً ، ص ۱٦ (۳) ایضاً ، ص ۱۹ (٤) ایضاً ، ص ۲۲

کہ انکے سابقہ مدارج بحال ہوجائین . اور جب میرزا صاحب کا یاسنامہ مورخۂ ۷ نومبر سنہ ۵۹ع مطالعہ فرمایا تو تسکینِ خاطر کیلئے لکھا :

« مشفقا ! ہنگام ملاقات کے اکثر صاحبان ذیشان سے تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپکا عمل مین آیا ہے . اللہ تعالی کے فضل اور قدر دانی سرکار دولتمدار سے یقین واثق ہے کہ جو مدارج شریف آپکے قدیم سے ہین، پیشگاہ گورنمنٹ سے بھی اوسی مطابق ظہور مین آویگا . کسواسطے کہ اہالی سرکار ابد قرار قدردان و قدر شناس ہین . » (۱)

اقبال کی تائید

سرکار کی سفارش بارآور ہوئی ، اور پنشنداروں کا نقشہ بعدِ صدور حکم صدر سے واپس آگیا . میرزا صاحب نے ۱۲ اپریل سنہ ۶۰ع کو ان الفاظ مین سرکار کو اطلاع دی :

«عالم دو ہین . ایک عالم شہادت ، ایک عالم غیب . جسطرح عالم شہادت مین آپ میری دستگیری کررہے ہین ، عالم غیب مین آپکا اقبال مجکو مدد پہنچا رہا ہے . تفصیل اس اجمال کی یہ کہ وہ نقشا پنسنداروں کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وہ اب صدر سے بعد صدور حکم آگیا . حکم بہ نسبت ہر واحد کے مختلف ہے . تقلیل بہت ہے . سو روپیہ مہینے والیکو پچہتر بھی ہین اور پچیس بھی ہین اور دس بھی ہین . اب فرمائیے میرےواسطے کیا احتمال گزرتا ہے . یاس کلی ہے . لیکن واقعہ یہ ہوا ہے کہ سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم . طرفہ یہ کہ میری نام کے ساتھ ایک انگریزی تحریر ہے ، کہ جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع ہے . حکام کے عملہ مین اور وکلا اور اہل شہر مین یہ مشہور ہے کہ وہ تحریر ولایت سے آئی ہے . بہر حال دو امر ہنوز مبہم ہین . ایک اس انگریزی تحریر کا حال اور دوسرے میری بھائی کی پنسن کی حقیقت . سو یہ دونون امر چند روز مین معلوم ہوجائینگی . اور جو معلوم ہوگا وہ عرض کیا جائیگا . » (۲)

خداساز بات

میرزا صاحب نے ٤ مئی سنہ ۶۰ع کو زرِ پنشن وصول کرلیا . اہلِ دھلی نے اس اجرا کو نواب فردوس مکان کی سعی و کوشش کا نتیجہ قرار دیا . میرزا صاحب ان مراتب سے سب سے زیادہ آگاہ تھے ، اور جنوری سنہ ۶۰ع مین رامپور آتے وقت بعض احباب کو یہ لکھ بھی چکے تھے کہ

(۱) مکاتیب ، ص ۲۳ ، حاشیہ نمبر ۲ (۲) ایضاً ، ص ۲۶

اس سفر کا مقصد یہ ہے کہ نوابصاحب کے ذریعہ گورنمنٹ سے میری صفائی ہوجائے۔ لیکن اسکے باوجود جب یوسف مرزا صاحب نے لکھا کہ خواجہ جان کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ والیِ رامپور کی کوشش سے آپکی پنشن جاری ہوگئی، تو اسکے جواب مین میرزا صاحب نے اجرایِ پنشن کو مسبب الأسباب کی طرف منسوب کرتے ہوئے حقیقتِ حال کے اظہار سے اغماض کیا۔ فرماتے ہین:

«خواجہ جان جھوٹ بولتا ہے۔ والی رامپور کو اس پنسن کی اجرا مین کچھ دخل نہین۔ یہ کام خدا ساز ہے بعلی بن ابیطالب علیہ السلام۔» (۱)

بحالی دربار و خلعت کی کوشش

اوپر عرض کیا جاچکا ہے، کہ میرزا صاحب گورنر جنرل کے دربار مین خلعتِ ہفت پارچہ اور سہ رقومِ جواہر لارڈ ہارڈنگ صاحب کے وقت تک حاصل کرتے رہے۔ لارڈ ڈلہوسی نے دلی آکر دربار نہین کیا۔ اسلئے سنہ ۱۸۴۸ع سے غدر سنہ ۵۷ع تک میرزا صاحب کو شرکتِ دربار اور حصولِ خلعت کا کوئی موقع میسر نہ آیا۔ غدر کے بعد بعذرِ اشتباہ پنشن بند ہوئی تو دربار و خلعت کی امید بھی جاتی رہی۔ لیکن اجرایِ پنشن کے بعد میرزا صاحب نے بحالیِ دربار کی درخواست کی، جسپر عرصہ تک تحقیقات ہوتی رہی۔

گورنر کا دربار اور خلعت

سہ شنبہ ۳ مارچ سنہ ۱۸۶۳ع کو(۲) سر رابرٹ منٹگمری لفٹننٹ گورنر پنجاب نے دلی مین دربار کیا۔ میرزا صاحب کو بھی شرکت کا حکم ملا۔ یہ اوس روز نہ گئے۔ دوسرے دن گورنر نے یاد کیا، تو خیامِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳۱

(۲) مولانا مہر نے «غالب» صفحۂ ۲۳۹ اور ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ مارچ سنہ ۱۸۶۲ع مین دربار و خلعت بحال ہوی۔ یہ رای درست نہین ہے۔ دراصل یہ مارچ سنہ ۱۸۶۳ع کا واقعہ ہے۔ کیونکہ نواب فردوس مکان اور میرزا صاحب کی مراسلت کا ہر خط مورخہ ہے۔ اور جن خطون مین زیر بحث مسئلہ کا ذکر آیا ہے وہ سنہ ۱۸۶۲ع کے نہین، بلکہ سنہ ۱۸۶۳ع کے تحریر شدہ ہین۔ غالباً اردوی معلی کے مطبوعہ نسخہ کی غلطی طباعت سے مہر صاحب کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی۔ نیز اردوی معلی ص ۱۱۲ پر میرزا تفتہ کے نام کے مکتوب کی تاریخ ۴ فروری بھی غلط ہے۔ اسکو ۴ مارچ ہونا چاہیے۔

گورنری مین حاضر ہوے ۔ صاحب نے خلعت دیا اور فرمایا کہ گورنر جنرل بہادر کا دربار انبالے مین ہونیوالا ہے ۔ آپ وہان بھی تشریف لیجائیے، اور دربار مین شریك ہو کر خلعتِ معمولی حاصل کیجیے ۔ میرزا صاحب نے غالباً ٤ مارچ کو سرکار سے زادِ راہ کیلئے عطیہ کی درخواست کی ۔ ١١ کو سرکار نے ٢٠٠ روپیہ بھیجے ۔ ١٦ مارچ کو میرزا صاحب روپیہ کی رسید کیساتھ نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین :

«اب سنیئے اپنی دعاگو کی داستان ۔ منگل ٣ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے خلعت عطا کیا ، اور فرمایا کہ ہم تمہین مژدہ دیتے ہین کہ نواب گورنر جنرل بہادر نے اپنی دفتر مین تمہاری دربار اور خلعت کی بدستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا ۔ مین نے عرض کیا کہ مین انبالے جاؤن؟ فرمایا البتہ انبالے جانا ہوگا ۔

بعد جناب نوابصاحب کی جانیکی شہر مین شہرت ہوئی کہ دلی کی لوگ انبالے جانے سے ممنوع ہین ۔ گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا ۔ آپ خط اپنا دے آیا ۔ زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا ۔ پھر خط کے جواب مین خط محررۂ ٧ مارچ آیا ۔ چنانچہ لفافہ بلحاظ گرانی وزن رہنے دیتا ہون ۔ اور خط بجنسہ حضرت کو بھیجتا ہون ۔ کل سے ایك اور خبر اوڑی ہے کہ نصیب اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہوگئی ہے ۔ انبالے مین دربار نکرینگے ، اور شملہ کو چلے جائینگے ۔ اب مین دو وجہ سے بین السفر والسکون متردد ہون ۔ پہلی وجہ خاص اور دوسری وجہ عام ۔ دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا ہے ، اور سو مہاجن کی ہان ڈاك اور خرچ راہ کیواسطے رہنے دیے ہین ۔ تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا ۔ جو حکم آئیگا ، آپ سے عرض کرکے اوسکی تعمیل کرونگا ۔ » (١)

گورنر جنرل کی دربار مین نجاسکے

نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کے عریضۂ مورخۂ ١٦ مارچ کے جواب مین کمشنر صاحب کے خط کا جسقدر مضمون دوہرایا ہے (٢) اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نے یہی لکھا تھا کہ آپ انبالے نجائین ۔ اتفاقاً اسی زمانہ مین میرزا صاحب کے پھنسیان بھی نکل آئین ۔ اسلئے مجبوراً خود انبالے جانیکے بجائے اپنا قصیدہ ، جو معمولی نذر تھی ، بطریقِ ڈاك بھیجکر شکریہ کے جوابی فرمان پر قناعت کرلی ۔ اور ٤ اگست سنہ ١٨٦٣ع کو نواب فردوس مکان کو تحریر کیا :

---

(١) مکاتیب ، ص ٣٥ (٢) ایضاً ، ص ٣٧ ، حاشیہ نمبر ١

« جب اتبالی میرا جانا نہوا تو مین نی قصیدۂ مدح ، جو دربار کی نذر کیواسطی لکھا تھا ، بطریق ڈاك جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سی بھیجا ، کہ آپ اسکو جناب نواب معلی القاب کی انظار سی گزرانین . اور یہ دستور قدیم تھا کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکام ماتحت مجکو آجاتا . اب جو مین نی موافق معمول قصیدہ بھیجا ، یقین ھی کہ مارچ یا اپریل کی مہینی مین وہ لفافہ یہان سی لشکر کو گیا . صدائی بر نخاست . نا امید ہوکر بیٹھرھا . بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسم تحریر خطوط نرھی تو دربار و خلعت کہان . ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاك مین آیا . وھی افشانی کاغذ . وھی القاب . جی چاھتا تھا کہ اصل خط مع سرنامہ بھیجدون ، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین . مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا . نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون . » (۱)

لیکن اسکے بعد زندگی بھر میرزا صاحب کو گورنر جنرل کے دربار کی شرکت کا موقع نملا ، اور یہ آرزو بھی دوسری بہت سی آرزوون کیساتھ پیوندِ خاك ہوگئی .

گورنر کا دوسرا دربار اور خلعت

سر ڈانل میکلوڈ گورنرِ پنجاب نے ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ع کو دلی مین دربار کیا . میرزا صاحب اس مین شریك اور « خلعتِ ہفت پارچہ وسہ رقمِ جواہر » سے مشرف ہوے . رامپور اس زمانہ مین نواب خلد آشیان کی زیرِ حکومت تھا . دربار کے دوسرے دن میرزا صاحب نے سرکار کو لکھا :

« حضرت کی توجہ باطنی ، جو ہمیشہ میری مصلح حال اور افزایش عز و وقار کی کفیل ھی ، بعد ادای شکر الہی ، اوسکا سپاس بجا لاتا ہون . پیش از غدر گورمنٹ کی دربار مین ۷ پارچی اور جیغہ ، سرپیچ ، مالای مروارید ، تین رقمین جواہر کی مجکو ملتی تھین . بعد غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رھا ، لیکن خلعت موقوف ہوگیا . نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کا کل ۱۲ پر . چار بجی دربار تھا . حکم سب دربار دارون کو پہنچ گیا تھا . مین نواب مہدیعلیخانصاحب کو رخصت کرکی گھر آیا . دو گھنٹی کی بعد دربار مین گیا . خیال یہی کہ ملاقات ہوگی . ایك رباعی کاغذ مذہب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا . کلمات عنایت سنکر چلا آؤنگا . نہ مجھی کچھ احتمال . نہ صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم . باری بر وقت ملاقات تعظیم معمولی اور مصافحہ کرکی لاڈد صاحب نی کھڑی کھڑی جیغہ ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا ، اور فرمایا « یہ ہم نی آپکی واسطی رکھا تھا » . مالای مروارید میر منشی نی گلی مین ڈالدی . ... مین اس عطیہ کو آپکی بخشش معنوی سمجھتا ہون . » (۲)

یہ میرزا صاحب کا آخری دربار اور خلعت تھا . اسکے بعد فروری سنہ ٦۹ع تک کسی دربار کی شرکت کا ذکر نہین ملتا .

---

(۱) مکاتیب ، ص ۳۷ (۲) ایضاً ، ص ۸۷

بہادر شاہِ ظفر سی تعلقات

تاریخ نویسی

دلی کے لال قلعه سے میرزا صاحب کے تعلقات ذاتی تھے۔ لیکن پہلے صرف مختلف تقریبون مین آمد و رفت رہا کرتی تھی۔ شاہِ ظفر کے عہد مین رشتۂ ملازمت بھی پیدا ہوگیا اور سلاطینِ تیموریه کی تاریخ نویسی سپرد ہوئی۔ نواب فردوس مکان کو لکھتے ہین:

«پیوند تعلق با بہادر شاہ جز آن نبود که از ہفت ہشت سال بتحریر تاریخ سلاطین تیموریه..... می پرداختم.»(۱)

یه عریضه ۱۴ جنوری سنه ۱۸۵۸ع کو لکھا گیا تھا۔ اس حساب سے اونکے تعلقِ خدمت کا آغاز سنه ۱۸۴۹ع یا سنه ۱۸۵۰ع سے ہونا چاہیے۔ خواجه حالی مرحوم نے اس واقعه کا سال متعین کرتے ہوے صرف سنه ہجری ۱۲۶۶ لکھا ہے(۲)، جو ۱۷ نومبر سنه ۱۸۴۹ع سے شروع ہوکر ۵ نومبر سنه ۱۸۵۰ع پر ختم ہوتا ہے۔ مولانا مہر فرماتے ہین که میرزا صاحب کو قلعه کی پہلی تنخواہ جون سنه ۱۸۵۰ سے ملی(۳)۔ اس حساب سے میرزا صاحب کے تخمینی سنینِ تعلقِ قلعه مین سے سنه ۱۸۵۰ع درست ہوگا۔

اصلاح اشعار

میرزا صاحب کی ملازمت کو ۴ سال ہوے تھے که شیخ ابراہیم ذوق، استادِ شاہِ ظفر، کا انتقال ہوگیا۔ بادشاہ نے اصلاحِ اشعار کی خدمت بھی میرزا صاحب کے سپرد کردی۔ میرزا صاحب نے محولۂ بالا عریضه مین اسکا بھی ذکر کیا ہے۔ فرماتے ہین:

«و از دو سه سال باصلاح اشعار شہریار می پرداختم.»

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۲ (۲) یادگار غالب، ص ۳۳ (۳) غالب، ص ۱۳۹

اس تخمینه کی رو سے تعلقِ استادی سنه ۱۸۵٤ ع یا ۱۸۵۵ ع مین شروع هوا . خواجه صاحب نے یہان بهی سنه هجری ۱۲۷۱ پر اکتفا کی هے[۱]، جو ۲٤ ستمبر سـنه ۱۸۵٤ ع سے شروع هو کر ۱۳ ستمبر ســنه ۱۸۵۵ ع پر ختم هوتا هے . قاموس المشاهیر سے معلوم هوتا هے که ذوق نے ۲٤ صفر سنه ۱۲۷۱ ھ کو انتقال کیا[۲]، جو ۱٦ ماهِ اکتوبر سنه ۱۸۵٤ ع کے مطابق هے . لهذا سـنه ۱۸۵٤ ع سالِ تعلقِ استادی هونا چاهیـے .

خطاب شاهی

بہادر شاه نے میرزا صاحب کو « نجم الدوله دبیر الملك نظام جنگ » خطاب عطا فرمایا تها . مکاتیب کے متن مین اس کا مذکور نہین . لیکن عریضهٔ اول مورخـهٔ ۲۸ جنوری سـنه ۵۷ ع کے آخر مین مهر کے اندر پورا منقوش هے . مهر مین سنه ۱۲٦۷ ھ سال کنده هے ، جو سنه ۱۸۵۰ ع کے مطابق هے . اس سے معلوم هوتا هے که ملازمتِ شـاهی کے موقع پر تقررِ تنخواه کیساتھ خطاب بهی عطا هوا تها[۳] .

---

(۱) یادگار غالب ، ص ۳۵ (۲) قاموس المشاهیر ، ج ۱ ، ص ۲٤۷ (۳) یادگار غالب ، ص ۳۳ سے بهی اسکی تایید هوتی هے ، اسلئے سال ملازمت هی کو عطای خطاب کا سال شمار کرنا چاهیے .

تعلقاتِ رامپور

ریاستون سے تعلق کی نوعیت

میرزا صاحب کو اپنی عالی نسبی پر همیشه فخر رها. وه اوس زمانه مین بهی، جبکه سر پر مصائب کے بادل منڈلا رهے تهے، اور هر چهار طرف نفسی نفسی کا عالم تها، اپنی نسبی انفرادیت کے گیت گاتے رهے، اور «زادشم و افراسیاب» کو نه بهولے.

لیکن سنه ۱۸٤۷ع مین ایك ایسا روح فرسا واقعه پیش آیا، که کچه عرصه کیلئے اونکے هوش پراگنده هوگئے. اوس عهد کے روسا چوسر و شطرنج کے ذریعه وقت گزاری کیا کرتے تهے. میرزا صاحب کا خاندان بهی امارت کے ان لوازمات سے عاری نه تها. اسلئے یه بهی چوسر کے دلداده هوگئے تهے. مگر کهیل مین سرگرمی پیدا کرنے کیلئے بازی لگا کر کهیلا کرتے. کوتوالِ شهر نے از راهِ عداوت جوے کا مقدمه قائم کرکے مجسٹریٹ کی عدالت مین چالان کردیا، اور ولیعهدِ هندستان کی سفارش کے باوجود میرزا صاحب کو ٦ ماه کی سزا هوگئی. تین مهینے کے بعد اوسی مجسٹریٹ کی رپورٹ پر انهین رها کردیا گیا. لیکن اس غیر شریفانه برتاؤ سے انکی حسِ غیرت سخت مجروح هوئی، خود اپنی نظر مین شرافتِ خاندان پر دهبه آگیا، اور یه اپنے آپکو روسایِ هندوستان سے ملنے جلنے کے قابل شمار کرنے سے احتراز کرنے لگے.

سنه ۱۸۵۲ع مین ریاست جیپور سے اتفاقاً رابطه پیدا هوا. میرزا تفته نے اسکی تفصیلات دریافت کرتے هوے لکها که میرا بهی خیال رهے. اسکے جواب مین جمعه دهم دسمبر سنه مذکوره کو میرزا صاحب نے لکها:

«جیپور کا امر محض اتفاقی ھی ۔ بی قصد و بی فکر درپیش آیا ھی ۔ ھوسنا کانہ ادھر متوجہ ھوا ھون ۔ بوڑھا ھوگیا ھون ۔ بہرا ھوگیا ھون ۔ سرکار انگریزی مین بہت بڑا پایہ رکھتا تھا ۔ رئیسزادون مین گنا جاتا تھا ۔ پورا خلعت پاتا تھا ۔ اب بدنام ھوگیا ھون ۔ بہت بڑا دھبہ لگ گیا ھو ۔ کسی ریاست مین دخل نہین کرسکتا تھا ۔ مگر ھان استاد یا پیر یا مداح بنکر راہ و رسم پیدا کرون ۔ کچھ آپ فائدہ اوٹھاؤن ۔ کچھ اپنی کسی عزیز کو وھان داخل کردون ۔ دیکھو کیا صورت پیدا ھوتی ھی ؟ » (١)

چونکہ استاد یا پیر بنکر ملنے مین ان کا درجہ کم از کم والیِ ریاست کے مساوی ھوجانا یقینی تھا ، اور بصورتِ مداحی ممدوح سے مساوی برتاؤ کی آرزو نہین پیدا ھوتی ، اسلئے ان صورتون مین میرزا صاحب کو اپنے اخلاقی دھبے کے احساس کا خطرہ نہ تھا ، اور اب وہ ھر ریاست سے اسی قسم کے تعلقات کے خواھان تھے ۔

رامپور سی ابتدائی تعلق

نواب سید غلام محمد خان بہادر (نَوَّرَ اللهُ مَرْقَدَهُ) کے صاحبزادے اپنے والدِ ماجد کی تخت سے دستبرداری کے بعد حکومتِ انگلشیہ کی زیرِ حمایت رامپور سے باھر اقامت گزین ھونے پر مجبور ھوے تھے ، اور سابقہ تعلقات کی بنا پر دارالسلطنتِ دھلی کو اپنا مستقر بنایا تھا ۔ میرزا صاحب جس زمانہ مین دلی تشریف لائے یہ خاندان وھان فروکش تھا ۔ چونکہ یہ حضرات صاحبِ علم و فضل تھے ، اسلئے انسے میرزا صاحب کے روابطِ خلوص و اتحاد پیدا ھوگئے ۔

ایک عریضہ مین میرزا صاحب نے ان روابط کا تذکرہ کیا ھے ۔ فرماتے ھین :

«ھمدرین کنج ، کہ مسکن منست ، شنیدہ ام کہ والاشان زین العابدین خان بہادر بشھر آمدہ اند ۔ نیازمندی من با مرحومی نواب عبداللہ خان بہادر ، و مہرورزی من با اصغر علیخان مرحوم ، و محبت و خلت من با نواب عبدالرحمن خان بہادر مغفور بجا دیدہ اند ، و آن مدارج کی در نظر دارند ، کہ ایشان را در ضمیر میگزشت کہ گدای گوشہ نشین را باید دید . » (٢)

نواب فردوس مکان کی شاگردی

نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان نے سنِ شعور مین قدم

(١) اردوی معلی ، ص ١١٣ (٢) مکاتیب ، ص ١٣

رکھکر اپنی خاندانی روایات کے ماتحت طلبِ علم کے راستہ پر گامزنی کی. دلی کے اساتذہ مین، مفتی صدرالدین خان آزردہ اور مولوی فضل حق خیر آبادی عربی مین، اور میرزا صاحب فارسی مین ممتاز حیثیت رکھتے تھے. ان سب سے خاندانِ رامپور کی دوستی تھی. اسلئے نواب فردوس مکان کی تعلیم انھی حضرات کے سپرد کیگئی، اور حسن اتفاق سے میرزا صاحب ایک ایسے طالبِ علم کے استاد قرار پائے، جسکو قضا و قدر ریاست رامپور کا تاج و تخت سونپنے والی تھی.

اس تعلق کیطرف میرزا صاحب نے اپنے پہلے عریضہ مین اشارہ بھی کیا ھے. فرماتے ھین:

«دران روزگار رنگین تر از نو بہار، کہ بہ فر فرخندگی وجود مسعود و سادہ با سپہر سادہ دم از برابری زد، نگاشتن و روان داشتن قطعۂ تاریخ جلوس بہ توانائی آن دانائی و روان آسائی آن شناسائی صورت پزیرفت.» (۱)

زمانۂ شاگردی

میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کی اس شاگردی کا متعدد مواقع پر تذکرہ کیا ھے. لیکن کسی جگہ سالِ شاگردی نہین لکھا. خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو صرف اتنا لکھا ھے کہ

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور ... میری آشنای قدیم ھین.» (۲)

میرزا تفتہ کو قدرے صراحت کیساتھ لکھا ھے. لیکن یہان بھی تخمینہ کی حد سے آگے قدم نہین رکھا. فرماتے ھین:

«نواب یوسف علیخان بہادرتیس بتیس برس کی میری دوست ...... ھین.» (۳)

اردوی معلی کے نسخۂ مطبوعہ کی رو سے یہ خط سنہ ۱۸۶۲ع مین لکھا گیا تھا. لیکن اس مین میرزا صاحب نے رامپور کے پہلے سفر کی روداد لکھی ھے، جو سنہ ۶۰ع مین کیا گیا تھا، اسلئے اسکو سنہ ۱۸۶۰ع کا نوشتہ ھونا چاھیے. اور سنہ ۶۰ع مین دوستی پر ۳۰ یا ۳۲ سال گزرنے کے یہ معنی ھین کہ سنہ ۱۸۲۸ یا ۱۸۳۰ع مین یہ رشتہ پیدا ھوا. نواب فردوس مکان سنہ ۱۸۱۶ع مین

(۱) مکاتیب، ص ۳ (۲) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۳) ایضاً، ص ۴۵

متولد هوے ، اور سنه ۱۸٤۰ ع مین اپنے والدِ ماجد کی تخت نشینی پر رامپور تشریف لائے تھے. بنابرین سنه ۱۸۲۸ یا ۱۸۳۰ ع مین اونکو میرزا صاحب کا دوست نہین کہا جاسکتا. البته شاگرد هونا بعید از قیاس نہین. اسلئے که اسوقت انکی عمر ۱۲ یا ۱٤ سال کی هوگی، جو طلبِ علم کا موزون تر زمانه هے.

نواب جنت آرامگاه کی مداحی

سنه ۱۸٤۰ ع مین نواب سید محمد سعید خان بہادر جنت آرامگاه وارثِ تختِ رامپور قرار پائے. نواب سید عبدالله خان بہادر برادرِ خورد نواب جنت آرامگاه نے، جو میرزا صاحب کے بہت گہرے دوست اور اوسوقت میرٹھ کے صدر الصدور تھے، سابقه تعلقات کی بنا پر میرزا صاحب سے نواب جنت آرامگاه کی مدح مین قصیده لکھنے کی فرمایش کی. میرزا صاحب نے معذرت کرتے هوے لکھا:

> «خدام بلند مقام، که سرانجام قصیده بقصد نام آوری از غالب بینوا چشم داشته اند، مگر آن فرسوده روان افسرده دل را، که هنوز نمرده است، زنده پنداشته اند؟ ... کاش کشایش این کار چون صنعت نقاشی و گلدسته بندی تنها بکوشش دست وبازو صورت بستی، تا چشم از خستگی دل پوشیدمی و فرمان پزیرانه در پردازش کار کوشیدمی. چکنم چون سر این رشته در دست دل است. تا دل بر جای نباشد، زبان سخن سرای نباشد. دیده وران صاحبدل دانند، که چه قدرها دیده و دل بهم آمیخته شود، تا نقشی بدین شگرفی که بالغ نظران پسندند، انگیخته شود. این دل شکستهٔ بهم نه پیوسته، که در سینهٔ من و همانا دشمن دیرینهٔ منست، زنهار بکار سخن گستری نیاید، و معنی آفرینی را نشاید ... اگر دانند، که فلانی با این همه پریشانی سخن گفتن میتواند، و من نیز دانم که میتوانم، در مدح بندگان سپهر آستان امیر المسلمین قبلهٔ دنیا و دین سرور سلطان نشان نواب محمد سعید خان بہادر بالقابه چرا سخن نرانم؟ تا اگر درین گیتی لعل و گہر سود نه برده باشم، خود دران گیتی دین و ایمان زیان نکرده باشم. امید که در بارهٔ گرایش بدین ستایش نظماً او نثراً نامه نگار را از اموات شمارند، و بدعای سلامت ایمان، که حسن خجستگی انجام همان تواند بود، یاد آرند.» (۱)

لیکن میرزا صاحب نے سنه ۱۸٤۰ ع مین جس کام کے سر انجام نپانے کا عذر کیا تھا، چند سال کے بعد قدرت اون سے وهی کام لینے والی تھی. بیشك انسان آینده واقعات کے علم سے قطعاً محروم رکھا گیا هے!!

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۱۹

نواب فردوس مکان کی تخت نشینی اور رشتۂ استادی کی تجدید

اس مراسلت کے پندرا سال بعد اپریل سنہ ۱۸۵۵ ع مین نواب جنت آرامگاہ نے وفات پائی، اور نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان تخت نشین ہوے. میرزا صاحب نے قدیم رابطہ کو مدِ نظر رکھتے ہوے قطعۂ تاریخِ جلوس ارسال کیا.[1] لیکن معلوم ہوتا ھے کہ دربارِ رامپور سے اسکا کوئی جواب نہ گیا، اور تقریباً دو سال تك تجدیدِ تعلقات کی یہ کوشش بارآور نہوئی.

حسنِ اتفاق سے مولانا فضل حق خیرآبادی رامپور مین فروکش تھے، اونھون نے حق دوستی ادا کیا، اور وقتاً فوقتاً سرکار کے روبرو میرزا صاحب کی اسقدر تعریف و توصیف کی، کہ سرکار انکے کلام کے مشتاق ہوگئے. جب حالات سازگار نظر آئے، تو مولانا نے میرزا صاحب کو لکھا کہ سرکار کی خدمتِ مبارك مین «نامۂ بندگی» اور قصیدۂ مدحیہ ارسال کرین. مولانا کا نامۂ گرامی میرزا صاحب کو ۲۷ جنوری سنہ ۱۸۵۷ ع کو موصول ہوا. ۲۸ جنوری کو انھون نے بتعمیلِ ارشاد نواب فردوس مکان کی خدمت مین پہلا عریضہ ارسال کیا. اسکے جواب مین سرکار نے ۵ فروری کو اپنے کچھ اشعار بغرضِ اصلاح بھیجے اور اونکے ساتھ تحریر فرمایا:

«نمیقۂ انیقۂ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولویصاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت و اشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمہ کش عیون وصول نشاط شمول گردیدہ، باطلاع خیریتہا سرمایۂ سرور نامحصور افزودہ، از مزید شفقت و ایتلاف قلبی متصور شد.»[2]

اس فرمان نے میرزا صاحب مین نیا ولولہ پیدا کیا، اور انھون نے ۱۱ فروری کو سرکار کی مدح مین قصیدۂ مدحیہ نظم کر کے بذریعۂ ڈاك ارسال کیا. اسکی ایك نقل میرزا صاحب نے مولانا کی خدمت مین بھی بھیجی تھی، جو اونھین الور مین موصول ہوئی. وھان سے ۱۰ ماہ اپریل کو مولانا نے سرکار کو تحریر کیا:

«بعز عرض میرساند، کہ خیر سگال بافضال ایزد بیہمال بصحت و اعتدال بالور رسیدہ ملاطفۂ

(۱) ملاحظہ ھو مکاتیب غالب، ص ۳ (۲) ایضاً، ص ٤، حاشیہ نمبر ۱

مرزا صاحب مشفق نجم الدوله مرزا اسد الله خانصاحب متخلص بغالب مع قصیدهٔ میمیه، که در مدح حضور فیض معمور منظوم کرده اند، از داکخانه یافت. مرزا صاحب موصوف در ثنا و ستایش موزونی طبع اقدس و توصیف غزلهائی، که نزد شان شرف ارسال یافته بودند، و شکر و سپاس عطای مبلغ پانصد روپیه، که بدو دفعه بمرزا صاحب موصوف عنایت شدند، اسهاب در تحریر فرموده اند. حالانکه طبع اقدس در علوم عقلیه و فنون حکمیه آنچنان دقیقه رس، که عدیل آن در مملکت هندوستان، که حال علمای آن تفصیلا معلوم است، کمتر بلکه معدوم است. نظم شعر و فهم آن و ابداع معانی تازه و مضامین مبتکره و مرد الفاظ فصیحه و تراکیب بلیغه بحسب اوزان عروض نسبت بعلو طبع اقدس و بلندی افکار صایبه از ادنیٰ مراتب است. مرزا صاحب ازین حال لاعلم اند. طبع عالی و فکر صایب در دقایق حکمیه و معضلات فلسفیه بجای میرسد، که رسیدن افهام علام اعلام تا آن مقام معلوم الانتفاست. درین سخن هیچ مبالغهٔ و اغراق نیست. حضور لامع النور بنفس نفیس امتحانات فرموده اند، و تکریر امتحان هم سهل است. و نظر بهمت والا در جود و سخا بذل آلاف الوف را اقل قلیل توان پنداشت. مرزا صاحب حق سپاسگزاری ادا کرده اند. نظم قصیدهٔ مدحیه در غایت بلاغت و انسجام است. غالباً شرف اندوز ملاحظهٔ والا شده باشد.»(۱)

مولانا کی اس تحریر نے میرزا صاحب کے سابقہ تعلقات از سرِ نو استوار کردیئے، اور ایک مخلص دوست کی کوشش سے میرزا صاحب کی یہ تجویز که «آینده ریاستون مین پیر یا اوستاد بنکر رسوخ حاصل کرنا چاهیئے» ریاست رامپور مین کامیاب هوگئی۔

نواب فردوس مکان کا سالِ شاگردی

نواب فردوس مکان کے سالِ تلمذ کا تذکره میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین کیا هے۔ لیکن تقریباً هر خط مین اونکا بیان دوسرے خط سے مختلف هے۔ مارچ سنه ٦٠ ع مین خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکھا هے که نوابِ فردوس مکان سنه ٥٥ ع مین میرے شاگرد هوے۔ فرماتے هین:

«سنه ۱۸۵۵ ع مین نواب یوسف علیخان بهادر والی رامپور، که میری آشنای قدیم هین، اس سال یعنی سنه ۱۸۵۵ مین میری شاگرد هوی۔ «ناظم» اونکو تخلص دیا گیا۔ بیس پچیس غزلین اردو کی بهیجتی۔ مین اصلاح دیکر بهیجدیتا۔ گاه گاه کچھ روپیه اودهر سے آتا رهتا۔ قلعه کی تنخواه جاری۔ انگریزی پنسن کهلا هوا۔ اونکی عطایا فتوح گنی جاتی تهی۔ جب وه دونون تنخواهین جاتی رهین، تو زندگی کا مدار اونکی عطیه پر رها۔ بعد فتح دهلی وه همیشه

(۱) مثل نمبر (۲۵۹)، صیغهٔ احباب، عهد نواب فردوس مکان، محکمهٔ دارالانشا

میری مقدم کی خواہان رہتی تھی . مین عذر کرتا تھا . جب جنوری سنہ ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ہون ، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا . » (۱)

اسی ماہ مین منشی ہرگوپال تفتہ کو لکھتے ہین :

«نواب یوسف علیخان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھہ برس سی میری شاگرد ہین . آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی . اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین . » (۲)

اس تخمینہ کی رو سے نواب فردوس مکان کا سالِ شاگردی سنہ ٥٤ یا ٥٥ع قرار پاتا ہے . لیکن ۳۰ جولائی سنہ ۱۸٦٥ ع کو میان داد خان سیاح کو تحریر کیا ہے :

«ایك قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی ، اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتی تھی . » (۳)

اس حساب سے نواب فردوس مکان کو سنہ ٥۳ ع مین میرزا صاحب سے مشورۂ سخن آغاز کرنا چاہیے . میرزا صاحب کے سوانح نگارون مین سے مولانا مہر نے سنہ ٥٥ ع اختیار کیا ہے(٤) . غالباً اسکی وجہ یہ ہوگی کہ بظاہر اول الذکر دونون سنہ تخمینی اور یہ واقعی ہے . لیکن فی الحقیقت یہ سنہ بھی تخمینی ہے ، اور میرزا صاحب کے دوسرے تخمینی اعداد و شمار کیطرح دو سال قبل کی تاریخ بتاتا ہے .

ابھی عرض کیا جا چکا ہے کہ میرزا صاحب نے ۲۸ جنوری سنہ ٥٧ع کو اپنا پہلا « نامۂ بندگی » ارسال کیا تھا ، اور اوس مین یہ عرض کیا تھا ، کہ سنہ ٥٥ ع مین قطعۂ تاریخِ جلوس کا ارسال سابقہ تعلق کی بنا پر تھا . اب یہ عریضہ مولانا فضل حق خیرآبادی کے ارشاد کی تعمیل مین لکھ رہا ہون . اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے ٥ فروری سنہ ٥٧ ع کو گرامی نامہ تحریر فرمایا . جسکا ضروری حصہ اوپر نقل کیا جا چکا ہے . اس مین یہ الفاظ ارادۂ تلمذ پر دال ہین :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۸۳ و عود ، ص ۱۳٦ . عود مین « پنسن کھلی ہوئی » بصیغۂ مؤنث ہی .
(۲) اردوی معلی ، ص ٥٤ (۳) ایضاً ، ص ۱٦ (٤) غالب ، مصنفۂ مولانا مہر ، ص ۱۰۱

«مشفقا ! هرچند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود، لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولویصاحب صدر الوصف دلم خواست، که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود. چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت. چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند.» (۱)

میرزا صاحب نے ۱۲ فروری کو اس فرمان کے جواب مین عریضه نمبر ۳ تحریر کیا، اور اوس مین غزلیات اور هنڈوی کے پہنچنے کی اطلاع کے بعد عرض کیا که

«اشعار خود بهنگام خویش خواهند رسید.»

نیز ۱۵ فروری کو اصلاح شده غزلون کے ساتھ جو عریضه بهیجا اوس مین تخلص کے متعلق لکھا:

«مین نہین چاهتا که آپکا اسم سامی اور نام نامی تخلص رهے. ناظم، عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سے جو پسند آئے وه رهنے دیجے. مگر یه نہین که خواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تخلص منظور هو تو بهت مبارك.» (۲)

سرکار نے یکم مارچ کو جواباً تحریر فرمایا:

«منجملهٔ الفاظ تخلص لفظ «ناظم» مطبوع طبع نیاز گشت.» (۳)

ان تصریحات سے واضح هوتا هے که نواب فردوس مکان ۵ فروری سنه ۵۷ ع کو میرزا صاحب کے شاگرد هوے، ۱۵ فروری کو میرزا صاحب نے اونهین تخلص کیلئے چند الفاظ لکھے، اور یکم مارچ سنه ۵۷ ع کو سرکار نے «ناظم» تخلص پسند آنے کی میرزا صاحب کو اطلاع تحریر فرمائی.

ایك غلط فهمی

منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم نے نواب فردوس مکان کے تذکره مین تحریر فرمایا هے:

«طبیعت ازل سے موزون پائی تهی. سخنگوئی کا ذوق، اردو شعر فرمانے کا شوق تها. پہلے مومن خانصاحب دهلوی سے مشوره رها. پهر مرزا اسد الله خان غالب سے تلمذ هوا. آخر آخر بوضع

---

(۱) مکاتیب، ص ٤، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً، ص ۷ (۳) ایضاً، ص ۸، حاشیه نمبر ۱

اوستادان لکھنو موزون فرمانی لگی . منشی مظفر علی صاحب کو ، جو آج لکھنو مین سحبان عصر یکتای دهر هین ، کلام دکھانی لگی . » (۱)

جہانتك حکیم مومن خان مرحوم کی شاگردی کا تعلق ھے ، سرکار کے اس بیان کی موجودگی مین کہ « کاتب را اتفاقِ موزونیتِ یك مصرعه هم اتفاق نشده بود » اسکی کوئی گنجایش باقی نہین رهتی ، کہ ایك لمحه کیلئے بھی امیر مینائی کے بیان کو تسلیم کیا جائے . اسلئے کہ اگر نواب فردوس مکان مومن سے اصلاح لے چکے ہوتے تو میرزا صاحب کو یه کبھی تحریر نفرماتے ، کہ مجھے ابھی تك ایك مصرعه موزون کرنیکا بھی اتفاق نہین ھوا ھے .

البته منشی مظفر علیصاحب اسیر لکھنوی کی شاگردی کا مسئله باقی رھتا ھے . اسکے متعلق عرض یه ھے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی حیات مین انتقال فرمایا ھے ، اور جیسا کہ عریضه نمبر ٤٤ بنام نواب خلد آشیان سے معلوم ھوتا ھے ، آخر وقت تك سرکار میرزا صاحب کے پاس اپنا کلام بھیجتے رھے . اس حالت مین یه سوال پیدا ھوتا ھے کہ نواب فردوس مکان نے میرزا صاحب کی زندگی مین اور اونسے اصلاح لیتے ھوے اسیر لکھنوی سے کیون اور کب مشورۂ سخن کیا . غالباً امیر مرحوم کے پاس اس کا جواب صرف یہی ھوگا کہ نواب فردوس مکان کے آخری کلام مین لکھنوی اثر کا پایا جانا اس مدعا کے ثبوت کی اهم دلیل ھے .

مجھے اس خیال سے اتفاق ھے کہ سرکار کے آخری کلام مین لکھنویت پائی جاتی ھے . لیکن صرف وجودِ لکھنویت تلمذ کی دلیل نہین بن سکتا . خود امیر صاحب کے آخری کلام مین دھلویت پائی جاتی ھے . مگر اسوجه سے کسی نے بھی اونھین مرزا داغ کا شاگرد تسلیم نہین کیا . میری ناقص رای مین امیر صاحب کو غلط فہمی ھوئی ھے . اور وہ اسطرح کہ سنه ٦٤ع مین

(۱) انتخاب یادگار ، ص ۷۰

میرزا صاحب نے ضعفِ پیری اور غلبۂ امراض کے باعث سرکار سے استدعا کی تھی کہ مجھے اصلاح سے معاف رکھا جائے[1] . اس زمانہ مین دیگر درباری شعرا کیساتھ سرکار نے منشی اسیر سے بھی کسی وقت دو چار الفاظ مین مشورہ کرلیا ہوگا. امیر مینائی مرحوم نے اس مساویانہ مشورۂ سخن کو تلمذ سمجھکر دربارِ رامپور سے اپنے رشتۂ استادی کو قدیم بنایا ہے اور بس.

اس خیال کو مزید تقویت بہم پہنچتی ہے جب ہم دیکھتے ہین ، کہ نواب فردوس مکان نے متعدد مقطعون مین میرزا غالب کی استادی کیطرف اشارہ کیا ہے ، لیکن اسیر کا ذکر کہین نہین کیا . اگر وہ بھی استاد ہوتے تو اونکا مذکور بھی کسی نہ کسی جگہ ضرور آنا چاہیے تھا .

غدر اور میرزا صاحب کی خیرخواہی

میرزا صاحب کے جدید رشتۂ استادی کے قیام پر چند ماہ گزرے تھے ، کہ غدر سنہ ٥٧ ع کے آثار پیدا ہونے لگے . میرزا صاحب نے اپنے محسن شاگرد کی خدمت مین کچھ خطوط لکھے ، جو اونکی حسبِ ہدایت چاك کردیے گئے . اس ہدایت کی وجہ بجز اسکے اور کچھ سمجھ مین نہین آتی ، کہ ان تحریرون کا مضمون سیاسیات سے متعلق تھا . اسلئے کہ جب آتشِ غدر بھڑك اوٹھی ، اور نواب فردوس مکان کیلئے ناگزیر ہوگیا کہ اپنا رویہ متعین کرین ، تو اونھون نے انتہائی ہوشمندانہ طریقِ کار اختیار کیا . دستنبو مین میرزا صاحب اس رویہ کے متعلق لکھتے ہین :

> «چشم بد دور ! فروزندۂ هور ، نواب یوسف علیخان بهادر فرمانروای رامپور ، که از دیر باز دران سر زمین بمرزبانی و شاه نشانی نیاگان خویش را جانشین است ، و با جهانبانان انگلند در مهرورزی و یکدلی استواری پیمانش بدان آئین است ، که دست روزگار در هزار سال بهزار گونه کشاکش آنرا نیارد گسست ، چار ناچار بفرستادن پیام خشك زبان همسایگان از گفتگو بست .» (٢)

یہ رویہ جسے میرزا صاحب نے « پیامِ خشك » سے تعبیر کیا ہے ، اوسوقت تك

(١) اردوی معلی ، ص ٦٤ (٢) کلیات نثر فارسی ، ص ٣٨٧

کامیاب نہین ھوسکتا تھا، جبتك حالات کا صحیح علم اور اونکے پیدا ہونے کے واقعی اسباب قبل از وقت نہ معلوم ھوچکے ھون.

ترك مراسلت

غدر کیساتھ حکومتِ ہند کے سلسلۂ نامہ رسانی مین اختلال واقع ھوگیا. نیز دھلی سے خط و کتابت کرنے مین کاتب و مکتوب الیہ کیلئے لال قلعہ یا حکومتِ ہند کی نظر مین مشتبہ قرار پانے کا خطرہ تھا، اسلئے قاصد کے ذریعہ «خیریت گوئی و عافیت جوئی» بھی سہل اور بیخطر نرھی تھی. ادھر نواب فردوس مکان روھیلکھنڈ کی بغاوت فرو کرنے مین منہمك تھے. ان حالات کا یہ نتیجہ نکلا کہ میرزا صاحب اور سرکار مین اگست سنہ ۵۷ ع سے جنوری سنہ ۵۸ ع تك مراسلت نہوسکی.

عریضہ نمبر ۷ مین میرزا صاحب اس ترکِ مراسلت کا شکوہ کرتے ہوے لکھتے ھین:

«در زمان چیرہ دستی کور نمکان سپاہ روسیاہ سر رشتۂ یام از ہم گسست. ناچار بفرستادن نامہ بر رساندن نامہ و پیام صورت بست. درین روزگار، کہ فرمان داوران دادگر روائی و سلسلۂ آمد شد نامہ رسائی یافت، نامہ در یام روان داشتہ شد، و تا رسیدن پاسخ آنرا چنان پنداشتہ شد، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد، یا فرط احتیاط مانع تحریر جواب گردیدہ باشد.... بہ نگاشتن این نامہ زحمت اوقات ملازمان ازان رو روا داشتہ ام، کہ اگر نفرستادن نامہ محض از روی احتیاط است ہویدا گردد، کہ در عنایت تفریط و در رعایت افراط است.» (۱)

میرزا صاحب کی مالی پریشانی اور تقرر وظیفہ

میرزا صاحب کو خزانۂ کلکٹری سے ساڑھے باسٹھ روپیہ ماھوار پنشن ملا کرتی تھی جسے غدر کے بعد تعلقِ قلعہ کے سبب سے گورنمنٹ نے مسدود کردیا. امن کے بعد میرزا صاحب نے بیگناھی ظاھر کی، لیکن عرصہ تك شنوائی نہوئی. غدر سے قبل نواب فردوس مکان وقتاً فوقتاً عطیات بھیجتے رھتے تھے. چنانچہ میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو ان عطیات کے بارے مین لکھا ھے:

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱ و ۱۴

«نواب یوسف علیخان بہادر والی رامپور، کہ میری آشنای قدیم ہین، اس سال ... میری شاگرد ہوی. ناظم اونکو تخلص دیا گیا. بیس پچیس غزلین اردو کی بھیجتی. مین اصلاح دیکر بھیجدیتا. گاہ گاہ کچھ روپیہ اودہر سی آتا رہتا.» (۱)

لیکن ایامِ غدر مین وہ بھی امداد نکرسکے. بعدِ غدر متعدد بار دو سو ڈھائی سو روپیے نقد عطا کیے. مگر میرزا صاحب کو اوقات بسر کرنے کیلئے ماہوار امداد کی ضرورت تھی. لهذا انہون نے «یوسفِ رامپور» کے حضور مین ماہانہ پرورش کی درخواست ارسال کی. سوءِ اتفاق سے مثل مین یہ درخواست موجود نہین. البتہ عریضہ نمبر ۱۳ مورخۂ ۱۸ اپریل سنہ ۵۹ ع مین ایك حسنِ طلب پر مشتمل نیازنامہ کا ذکر ہے. فرماتے ہین:

«امی نیازنامہ مین کچھ حسن طلب بھی تھا. افسوس کہ ایسا خط ضروری نہ پہنچی.» (۲)

چونکہ اول الذکر عریضہ سرکار کو موصول نہوا، اور دوسرے مین اوس حسنِ طلب کی تصریح نہ تھی، اسلئے مجبوراً ۱۰ جولائی سنہ ۵۹ ع کو میرزا صاحب نے ایك اور عریضہ ارسال کیا. امثال مین یہ عریضہ بھی موجود نہین ہے. لیکن سرکار کے جوابی فرمان مورخۂ ۱٤ ذیحجہ سنہ ۱۲۷۵ ھ مطابق ۱۶ جولائی سنہ ۵۹ ع سے اسکے مضمون پر روشنی پڑتی ہے. سرکار نے ارشاد فرمایا ہے:

«... سامی صحیفۂ تلطف آگین مورخہ دسوین اس مہینے جولائی سنہ حال کا بیچ عین انتظار کے غازہ آرائی چہرۂ وصول نشاط شمول کا ہوا، اور اوپر مراتب مرقومہ کے مطلع کیا. اور ان غزلون کی اصلاح سی مخلص کو کمال مسرت ہوئی. اور بنظر آپکی زیرباری کے اس مہینہ جولائی سی سو روپیہ مہینا مقرر کیا گیا. اور دفتر مین نام آپکا مندرج کیا گیا. ہر مہینہ تنخواہ مقررہ پہونچیگی. یقین ہو کہ آپ بھی محمول کمال محبت مین فرماوینگے. .....»

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اوس زمانہ مین میرزا صاحب نے کسی وجہ سے مراسلت کم کردی تھی، مگر سرکار اونکے خط کے منتظر تھے. جب ۱۰ جولائی کے عریضہ مین اونہون نے اپنی زیرباری کا ذکر کیا، تو سرکار نے از راہِ پرورش سو روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر فرمادی. سرکار کا روبکارِ تقررِ

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ و عوذ، ص ۱۳۶ (۲) مکاتیب ص ۱۹

وظیفہ ۱۶ جولائی کو صادر ہوا، اور میرزا صاحب کو پہلی تنخواہ کی ہنڈوی ۲۸ ذیحجہ سنہ ۷۵ ھ مطابق ۳۱ جولائی سنہ ۵۹ ع کو روانا کیگئی.

اپریل سنہ ٦٠ ع مین میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کو جو خط لکھا ھے اوس مین بھی جولائی سنہ ۵۹ ع سے تنخواہ جاری ہونیکا ذکر ھے. فرماتے ھین:

«قرارداد یہ ھو کہ نوابصاحب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی، کہ جسکو یہ دسوان مہینا ھو، سو روپیہ مجھی ماہ بماہ بھیجتی ھین.» (۱)

هنڈوی بھیجنو کا طریقہ

چونکہ میرزا صاحب رامپور مین فروکش نہ تھے، اسلئے اونہین ہر مہینے کی دسوین بارھوین تاریخ تك سو روپیہ کی ہنڈوی سرکار کے گرامی نامہ کیساتھ ملفوف بھیجی جاتی تھی. بعض عرایض مین میرزا صاحب نے لکھا ھے کہ پہلی دوسری تاریخ تك روپیہ بھیجدیا جایا کرے. سرکار نے اسکو منظور بھی فرما لیا ھے، اور دفتر کو حکم بھی ہو گیا ھے، لیکن بالعموم ان تاریخون کے بعد ھی روپیہ روانا کیا گیا. میرزا صاحب کے مکتوب مورخۂ ۳۰ جولائی سنہ ٦٥ ع بنام میان داد خان سیاح سے معلوم ہوتا ھے، کہ سرکار میرزا صاحب سے روپیہ کی رسید نہین لیتے تھے. میرزا صاحب لکھتے ھین:

«ایك قرن ۱۲ برس سی فردوس مکان نواب یوسف علیخان والی رامپور اپنی اشعار میری پاس بھیجتی تھی، اور سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بسبیل ہنڈوی بھجواتی تھو. اوس مغفور کی اندازہ دانی دیکھی کہ مجھسی کبھی اوس روپیہ کی رسید نہین لی. اپنی خط مین ہنڈوی بھیجا کرتی. مین خط کا جواب لکھ بھیجتا. اس ماھانہ کی علاوہ کبھی دو سو کبھی ڈھائی سو بھیجتی رھتی. فتنہ و فساد کی دنون مین قلعہ کی آمد مفقود. انگریزی پنسن مسدود. یہ بزرگوار وجہ مقرری ماہ بماہ اور فتوح گاہ گاہ بھیجتا رھا، تب میری اور میری متوسلون کی زیست ہوئی.» (۲)

اس مکتوب مین رسید سے میرزا صاحب کی مراد باضابطہ رسید ہوگی. ورنہ سرکار کے ہر فرمان مین روپیہ کی وصولیابی سے مطلع کرنے کی خواھش اور میرزا صاحب کے تمام ماھانہ عرایض مین روپیہ کی رسید کی اطلاع درج ھے.

(۱) اردوی معلی، ص ۱٦۲ و ٥٤ (۲) اردوی معلی، ص ۱٦

مولانا مہر کا قیاس

میرزا صاحب کی تنخواہ کے تقرر کے سلسلہ مین مولانا مہر فرماتے ہین :

«غدر کے بعد جب قلعہ کی تنخواہ جاتی رہی، اور خاندانی پنشن بند ہوگئی، تو غالب نے ایک فارسی قصیدہ نواب یوسف علیخان کے پاس بھیجا، جس مین گہری دوستانہ روابط کا ذکر کرتے ہوے نوابصاحب کے تغافل کا شکوہ کیا گیا تھا۔ ...... اس قصیدہ پر نواب یوسف علی خان مرحوم نے سو روپیہ ماہوار کا وظیفہ غالب کیلئے مقرر فرمادیا، جو ماہ بماہ نواب صاحب خود غالب کو بھیجدیتے تھے۔» (۱)

لیکن مجھے مولانا کی رای سے اتفاق نہین۔ اسلئے کہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے سرکار سے ترکِ مراسلت کا شکوہ کیا ہے۔ اگر یہ قصیدہ سنہ ۵۹ع کا لکھا ہوا ہوتا تو شکوہ نادرست تھا۔ کیونکہ سرکار کا وہ فرمان، جو اطلاعِ تقررِ وظیفہ کے سلسلہ مین میرزا صاحب کو لکھا گیا تھا، سرکار کیطرف سے شکوۂ ترکِ مراسلت پر مشتمل ہے۔ دوسرے اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے گورنمنٹ کیطرف سے بریلی کا علاقہ عطا ہونے کی مبارکباد تحریر کی ہے۔ یہ علاقہ پرگنۂ کاشی پور ضلعِ مرادآباد عطا کردۂ اپریل سنہ ۶۰ع کے عوض مین سرکار کو ملا تھا۔ اگر میرزا صاحب کا قصیدہ سنہ ۵۹ع کا ہوتا تو اوس مین توقیعِ بریلی کا مذکور نہونا چاہئے تھا۔

مولانا مہر کے اس قیاس کی وجہ خود اونکے الفاظ سے یہ معلوم ہوتی ہے، کہ اس مین میرزا صاحب نے اپنی تنخواہ کے تقرر کی درخواست کی ہے۔ اگر قصیدہ تقررِ تنخواہ کے بعد لکھا گیا ہوتا، تو اس مین عنایت کا شکریہ ادا کیا جاتا۔ مولانا کے الفاظ یہ ہین :

«اسکے بعد نواب صاحب کو توقیع بریلی کی مبارکباد دیتے ہین اور فرماتے ہین کہ مین مفتی یا قاضی یا شحنہ یا عامل کے عہدی کا طلبگار نہین، بلکہ صرف یہ چاہتا ہون کہ میرا حصہ مجھے ماہ بماہ پہنچتا رہے۔» (۲)

حالانکہ اس قصیدہ مین میرزا صاحب نے صرف سالانہ امداد کی درخواست

---

(۱) غالب، ص ۱۴۱ (۲) ایضاً، ص ۱۴۲

کی ہے جو تقررِ تنخواہ کے بعد بھی ہوسکتی تھی ۔ اسلئے اس کو تقررِ تنخواہ کی بنا قرار دینا مناسب نہین ۔ میرزا صاحب کا قصیدہ حسب ذیل ہے:

«چون نیست مرا شربت آبی ز تو حاصل — دانم که تو دریائی و من سبزهٔ ساحل
در بادیه بر گور غریبان ز چه سوزد — آن شمع فروزان که بود در خور محفل
زان خسرو خوبان چه قدر چشم وفا بود — صد حیف که شد نقش امیدم همه باطل
افسانهٔ غم گر بسرایم نبود عیب — با دوست که پیوسته همی برد غم از دل
میگویم و همدم زندم طعنه که «تن زن — چون می ندهد داد، ز فریاد چه حاصل ؟»
از طعنه شدم خسته دل و از ره تیمار — دل گفت که هان شیوهٔ عشاق فروهل
تا کس نبرد ظن که بشاهد بودم روی — حاشا که حکایت کنم از لیلی و محمل
شاهد بود آن دوست که اندر غزل او را — خوانند ستمگارهٔ و خونخوارهٔ و قاتل
من نالم ازان دوست که در عالم انصاف — شایان بودش گویم اگر خسرو عادل
او خسرو خوبان بود و بنده گدایش — او قلزم و عمان بود و من خس ساحل
گر خواجه همانست و گر دوست همانست — مائیم و یقینی که بوحدت شده کامل
خود هرچه سرودم همه با اوست کزین پیش — امیدگهم بود بهر وادی و منزل
یا رب چه شد اینك که نگیرد خبر از من — بربسته برویم در ارسال رسائل
ای «یوسف» ثانی که بود در همه عالم — مشتاق جمال تو، چه دیوانه چه عاقل
گر نام تو در بحر نگنجید زیان نیست — شد نام نظیر تو و هم نام تو داخل
تا نزد تو چون آیم و دور از تو چه سازم — ماندن ز تو دشوار و رسیدن بتو مشکل
ای کاش بکوی تو چنین روی نمودی — زینسان که فرو رفته مرا پای درین گل
چونست که گاهی نکنی روی بدین سوی — از چیست که هرگز ندهی وایه به سائل
گر جان دهم از غصه تو دانی که بگیتی — حرفی غلط از صفحهٔ هستی شده زائل
خواهی که مرا بنگری از دور بفرمای — تا نزد تو آرند یکی طائر بسمل
از صنعت استاد ازل دان که ز هر سوی — چون قبله نما سوی تو ام ساخته مائل
«غالب» بسخن نام من آمد ازل آورد — دانی که درین شیوه نیم عامی و جاهل
در فن سخن دم مزن از عرفی و طالب — این آیهٔ خاصست که بر من شده نازل
من گنجم و گردون به گل اندوه درم را — می بین، در گنج ارچه کشودن شده مشکل
خود در خور ویرانه بود گنج گرانمند — غم نیست گر آبادی دهلی شده زائل
هاروت فسون نفس گرم چه داند — اعجاز ز دهلی بود و سحر ز بابل
آنرا که صریر قلمم هوش رباید — دیگر نبرد ذوق ز آواز عنادل
توقیع «بریلی» بتو فرخنده که من نیز — بستم بفره مندی خویش از کرمت دل
حاشا که ستانم رقم قاضی و مفتی — حاشا که پذیرم عمل شحنهٔ و عامل

بفرست خردمند کسان را بحکومت در جیب گدا ریز قلیلی ز مداخل
هر سال ازان شهر بمن وایه روان دار کز بهر همین گشته در اقطاع تو شامل
امید که لب تشنگی من نه پسندی زان رشحه که بر صفحه فشانی ز انامل
امید که بپزیری و بر من نکنی قهر بپزیرم اگر معذرت فرط مشاغل
امید که آن شیوه نورزی که نگویم کز دزد دلم فارغ و از من شده غافل
ای رای تو در روشنی از مهر فزون تر ای روی تو در حسن دو چند از مه کامل
تا مهر بیك سال کند دائره را دور تا ماه بیك ماه کند قطع منازل
باشی بسپهر شرف آن ماه که باشد در نور به خرشید جهانتاب مقابل » (۱)

اصلاح مین تاخیر

میرزا صاحب کی طرف سے نواب فردوس مکان کے کلام پر اصلاح دینے مین تاخیر بھی ہوجاتی تھی. چنانچہ متعدد فرامین مین تعجیل کا تقاضا اور بعض مین تاخیر کا شکوہ نظر آتا ہے. اس کا سبب میرزا صاحب کی علالتِ طبع تھی. ۲۰ نومبر سنہ ٦١ ع کے ایك مکتوب بنام میان داد خان سیاح مین میرزا صاحب نے لکھا ہے:

«اندنون ضعف دماغ، دوران سر مین ایسا مبتلا ہون کہ والی رامپور کا بھی بہت سا کلام یونہی دھرا ہوا ہے، دیکھنے کی بھی نوبت نہین آئی. تمھاری بھیجی ہوئی غزلین سب محفوظ دھری ہوئی ہین. خاطر جمع رکھو. جب نوابصاحب کی غزلین دیکھونگا، تو یہ بھی دیکھی جائینگی.» (۲)

ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ہوئی. اونہون نے تقاضائی خط لکھا. اسپر ١٤ اکتوبر سنہ ٦٢ ع کو میرزا صاحب نے تحریر فرمایا ہے:

«بھائی! تم سچ کہتے ہو کہ بہت مسودے اصلاح کیواسطے فراہم ہوے ہین. مگر یہ نہ سمجھنا کہ تمھاری ہی قصائد پڑے ہین. نوابصاحب کی غزلین بھی اسیطرح دھری ہوئی ہین. برسات کا حال تمھین بھی معلوم ہے .... اب نجات ہوئی ہے. نوابصاحب کی غزلین اور تمھاری قصائد دیکھے جائینگے. .... مین ناتوان بہت ہوگیا ہون. گویا صاحب فراش ہون. کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائے تو اوٹھ بیٹھتا ہون. ورنہ پڑا رہتا ہون. لیٹے لیٹے خط لکھتا ہون. لیٹے لیٹے مسودات دیکھتا ہون. اللہ! اللہ! اللہ!» (۳)

اس جواب پر ایك ماہ گزر گیا، لیکن ہنوز تفتہ کو اصلاح شدہ قصائد نہ ملے. اونہون نے پھر شکایت آمیز خط لکھا. اسکے جواب مین ۲۷ نومبر سنہ ٦٢ ع

---

(۱) کلیات نظم فارسی، ص ۳۲۷ طبع لکھنو سنہ ۱۸٦۳ع (۲) اردوی معلی، ص ۲۷ (۳) ایضاً، ص ٩٤ ی — الف

کو میرزا صاحب نے معذرت کرتے ہوئے نوابصاحب کی غزلون پر اصلاح ندینے کا پھر ذکر کیا. فرماتے ھین :

« مرزا تفتہ ! جو کچھ تمنے لکھا یہ بیدردی ھی اور بدگمانی. معاذ اللہ ! تم سے اور آزردگی، مجکو اسپر ناز ھی کہ مین ھندوستان مین ایك دوست صادق‌الولا رکھتا ھون ، جسکا ھرگوپال نام اور تفتہ تخلص ھی .... بھائی مجھ مین کچھ اب باقی نہین ھی . برسات کی مصیبت گزر گئی، لیکن بڑھاپے کی شدت بڑھگئی . تمام دن پڑا رھتا ھون . بیٹھ نہین سکتا. اکثر لیٹے لیٹے لکھتا ھون ... لالہ بالمکند بیصبر کا ایك پارسل ھی کہ اوسکو بہت دن ھوے ، آجتك سرنامہ بھی نہین کھولا .
نوابصاحب کی دس پندرہ غزلین پڑی ھوئی ھین .
ضعف نے غالب نکما کردیا ورنہ ھم بھی آدمی تھے کام کے » (۱)

مگر وظیفہ جاری

لیکن اس تاخیر کے باوجود نواب فردوس مکان وظیفہ برابر دیتے رھے: حتی کہ ایکبار میرزا صاحب نے اصلاح سے انکار کردیا . اسپر بھی سرکار نے از راہِ قدردانی وظیفہ بند نکیا . سرکار کی اس مہربانی و پرورش کا ایك خط مین میرزا صاحب نے ذکر کیا ھے . واقعہ یہ درپیش آیا کہ ایکبار تفتہ کے کلام پر اصلاح دینے مین دیر ھوئی . اونھون نے تقاضا کیا . میرزا صاحب نے عذرِ ضعف کیا ، جسے تفتہ نے باور نکیا . اسپر میرزا صاحب نے تحریر فرمایا :

« میرا عجب حال ھی . حیران ھون کہ تمھین میرا کلام کیون باور نہین آتا . ... سامعہ مرگیا تھا اب باصرہ بھی ضعیف ھوگیا . ... رئیس رامپور سو روپیہ مہینا دیتے ھین . سال گزشتہ اونکو لکھ بھیجا کہ اصلاح نظم حواس کا کام ھی ، اور مین اپنے مین حواس نہین پاتا . متوقع ھون کہ اس خدمت سے معاف رھون . جو کچھ مجھے آپ کی سرکار سے ملتا ھی ، عوض خدمات سابقہ مین شمار کیجئے ، تو مین سکھ لہر سہی ، ورنہ خیرات خوار سہی . اور اگر یہ عطیہ بشرط خدمت ھی تو جو آپکی مرضی ھی وھی میری قسمت ھی . برس دن سے اونکا کلام نہین آتا . فتوح مقرری نومبر تك آئی . اب دیکھیئے آگے کیا ھوتا ھی . آجتك نوابصاحب از راہ جوانمردی دیے جاتے ھین . » (۲)

یہ خط میرزا صاحب نے ١٤ رجب کو لکھا ھے . اسکے آخر مین سنہ درج نہین ، لیکن قیاس یہ چاھتا ھے کہ سنہ ١٢٨١ ھ مطابق ١٤ دسمبر سنہ ١٨٦٤ ع

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۹ و ۱۰۰ (۲) ایضاً ، ص ٦٣ و ٦٤

تاریخ کتابت ہوگی. اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے نومبر کی تنخواہ موصول ہونے کی اطلاع دی ہے. لہذا خط لکھتے وقت دسمبر کا مہینا ہونا چاہیے. اور جیسا کہ خود میرزا صاحب کے عریضہ نمبر ۳۹ سے، جو اسی ماہ نومبر کی تنخواہ کی رسید ہے، معلوم ہوتا ہے، رجب اور دسمبر سنہ ۱۲۸۱ ھ مین ایکساتھ آئے تھے، اور اتفاق یہ کہ دونون مہینون کا آغاز بھی ایک دن ہوا تھا.

اس خط مین میرزا صاحب نے اوس عریضہ کا مضمون دوہرایا ہے جو نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال کیا تھا. وہ عریضہ فائل مین موجود نہین. لیکن امثلہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب کا یہ ارشاد کہ « برسدن سے اونکا کلام نہین آتا » حقیقی عذر ہے. کیونکہ اس ایکسال کے عرصہ مین، جو کم از کم دسمبر سنہ ۶۳ ع سے دسمبر سنہ ٦٤ ع تک پھیلا ہوا ہے، نواب فردوس مکان نے تقریباً ہر ماہ خط بھیجا ہے. لیکن کسی مین اشعار کے ارسال کی اطلاع یا مرسلہ کلام کی واپسی کا تقاضا درج نہین ہے. اونکا آخری کلام وہ واسوخت تھا جو میرزا صاحب نے آخر اکتوبر سنہ ۶۳ ع مین واپس بھیجا اور یہان ۲۹ اکتوبر سنہ مذکور مطابق ۱۵ جمادی الثانیہ سنہ ۸۱ ھ کو موصول ہوا. اسکے بعد اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین سرکار سرطان کے عارضہ مین مبتلا ہوگئے، اور غالباً سنہ ٦٥ ع کے شروع مین محرم سنہ ۸۲ ھ کی مجالس کے لئے صرف ایک سلام لکھکر بھیج سکے، جو اونکے انتقال کے بعد میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی خدمت مین واپس ارسال کیا. (۱)

رامپور کا پہلا سفر، اور سرکار کی تین دعوتنامے

نواب فردوس مکان کو میرزا صاحب کا شاگرد ہوے چند ماہ گزرے تھے کہ ہنگامۂ غدر برپا ہوگیا، اور کچھ عرصہ تک باہم مراسلت

(۱) مکاتیب، ص ۵۱

بند رهی . لیکن مملکتِ هند مین امن و امان قائم ہو تے هی سرکار نے میرزا صاحب کو رامپور تشریف لانے کی دعوت دی . نوابصاحب کا پہلا دعوتنامه مثل مین موجود نہین . لیکن مکتوب بنام صاحبزاده سید زین العابدین خان بہادر مورخۂ ۲۵ مارچ سنه ۵۸ ع مین میرزا صاحب نے اپنے رامپور نآنیکے وجوه تحریر کیئے هین . اسلئے یقیناً پہلی دعوت ابتدای سال سنه ۵۸ ع مین دیگئی ہوگی . خود میرزا صاحب کے الفاظ «بعدِ فتح دهلی وه همیشه میرے مقدم کے خواهان رهتے تھے . مین عذر کرتا تھا» سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے . ۲۵ نومبر سنه مذکور کو سرکار نے پھر تحریر فرمایا :

«مشفقا ! جو که مخلص کو اشتیاق معانقه اور مکالمه آپ کا بدرجۂ کمال هی ، اور اب تشریف آوری آپ کی اسجگه مناسب هی ، اسواسطی حواله خامۂ محبت نگار کی هوتا هی ، که آپ دیدار فایض الانوار اپنی سی مخلص کو مسرور فرمائیے .» (۱)

اس کے بعد ۱۳ ماهِ اپریل سنه ۵۹ ع کو سه باره تحریر فرمایا :

«حال تشریف آوری آپ کا اسطرف کو ابهی تك سامعه نواز نہین هوا . اور دل صفامنزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات کا هی . اسواسطی حواله خامۂ اتحاد نگار کی هوتا هی ، که آپ براه عنایت کی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی ، که کبتك ممکن الوقوع هی ، مطلع اور مطمئن فرمائیے .» (۲)

میرزا صاحب کا عذر

میرزا صاحب مطلعِ سیاست صاف ہوجانیکے بعد اپنی انگریزی پنشن کے اجرا کی سعی مین مصروف تھے . حکامِ انگریزی کی معدلت گستری و انصاف پژوهی کے بدل معترف تھے ، اور اپنے آپ کو جرمِ بیوفائی و غداری سے قطعاً بری پاتے تھے ، اسلئے حکام کی هر دفتری حرکت اونکی امید کو پیامِ کامیابی نظر آتی تھی . وه روزانه اس یقین کیساتھ بیدار ہوتے ، که آج پنشن کی اجرا کا حکم ہوجائیگا ، اور مین شام تك اپنے قرضه کے بار سے سبك دوش ہو سکونگا . بسا اوقات اون سے یه موهوم خوشی ضبط نہوسکی ہے ، اور احباب کو کامیابی کی منزل قریب آجانے کی اطلاعین تك دیدی هین . (۳)

(۱) مکاتیب ، ص ۱٦ ، حاشیه نمبر ۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۹ ، حاشیه نمبر ۱
(۳) اردوی معلی اور عود مین اس مضمون کی متعدد خطوط موجود هین .

ایسی حالت مین کسطرح ممکن تھا کہ وہ دلی سے باھر چلے جاتے۔ چنانچہ یہی امروز و فردا دلی چھوڑ کر رامپور آنے سے مانع رھے، اور انھون نے ھر دعوت نامہ کے جواب مین یہی عذر کیا کہ پنشن کے وصول کا زمانہ قریب آگیا ھے۔ اسکو ادھورا چھوڑ کر نہین آسکتا۔ اس سلسلہ مین صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کو تحریر کرتے ھین:

«جناب نوابصاحب میری محسن اور میری قدردان اور میری امیدگاہ ھین۔ مین اگر رامپور نآؤنگا تو کہان جاؤنگا۔ یہ جو آپ کہتی ھین کہ تجکو آنی مین تردد کیا ھی، تردد کچھ نہین توقف ھی۔ وجہ توقف کی یہ کہ مین نی اپنی پنسن کی باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی۔ وھان سی صاحب کمشنر شہر کی وہ درخواست حوالہ ھوئی۔ صاحب کمشنر دھلی نی صاحب کلکٹر شہر سی کیفیت طلب کی ھی۔ .... بہر حال صاحب کمشنر شہر کیفیت صاحب کلکٹر سی طلب کر کر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئی ھین۔ دیکھیی کب آوین، اور بعد ملاحظۂ کیفیت کیا حکم دین۔ مگر تا صدور حکم مین یہان سی کہین جا نہین سکتا۔ ھان بعد ملنی حکم کی، خواھی دلخواہ ھو خواھی مخالف مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤنگا۔» (۱)

نواب فردوس مکان کے دعوتنامہ مورخۂ ۲۵ نومبر سنہ ۵۸ع کے جواب مین اسی عذر کا اعادہ کیا ھے۔ تحریر کرتے ھین:

«میری حاضر ھونی کو جو ارشاد ھوتا ھی، مین وھان نہ آؤنگا، تو اور کہان جاؤنگا۔ پنسن کی وصول کا زمانہ قریب آیا ھی۔ اسکو ملتوی چھوڑکر کیونکر چلا آؤن۔ سنا جاتا ھی اور یقین بھی آتا ھی کہ جنوری آغاز سال ۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائی۔ جسکو روپیہ ملنا ھی اوسکو روپیہ، جسکو جواب ملنا ھی اوسکو جواب ملجائی۔» (۲)

لیکن میرزا صاحب کے علی الرغم جنوری سنہ ۵۹ع بھی بیگانہوار گزر گیا، تو انھون نے اپنی صادق الاعتقادی مین اور وسعت دے لی، اور جب سرکار نے ۱۳ ماہِ اپریل سنہ مذکور کو تیسری بار آمدِ رامپور کی دعوت دی تو اسکے جواب مین لکھا:

«پہلی خط مین یہ عرض کیا ھی، کہ مجموع پنسنداروں کی مثل مرتب ھی، اور ھنوز صدر کو روانا نہین ھوئی۔ نواب گورنر جنرل لاڑد کیننگ بہادر نی کلکتہ سی میری پنسن کی کواغذ طلب کیی، اور وہ کاغذ فہرست مین سی الگ ھوکر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب کی خدمت مین ارسال ھوئی۔ وھان سی کلکتہ کو بھیجی جائین گی۔ پھر وھان سی حکم منظوری پنجاب

(۱) مکاتیب، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۱٦

ہوتا ہوا یہان آئیگا، اور یہان مجکو روپیہ ملجائیگا. آج روپیہ ملا، کل مین نی آپ سی سواری اور باربرداری مانگی. آج سواری اور باربرداری پہچی، اور کل مین نی رامپور کی راہ لی.» (۱)

چوتھی دعوت

آخرکار سال ۵۹ ع بھی ختم ہونے کے قریب آ گیا، مگر پنشن کا معاملہ ہنوز لیت و لعل مین پڑا رہا. سرکار نے ۱۶ دسمبر سنہ ۵۹ ع کو پھر ارقام فرمایا:

«سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کی متکلف ہوا ہون. لیکن ابتک آپنی سرور ملاقات بہجت آیات سی مسرور نہین فرمایا. اب لازم اشفاق کا یہ ہی کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین، اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین.» (۲)

میرزا صاحب اس عرصہ مین نواب فردوس مکان کے اخلاص و اعانت کے بدل معترف ہوچکے تھے، اور یہ عزم کر کے، کہ مقدمۂ پنشن کے منفصل ہوتے ہی رامپور روانا ہوجائینگے، یوسف مرزا کو لکھا تھا:

«مین تو پنسن کی باب مین حکم اخیر سن لون. پھر رامپور چلا جاؤنگا. جمادی الاول سی ذی الحجہ تک ۸ مہینی، اور پھر محرم سی سنہ ۱۲۷۷ سال شروع ہوگا. اس سال کی دو چار حد دس گیارہ مہینی غرض کہ اونیس بیس مہینی ہر طرح بسر کرنی ہین. اسمین رنج و راحت و ذلت و عزت جو مقسوم مین ہی وہ پہنچ جائی. اور پھر «علی علی» کہتا ہوا ملک عدم کو چلا جاؤن. جسم رامپور مین اور روح عالم نور مین. یاعلی! یاعلی! یاعلی!.» (۳)

میرزا صاحب کا عزم سفر اور اوسکا مقصد

جب آغاز سنہ ۱۸۶۰ ع مین گورنمنٹ نے مقدمۂ پنشن کا فیصلہ میرزا صاحب کی خواہش اور امید کے خلاف صادر کیا، تو انھون نے حسب وعدہ سفر رامپور کی تیاری کی. اس سلسلہ مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین:

«بعد فتح دھلی وہ (نواب فردوس مکان) ہمیشہ میری مقدم کی خواہان رہتی تھی. مین عذر کرتا تھا. جب جنوری سنہ ۱۸۶۰ مین گورمنٹ سی وہ جواب پایا، کہ جو اوپر لکھ آیا ہون، تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا.» (٤)

نواب فردوس مکان ایام غدر مین گورنمنٹ کے وفادار اور معاون رہے تھے.

(۱) مکاتیب، ص ۱۹ (۲) ایضاً، ص ۲۵، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی، ص ۳٤۵
(٤) ایضاً، ص ۲۸۳

بنابرین برٹش حکام کی نظر مین اونکی بڑی عزت و وقعت تھی . میرزا صاحب سے بھی اونکے تعلقات بیحد پرخلوص تھے . اسلئے مقدمہ خلاف فیصل ہونیکے بعد میرزا صاحب نے مناسب جانا کہ رامپور جائین اور سرکار سے زبانی عرض کرین کہ اپنے توسط سے گورنمنٹ سے میرے معاملہ کو صاف فرمادیجے . منشی شیونراین اکبرآبادی کو ۳ مارچ سنہ ٦۰ ع کو رامپور سے لکھا ھے :

«مین حسب الطلب نوابصاحب کی دوستانہ یہان آیا ہون ، اور اپنی صفائی گورمنٹ سی بذریعہ انکی چاھتا ہون . دیکھون کیا ہوتا ھی .» (۱)

اسکے علاوہ ایک اور واقعہ ، جو قیامِ رامپور کے زمانہ مین پیش آیا ، اس امر پر شاھد ھے کہ سفرِ رامپور سے میرزا صاحب کا مقصد «گورنمنٹ سے اپنی صفائی» تھی . ١٤ فروری سنۂ مذکورہ کو حکیم غلام نجف خان کو اس واقعہ کے متعلق تحریر کیا ھے :

«یہان کا یہ حال ھی کہ نواب لفٹنٹ گورنر بہادر آگرہ مرادآباد آیا چاھتی ھین . مراد آباد یہان سی بارہ کوس ھی . نوابصاحب دوری کو اپنی ملک کی گئی ھین . دو چار دن مین پھر آئینگی . اگر اونکی ملاقات کو مراد آباد جائینگی ، مین بھی ساتھ جاؤنگا . اگرچہ گورنر غرب و شمال کو دلی سی کچھ علاقہ نہین ، مگر دیکھون کیا گفتگو درمیان آتی ھی .» (۲)

اگر میرزا صاحب کے پیشِ نظر گورنمنٹ سے صفائی نہوتی تو یہ جانتے ہوے کہ یو-پی کے گورنر کو دلی سے کچھ واسطہ نہین سرکار کیساتھ مراد آباد جانیکا تہیا نکرتے .

دلی سی روانگی

میرزا صاحب نے ارادہ کیا کہ آخرِ جمادی الثانیہ مین دلی روانا ہون ، اور رجب المرجب کا چاند رامپور آکر دیکھین . حسین مرزا صاحب کو سہ شنبہ ۳۱ دسمبر سنہ ٥۹ ع کو لکھتے ھین :

«رامپور زندگی مین میرا مسکن اور بعد مرگ میرا مدفن ھولیا . جب تم لکھتی ھو کہ «للہ تم وھان جاؤ !» تو مجکو ھنسی آتی ھی . مین یقین کرتا ھون کہ ھلال ماہ رجب المرجب رامپور مین دیکھون .» (۳)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۸۰ (۲) ایضاً ، ص ۲۲۹ (۳) ایضاً ، ص ۳۲۹

اس خط کی تحریر سے ۱۹ دن کے بعد میرزا صاحب دلی سے روانا ہوے۔ دلی سے روانگی کی تاریخ کا ذکر متعدد خطوط مین پایا جاتا ھے۔ مثلاً خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو مجملاً لکھدیا ھے کہ

«جب جنوری سنہ ۱۸٦۰ مین گورمنٹ سے وہ جواب پایا کہ جو اوپر لکھ آیا ہون تو مین آخر جنوری مین رامپور گیا۔» (۱)

رامپور سے واپس جاکر منشی شیونراین کو مہینے کیساتھ تاریخ بھی لکھی ھے۔ فرماتے ھین:

«۱۹ یا ۲۰ جنوری سنہ ۱۸٦۰ کتاب اور دونون عرضیان ولایت کو روانہ کرکے رامپور گیا ہون۔» (۲)

لیکن آخرِ عمر مین میرزا صاحب کا حافظہ خراب ھوگیا تھا، اسلئے اونھین صحیح تاریخ یاد نہین رھی۔ در اصل وہ ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ ع کو دلی سے روانا ھوے تھے۔ چنانچہ ۲۱ جنوری کو میرٹھ پہنچکر مرزا تفتہ کو لکھا ھے:

«بھائی! مین نے دلی کو چھوڑا، اور رامپور کو چلا۔ پنجشنبہ ۱۹ کو مرادنگر اور جمعہ ۲۰ کو میرٹھ پہنچا۔ آج شنبہ ۲۱ کو بھائی مصطفی خان کی کوٹھی سے مقام کیا۔ یہان سے یہ خط تمکو لکھکر بھیجا۔ کل شاھجہان پور پرسون گڈھ مکتیشر رھونگا۔ پھر مرادآباد ھوتا ھوا رامپور جاؤنگا۔» (۳)

اسی تاریخ کو حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ھین:

«میان! مین تم سے رخصت ھوکر اوسدن مراد نگر مین رھا۔ دوسری دن، یعنی جمعہ کو، میرٹھ پہنچا۔ نواب مصطفی خان نے ایکدن رکھ لیا۔ آج شنبہ ۲۱ جنوری یہان مقام ھے۔ نو بج گئے ھین۔ بیٹھا ھوا یہ خط لکھ رھا ھون۔ مفت کا کھانا ھے۔ خوب پیٹ بھرکر کھاؤن گا۔ کل شاھجہانپور، پرسون گڈھ مکتیشر، رھونگا۔ مرادآباد سے پھر تمکو خط لکھونگا۔» (٤)

ان تمام تحریرون سے معلوم ھوتا ھے کہ جمعرات کے دن صبح کیوقت ۱۹ جنوری سنہ ٦۰ ع کو میرزا صاحب دلی سے روانا ھوے۔

اخفای حال

روانگی سے پہلے میرزا صاحب نے کسی مصلحت کے ماتحت مختلف اصحاب سے مختلف مقامات کے سفر کا اظہار کیا تھا۔ لیکن میرٹھ پہنچکر اخفا

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً، ص ۳۸۲ (۳) ایضاً، ص ۸٦ (٤) ایضاً، ص ۲۳۲

کی ضرورت نہ سمجھی، اور وہین سے حکیم غلام نجف خان کو لکھا:

«ہان بھائی! مین از روی مصلحت اپنے کو مقامات مختلف کا عازم کہ آیا ہون. اب جو شخص تم سے پوچھا کری اوس سے پردہ نکرنا اور صاف کہدینا کہ رامپور کو گیا ہو. یعنی سب کو معلوم ہو جائی، اور کوئی تذبذب مین نرہی.» (۱)

اس مکتوب مین میرزا صاحب نے اوس مصلحت کو ظاہر نہین کیا، جو مقام سفر کے اخفا کی بنا تھی. لیکن قیاس یہ چاہتا ہے کہ کسی سیاسی مصلحت سے ایسا کیا ہوگا. جو کم از کم یہ ہو سکتی ہے کہ اوسوقت تك گورنمنٹ نے میرزا صاحب کی بریت تسلیم نہین کی تھی، اور انھین غدر کے بعد سفر کا پہلا اتفاق تھا، اسلئے یہ خطرہ لاحق ہوا ہوگا کہ کہین رامپور جانے سے روك ندیا جاؤن، یا یہ کہ کوئی حاسد سرکار کو یہ نہ لکھدے کہ میرزا صاحب گورنمنٹ کی نظر مین ابھی مشتبہ ہین، انھین اپنی ریاست مین نہ آنے دیجے.

منازل سفر

۱۹ جنوری کی صبح کو دلی سے روانا ہو کر میرزا صاحب نے شام کو مرادنگر مین قیام کیا. دوسرے دن جمعہ کو میرٹھ پہنچے. وہان ایکدن نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کے ہان ٹہر کر اتوار کو شاہجہانپور اور پیر کو گڑھ مکٹیسر مین اوترے. یہان سے مرادآباد تك کی منازل کا پتہ نہین، جو منگل اور بدھ دو دن مین طے کیگئی ہونگی. لیکن یہ یقینی ہے کہ آخری منزل مرادآباد تھی. یہ تمام تفصیل مرزا تفتہ اور حکیم غلام نجف خان کے نام کے مکاتیب مین ابھی گزر چکی ہے.

رفقای سفر

اس سفر مین زین‌العابدین خان عارف مرحوم کے دونون لڑکے، باقر علیخان اور حسین علیخان، عنایت اللہ خادم، اور ایك دو اور ملازم میرزا صاحب کے ہمرکاب تھے. لڑکون کا ذکر متعدد خطوط مین کیا گیا ہے. یہان صرف اوس خط کا اقتباس کافی ہوگا، جس مین تمام ہمراہیون

(۱) اردوی معلی، ص ۲۳۲

کا ذکر ہے۔ میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھتے ہین :

«لڑکی بھی تندرست، آدمی بھی توانا، مگر ہان ایک عنایت‌الله دو دن سے کچھ بیمار ہے، خیر اچھا ہوجائیگا۔» (۱)

ورود رامپور کی تاریخ

غالباً میرزا صاحب جمعرات کے دن مرادآباد پہنچے، اور وہان رات کو آرام کرکے دوسرے دن جمعہ کو رامپور وارد ہوے۔ جمعہ ۳ فروری کو رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

«آج تک، کہ جمعہ آٹھوان دن میری پہنچنے کو ہے، کچھ کلام نہین ہوا۔» (۲)

اس سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے، کہ میرزا صاحب جمعہ کے دن رامپور پہنچے۔ لیکن مرزا تفتہ اور حکیم غلام نجف خان کو میرٹھ سے جو خطوط لکھے ہین اون مین میرزا صاحب نے جمعہ کو ۲۰ اور شنبہ کو ۲۱ جنوری تاریخ تحریر کی ہے۔ اس حساب سے جس جمعہ کو میرزا صاحب نے سر زمینِ رامپور پر قدم رکھا، ۲۷ جنوری سنہ ٦٠ع تاریخِ انگریزی ہونی چاہیے۔

قیامگاہ

رامپور پہنچکر میرزا صاحب نے سرکار کی خاص کوٹھی مین قیام کیا۔ لیکن لڑکے میرزا صاحب کیساتھ آئے تھے، اسلئے یہان چار دن گزارنے کے بعد از رویِ احتیاط جداگانہ مکان کی خواہش کی۔ سرکار نے ایک مکان، جو تین چار حویلیون پر مشتمل تھا، قیام کیلئے عطا فرمایا۔ میرزا صاحب نے تفتہ کے پتہ کے استفسار پر جو خط لکھا ہے اوس مین فرماتے ہین :

«پہلے یہ تو بتاؤ کہ رامپور مین مجھے کون نہین جانتا۔ کہان مولوی وجیہ الزمان صاحب کہان مین۔ اونکا مسکن میری مسکن سے دور۔ پھر در دولت رئیس کہان اور مین کہان۔ چار دن والی شہر نے اپنی کوٹھی مین اوتارا۔ مین نے مکان جداگانہ مانگا۔ دو تین حویلیان برابر برابر مجکو عطا ہوئین۔ اب اس مین رہتا ہون۔ بحسب اتفاق ڈاک گھر مسکن کے پاس ہے۔ ڈاک منشی آشنا ہوگیا ہے۔ برابر دلی سے خط چلے آتے ہین۔ صرف رامپور کا نام اور میرا نام۔ محلہ کی اور

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً، ص ۲۲۸

عرف کی حاجت نہین ۔ بلکہ در دولت اور مولویصاحب کی نشان سی شاید خط تلف ہوجائی ۔ » (۱)

حکیم غلام نجف خان کو لکھا ھے :

« مکان کا پتـہ ضرور نہین ۔ ڈاک گھر میری گھر کی پاس ۔ ڈاک منشی میرا آشنا ۔ ..... ایک مکان ، کہ وہ تین چار مکانون پر مشتمل ھی ، رھنی کو ملا ھی ۔ » (۲)

میر مہدی کو تحریر کیا ھے :

« تمھارا خط پہنچا ۔ تردد عبث ۔ میرا مکان ڈاک گھر کی قریب اور ڈاک منشی میرا دوست ھی ۔ » (۳)

مکان کی تحقیق

حقیر عرشی نے بزرگانِ شہر سے تحقیق کی کہ اوس زمانہ مین ڈاکخانہ کس محلہ مین تھا، تو معلوم ھوا کہ محلۂ راجدوارہ کی اوس شاھراہ پر، جو خاص باغ پیلس کو جاتی ھے، مولوی محمد یحیی صاحب وکیل کے مکان مین ڈاکخانہ واقع تھا، اور میرزا صاحب نے اوسکے متصل مکان مین قیام کیا تھا۔ اس مکان مین آجکل ایک آھنگر مقیم ھے۔ چونکہ یہ مکان اردو ادب کے نیرِ رخشان کا فرودگاہ رھچکا ھے، اسلئے عالیمرتبت صاحب چیف منسٹر بہادر کے حسب الحکم اسپر پتھر کا کتبہ لگایا جا رھا ھے۔

مہانداری

میرزا صاحب کیلئے ابتداءً سرکاری باورچیخانہ سے کھانا آتا رھا۔ چنانچہ حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ھین :

« کھانا دونون وقت سرکار سی آتا ھی ، اور وہ سب کو کافی ھوتا ھی ۔ غذا میری بھی خلاف طبع نہین ۔ » (۲)

میر مہدی کے خط مین بھی سرکاری مہانداری کا ذکر کیا ھے۔ فرماتے ھین :

« یہان کا حال سبطرح خوب ھی ، اور صحت مرغوب ھی ۔ اسوقت تک مہان ھون ۔ » (۳)

لیکن چند دن کے بعد کھانے کے سو روپیہ ماھوار مقرر کردیے گئے۔ دلی جاکر میرزا صاحب نے میر مہدی کو لکھا ھے :

« اب جو مین وھان گیا تو سو روپیہ مہینا بنام دعوت اور دیا ۔ یعنی رامپور رھون تو دو سو روپیہ مہینا پاؤن ، اور دلی رھون تو سو روپیہ ۔ » (٤)

---

(۱) اردوی معلی، لاھور ایڈیشن ، ص ۳۷۱ (۲) ایضاً ، ص ۲۲۸
(۳) ایضاً ، ص ۱٦۹ (٤) ایضاً ، ص ۱٦۲

آب و ہوای رامپور

رامپور کی آب و ہوا میرزا صاحب کے مزاج کے موافق ثابت ہوئی. آمد رامپور کے ۸ دن بعد حکیم غلام نجف خان کو لکھا ہے:

« پانی کا شکر کس منہ سی ادا کرون . ایك دریا ہی کوسی . سبحان اللہ! اتنا میٹھا پانی کہ پینی والا گمان کری کہ یہ پھیکا شربت صاف ہی . سبك ، گوارا ، ہاضم ، سریع النفوذ . اس آٹھ دن مین قبض وانقباض کی صدمی سی محفوظ ہون . صبح کو بھوك خوب لگتی ہی . لڑکی بھی تندرست . آدمی بھی توانا . مگر ہان ایك عنایت اللہ دو دن سی کچھ بیمار ہی . خیر اچھا ہوجائیگا . » (۱)

رامپور ھی سے میر مہدی مجروح کو تحریر کیا ھے:

« یہ رامپور ہی . دارالسرور ہی . جو لطف یہان ہی وہ اور کہان ہی . پانی سبحان اللہ! شہر سی تین سو قدم پر ایك دریا ہی ، اور کوسی اوسکا نام ہی . بی شبہ چشمۂ آب حیات کی کوئی سوت اوس مین ملی ہی . خیر اگر یون بھی ہی ، تو بھائی آب حیات عمر بڑھاتا ہی . اتنا شیرین کہان ہوگا . » (۲)

ملاقات اور تعظیم و توقیر

نواب فردوس مکان کا اخلاق میرزا صاحب کی امید کے مطابق ثابت ہوا . سرکار نے بر وقت ملاقات احباب کیطرح معانقہ کیا ، اور احباب مین تعظیم وتوقیر کی جو رسم ھے اوسکو ملحوظ رکھا . میرزا صاحب نے خود نذر پیش کرنے کے عوض دونون لڑکون سے نذر دلوائی . سرکار کے اس برتاؤ کے بارے مین میرزا صاحب میر مہدی مجروح کو لکھتے ھین:

« تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقہ فروگزاشت نہین ہی . » (۳)

بعد ازان دلی جاکر لکھا ھے:

« ملاقات بھی دوستانہ رہی . معانقہ وتعظیم جسطرح احباب مین رسم ہی . وہ صورت ملاقات کی ہی . لڑکون سی مین نی نذر دلوادی تھی . بس . » (۳)

اسی سلسلہ مین رامپور سے حکیم غلام نجف خان کو تحریر کیا ھے:

« اب میرا حال سنو . تعظیم وتوقیر بہت . ملاقاتین تین ہوئی ہین . » (۱)

ابھی گفتگو نہین ہوئی

اگرچہ نواب فردوس مکان نے جولائی سنہ ۵۹ع سے میرزا صاحب کو سو

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً ، ص ۱۶۹ (۳) ایضاً ، ص ۱۶۲

روپیہ ماهوار بطور امداد عطا فرمانا شروع کردیے تھے، جو انھین بذریعۂ هنڈوی ماه بماه ارسال هوا کرتے، لیکن جب میرزا صاحب رامپور تشریف لائے، اور چند روز تك خدمت اور معاوضه کے بارے مین سرکار سے بالمشافهه گفتگو نهین هوئی، تو انهین مختلف خطرات پیدا هوئے. خدمت اور درماهه کے خطره کو حکیم غلام نجف کے نام کے مکتوب مین اسطرح ظاهر کیا هے:

«هنوز کچھ گفتگو درمیان نهین آئی. مین خود اون سی ابتدا نکرونگا. وه بهی مجھسی بالمشافهه نه کهین گی. مگر بواسطۂ کارپردازان سرکار دیکھون کیا کهتی هین، اور کیا مقرر کرتی هین.» (۱)

یه خط ۳ فروری کو لکھا گیا تھا. اسکے بعد ۱٤ فروری کو پھر لکھتے هین:

«یهان کا رنگ نوابصاحب کی آنی پر جو هوگا، اورجو قرار پائیگا، وه مفصل تمکو لکھونگا.» (۲)

میر مهدی مجروح کو بھی دبے الفاظ مین لکھا هے:

«اسوقت تك مهمان هون. دیکھون کیا هوتا هی.» (۳)

رامپور کی اقامت کے خطره کو مرزا تفته کے خط مین ظاهر کیاهے. فرماتے هین:

«دوسری بات جو تم نی لکھی هی وه بهی مطابق واقع و مناسب حال نهین. اگر اقامت قرار پائی تو تمکو بلالونگا.» (٤)

۱٤ فروری کو مرزا تفته کے خط کے جواب مین پھر لکھا هے:

«میری جان! آخر لڑکی هو. بات کو نه سمجھی. مین اور تفته کا اپنی پاس هونا غنیمت نجانون. مین نی یه لکھا تھا که بشرط اقامت بلالونگا. اور پھر لکھتا هون که اگر میری اقامت یهان کی ٹھیری تو بی تمهاری نرهونگا. نه رهونگا. زنهار نرهونگا.» (۵)

سه باره یکم مارچ کو تحریر کرتے هین:

«بالفعل نواب لفٹنٹ گورنر بهادر مراد آباد اور وهان سی رامپور آئین گی. بعد اونکی جانیکی کوئی طور اقامت یا عدم اقامت کا ٹھهریگا. منظور مجکو یه هی که اگر یهان رهنا هوا تو فوراً تمکو بلالونگا.» (٦)

تعین خدمت و اقامت

لیکن معلوم هوتا هے که آخر کار یهی طے پایا که میرزا صاحب رامپور کی اقامت اختیار کرنے پر مجبور نهین هین. جهان مزاج چاهے رهین. سرکار

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۸ (۲) ایضاً، ص ۲۳۰ (۳) ایضاً، ص ۱٦۹
(٤) ایضاً، لاهور ایڈیشن، ص ۳۷۲ (۵) ایضاً، ص ۷۳ (٦) ایضاً، ص ۸٦

کے کلام پر اصلاح دیدیا کرین. البتہ رامپور آکر رهینگے تو دعوت کے سو روپیے ماهوار مزید عطا هونگے، اور دلی رهینگے تو صرف سو روپیه تنخواه ملیگی. اس تصفیه کے متعلق میرزا صاحب نے میر مهدی مجروح کو لکھا هے:

« قرار داد یه هی که نوابصاحب جولائی سنه ۱۸۵۹ سی، که جسکو یه دسوان مهینا هی، سو روپیه مجھی ماه بماه بهیجتی هین. اب جو مین وهان گیا، تو سو روپیه مهینا بنام دعوت اور دیا. یعنی رامپور رهون تو دو سو روپیه مهینا پاؤن، اور دلی رهون تو سو روپیه. بهائی سو دو سو مین کلام نهین. کلام اس مین هی که نوابصاحب دوستانه و شاگردانه دیتی هین. ... بهر حال غنیمت هی. رزق کی اچھی طرح ملنی کا شکر چاهئی. کمی کا شکوه کیا. » (۱)

مرزا تفته کو تحریر کیا هے:

« وه سو روپیه مهینا یهان رهون وهان رهون خدا کی هان سی میرا مقرر هی. » (۲)

قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو بھی یهی لکھا هے که

« حق تعالی والی رامپور کو صد و سی سال سلامت رکھی. اونکا عطیه ماه بماه مجکو پهنچتا هی، کرم گستری اور استاد پروری کر رهی هین. میری رنج سفر اوٹھانی کی اور رامپور جانیکی حاجت نهین. » (۳)

نواب علاءالدین احمد خان بهادر علائی کو قدرے تفصیل سے لکھتے هین:

« واه کیا کهنا هی. رامپور کی علاقه کو گاؤشنگ اور مجکو بیل، یا اوس پیوند کی طعنه کو تازیانه اور مجکو گهوڑا بنایا. وه علاقه اور وه پیوند لوهارو کی سفر کا مانع و مزاحم کیون هو. رئیس کیطرف سی بطریق وکیل محکمهٔ کمشنری مین معین نهین هون. جسطرح امرا واسطی فقرا کی وجه معاش مقرر کردیتی هین اسیطرح اس سرکار سی میریواسطی مقرر هی. هان فقیر سی دعای خیر اور مجھ سی اصلاح نظم مطلوب هی. چاهون دلی رهون چاهون اکبرآباد. چاهون لاهور چاهون لوهارو. » (٤)

لڑکون کی شرارت

رامپور کی آب و هوا کی موافقتِ مزاج اور سرکار کی تعظیم و توقیر کے باعث میرزا صاحب زیاده عرصه قیام کرنا چاهتے تھے. لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ تھے. میرزا صاحب نے انکا دل بهلنے کے خیال سے طفلانه کھیل کود کے تمام لوازمات مهیا کردیئے تھے. اسپر بھی یه برابر انکے

(۱) اردوی معلی، ص ۱۶۲ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۲۱۱
(٤) ایضاً، ص ٤٠٣

سکون و آرام مین خلل ڈالتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۴ فروری کو میرزا صاحب حکیم غلام نجف خان کو لکھتے هین:

« لڑکے دونون اچھی طرح مین ۔ کبھی میرا دل بہلاتے هین ۔ کبھی مجکو ستاتے هین ۔ بکریان ، کبوتر ، بٹیرین ، تکل ، کنکوا سب سامان درست هی ۔ » (۱)

اپنے ارادۂ قیام اور انکی شرارت کے متعلق یوسف مرزا صاحب کو تحریر کرتے هین:

« مجکو لڑکون نے بہت تنگ کیا ۔ ورنہ چند روز اور رامپور مین رهتا ۔ » (۲)

میر مہدی مجروح کو لکھا هے:

« لڑکون کو ساتھ لیگیا تھا ۔ وهان اونھون نے میرا ناک مین دم کردیا ۔ تنہا بھیجدینے مین وهم آیا ، کہ خدا جانے اگر کوئی امر حادث هو تو بدنامی عمر بھر رهے ۔ اس سبب سے جلد چلا آیا ۔ ورنہ گرمی برسات وهان کاٹتا ۔ اب بشرط حیات جریدہ بعد برسات جاؤنگا ، اور بہت دنون تک یہان نہ آؤنگا ۔ » (۳)

دلی کو واپسی

لڑکون کی شرارت سے تنگ آکر میرزا صاحب نے برسات تک کے ارادۂ قیامِ رامپور کو فسخ کردیا ۔ سرکار نے هرچند روکا اور آمون کا لالچ دیا ، لیکن میرزا صاحب نہ روکے اور آخرِ مارچ مطابق آخرِ شعبان مین دلی کو روانا هوگئے۔ رامپور سے روانگی کی تاریخ بھی میرزا صاحب نے متعدد خطوط مین تحریر کی هے۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے هین:

« سال گزشتہ اندنون مین مین رامپور تھا ۔ مارچ سنہ ٦٠ ع مین یہان آگیا هون ۔ » (٤)

مرزا تفتہ کو لکھتے هین:

« میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا هون ، تو کیا کہون کہ یہان کے لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتے هین ۔ » (٥)

میر مہدی مجروح کو تحریر کرتے هین:

« میر مہدی ! تم میری عادات کو بھول گئے ۔ ماہ مبارک رمضان مین کبھی مسجد جامع کی تراویح ناغہ هوتی هے ۔ مین اس مہینے مین رامپور کیونکر رهتا ۔ نوابصاحب مانع رهے ، اور بہت منع

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۲۹ (۲) ایضاً ، ص ۳٤۹ (۳) ایضاً ، ص ۱٦۱
(٤) ایضاً ، ص ۲۱۱ ، و عود ، ص ۱٦٦ (٥) اردوی معلی ، ص ٥٤

کرتی رهی . برسات کی آمون کا لالچ دیتی رهی . مگر بهائی مین ایسی انداز سی چلا که چاند رات کی دن یهان آپهنچا . یکشنبه کو غرۂ ماه مقدس هوا . » (۱)

میر غلام حسنین قدر بلگرامی کو سه شنبه ۱۳ مارچ سنه ۶۰ ع کو لکھا ھے:

« اب جو خط بهیجیے دلی کو بهیجیے گا ، که مین اس مهینے مین اودهر کو جاؤنگا . رویت ماه صیام اغلب هی که دلی هی مین هو . » (۲)

ان خطوط سے صرف اسقدر معلوم ھوتا ھے کہ میرزا صاحب آخرِ شعبان سنه ۱۲۷۶ ھ مطابق آخرِ مارچ سنه ۱۸۶۰ ع مین رامپور سے روانا ھو کر ۳۰ شعبان کو دلی پہنچے ، اور وھان پہنچکر رمضان المقدس کا چاند دیکھا. لیکن انگریزی و ھجری تاریخین ابھی متعین نہین ھوئی ھین. انگریزی تاریخ کے بارے مین منشی شیونراین کو رامپور سے لکھتے ھین:

« اب مین شنبه کی دن ۱۷ مارچ کو دلی روانا هونگا . » (۳)

یوسف مرزا صاحب کو ۹ رمضان مطابق ۲ ماہِ اپریل کو ھجری تاریخ کے متعلق تحریر کیا ھے:

« مین ۲۳ شعبان کو رامپور سی چلا اور ۳۰ شعبان کو دلی پهنچا . اوسی دن چاند هوا . » (٤)

میرزا صاحب نے اس خط مین رمضان کی نوین تاریخ کو اپریل کی دوسری تاریخ کے مطابق لکھا ھے، اور یہ بھی بتایا ھے کہ اوس سال رمضان کا چاند ۳۰ کا ھوا تھا. اس حساب سے ۲۳ شعبان سنه ۱۲۷۶ ھ ۱۷ مارچ سنه ۱۸۶۰ ع کے مطابق، اور ۳۰ شعبان سنۂ مذکورہ ۲٤ مارچ سنه ۶۰ ع کے مطابق ھوگی. لہذا میرزا صاحب کی رامپور سے روانگی کی تاریخ ۲۳ شعبان سنه ۷۶ ھ مطابق ۱۷ مارچ سنه ۶۰ ع اور دلی مین ورود کی تاریخ ۳۰ شعبان سنه ۷۶ ھ مطابق ۲٤ مارچ سنه ۶۰ ع قرار پاتی ھے.

کل مدت قیام

میرزا صاحب کے بعض خطوط مین رامپور کے قیام کی کل مدت کا بھی

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۶۱ (۲) ایضاً ، ص ٤۰۶ ، لاهور اڈیشن
(۳) اردوی معلی ، ص ۳۸۰ (٤) ایضاً ، ص ۳٤۸

ذکر آیا ھے۔ لیکن وہ تخمینی ھے۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ھین :

«مین آخر جنوری مین رامپور گیا۔ چھہ سات ھفتہ وھان رھکر دلی آیا۔» (۱)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین :

«نواب یوسف علیخان بہادر ... بلاتی رھتی تھی۔ اب مین گیا۔ دو مہینے رھکر چلا آیا۔» (۲)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کو تحریر فرماتے ھین :

«سال گزشتہ بیڑی کو زاویۂ زندان مین چھوڑ مع دونون ھتکڑیون کے بھاگا۔ میرٹھ، مرادآباد ھوتا ھوا رامپور پہنچا۔ کچھ دن کم دو مہینے وھان رھا تھا کہ پھر پکڑا آیا۔ اب عہد کیا کہ پھر نہ بھاگونگا۔» (۳)

ان خطوط مین «چھہ سات ھفتے، کچھ دن کم دو مہینے» اور «دو ماہ» تین مختلف بیان ملتے ھین۔ ان مین سے «کچھ دن کم دو مہینے» صحیح ھے، اسلئے کہ میرزا صاحب ایك ماہ بیس یوم رامپور مین رھے تھے۔

رامپور مین عدیم الفرصتی

قیام رامپور کے زمانہ مین میرزا صاحب اسقدر عدیم الفرصت رھے، کہ اکثر احباب کے محبت نامون کا بر وقت جواب تك ندیسکے۔ ایك خط مین اسکی وجہ تحریر فرماتے ھین :

«از بسکہ یہان کے حضرات مہربانی فرماتی ھین اور ھر وقت آتے ھین، فرصت مشاھدۂ اوراق نہین ملی۔» (٤)

واپسی پر دلی مین چہمیگوئیان

میرزا صاحب نے دلی سے روانا ھوتے وقت اپنا صحیح ارادۂ سفر ظاھر نہین کیا تھا۔ جب یہ رامپور سے واپس دلی پہنچے تو حساد نے اس اخفا کا انتقام لیا، اور شہر مین واپسی پر خوب خوب رای زنی کیگئی۔ میرزا صاحب کو اس رای زنی سے سخت ذھنی اذیت پہنچی، اور اونھون نے شکایت آمیز لہجے مین مرزا تفتہ کو لکھا :

«میان مین جو آخر جنوری کو رامپور جاکر آخر مارچ مین یہان آگیا ھون تو کیا کہون کہ

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۳ (۲) ایضاً، ص ٥٤
(۳) ایضاً، ص ٤۰۰، و عود، ص ۷۰ (٤) اردوی معلی، ص ۷۳

یہانکی لوگ میری حق مین کیا کیا کچھ کہتی ہین . ایک گروہ کا قول یہ ہی کہ یہ شخص والی رامپور کا استاد تھا ، اور وہان گیا تھا . اگر نواب نے کچھ سلوک نہ کیا ہوگا تو بھی پانچ چار ہزار روپیہ سی کم ندیا ہوگا . ایک جماعت کہتی ہی کہ نوکری کو گئی تھی مگر نوکر نرکھا . ایک فرقہ کہتا ہی کہ نواب نی نوکر رکھ لیا تھا . دو سو روپیہ مہینا کردیا تھا . لفٹنٹ گورنر الہ‌آباد جو رامپور آئی ، اور اونکو غالب کا وہان ہونا معلوم ہوا ، تو اونھون نی نوابصاحب سی کہا کہ اگر ہماری خوشنودی چاہتی ہو تو اسکو جواب دو . نواب نی برطرف کردیا . » (۱)

یہ تو اربابِ دھلی کی آرا تھین . لیکن انکی نقل کے بعد میرزا صاحب نے تفتہ کو اصلِ حقیقت بتائی ہے . فرماتے ہین :

« یہ تو سب سن لیا . اب تم اصل حقیقت سنو . نواب یوسف علی خان بہادر تیس بتیس برس کی میری دوست اور پانچ چھ برس سی میری شاگرد ہین . آگی گاہ گاہ کچھ بھیجدیا کرتی تھی . اب جولائی سنہ ۱۸۵۹ سی سو روپیہ مہینا ماہ بماہ بھیجتی ہین . بلاتی رہتی تھی . اب مین گیا . دو مہینی رہ کر چلا آیا . بشرط حیات بعد برسات کی پھر جاؤنگا . وہ سو روپیہ مہینا ، یہان رہون وہان رہون ، خدا کی ہان سی میرا مقرر ہی . » (۱)

نواب فردوس مکان کی علالت اور میرزا صاحب کا تردد

ماہِ اکتوبر سنہ ٦٤ ع کے آخر یا نومبر کے آغاز مین نواب فردوس مکان عارضۂ سرطان مین مبتلا ہوے . میرزا صاحب کو کسی ذریعہ سے اسکی اطلاع ملی ، تو انہین اپنے سخی داتا شاگرد کی علالت سے سخت تردد لاحق ہوا . چونکہ نوابصاحب مرزا صاحب کے پورے خاندان کے مربی تھے اسلئے میرزا صاحب کی بی بی اور حسین علیخان بھی پریشانی کا شکار ہونے سے نہ بچے . مگر اسوقت تک میرزا صاحب کو یہ معلوم نہو سکا تھا کہ سرکار کو مرض کیا لاحق ہوا ہے . اس امر کی تحقیق کیلئے اونہون نے ۸ نومبر سنہ ٦٤ع کو انتہائی احتیاط کیساتھ تحریر کیا :

« جب سی حضرت کی ناسازی مزاج مبارک کا حال خارج سی مسموع ہوا ہی ، عالم الغیب گواہ ہی ، کہ مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میری فرزند حسین علیخان پر کیا گزر رہی ہی . ایکدن رات میری گھر مین روٹی نہین پکی . سب نی فاقہ کیا . باری وہ خبر وحشت اثر غلط نکلی . حواس ٹھکانی ہوی . بالکل اطمینان جب ہوگا ، کہ آپکی غسل صحت کی نوید سنونگا ،

(۱) اردوی معلی ، ص ٥٤

اور قطعۂ تاریخ غسل صحت لکھکر بھیجونگا . فی الحال اتنا چاھتا ھون کہ اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقت مرض سی آگہی حاصل ھو . » (۱)

۱۲ نومبر کو سرکار کا نامۂ مبارك میرزا صاحب کو موصول ھوا . غالباً اوسمین نوعیت و کیفیتِ مرض کا ذکر نہ تھا ، جس سے کسیقدر اطمینان ھوا . لیکن ابھی تشویش رفع نہوئی تھی ، اسلئے اسکے جواب مین ۱۳ نومبر کو میرزا صاحب نے پھر لکھا :

«ابتدای یکم نومبر سی ۱۱ تك عرض نہین کر سکتا کہ لیل و نہار مجھپر کیسی گزری ھین . راہ دور . مین رنجور . معہذا بیمقدور . اگر دلی سی رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی ھوتی ، تو مین یہان ایك دم نہ ٹھہرتا ، اور خدمت مین حاضر ھوتا . تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل ھو . نا چار از راہ اضطرار ۸ ماہ حال یعنی نومبر کو عریضہ روانا کیا . خدا کی عنایت اور مرشد کامل یعنی حضرت کی ھدایت نی اوس خط کی جواب آنیکی مدت سی پہلی مجھی گرداب اضطراب سی نکالا . کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامہ آگیا . گویا میری جان بچ گئی . بلکہ ایك اور نئی جان میری بدن مین آگئی . اب استدعا یہ ھی کہ حال ناسازی مزاج اقدس مفصل معلوم ھو . » (۲)

اس عریضہ کے جواب مین ۱۹ نومبر کو سرکار نے تحریر فرمایا کہ « پھوڑا نکل آیا تھا ، لیکن اب بحمد الله افاقہ ھے » . میرزا صاحب اس خبر سے بیحد مسرور ھوے ، اور ۲۷ نومبر کو اسکے جواب مین لکھا :

«کس زبان سی کہون ، اور کس قلم سی لکھون کہ یہ ھفتہ عشرہ کس تردد وتشویش سی بسر ھوا ھی . ھر روز شام تك جانب در نگران رھتا ، کہ ڈاك کا ھرکارہ آئی ، اور حضرت کا نوازشنامہ لائی . باری خدا کی مہربانی ھوئی ، از سر نو میری زندگانی ھوئی ، کہ کل چار گھڑی رات گئی ڈاك کی ھرکارہ نی وہ عطوفت نامۂ عالی دیا ، جسکو پڑھکر روح تازہ رگ و پی مین دوڑ گئی . نیند کسکی ؟ سونا کسکا ؟ روشنی کی سامنی بیٹھا ، اور اشعار تہنیت لکھنی لگا . سات شعر مع مادۂ حصول صحت جب لکھ لئی تب سویا . » (۳)

غسل صحت کی تہنیت

سرکار کے خط سے صحت و افاقتِ مرض کی اطلاع ملگئی ، لیکن یہ معلوم نہوسکا کہ غسل صحت ھوچکا ھے یا نہین . اور بصورتِ دیگر کونسی تاریخ اس تقریبِ سعید کیلئے مقرر ھوئی ھے . اس تحقیق کیلئے میرزا صاحب

---

(۱) مکاتیب ، ص ٤٠ (۲) ایضاً ، ص ٤١ (۳) ایضاً ، ص ٤٢ . قطعۂ تاریخ غسل حاشیۂ صفحۂ مذکور پر درج ھی .

نے منشی سیلچند میر منشی کو ۲۵ دسمبر کو لکھا:

«اگرچہ از روی خطوط حضور صحت و عافیت حضور معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن یہ کہین سے نہین سنا کہ غسل صحت کیا، یا کسدن کرینگے ۔ آپ سے یہ فقیر کا سوال ہے، کہ مجکو لکھیے کہ حضرت غسل کسدن فرمائینگے ۔ اور اگر موافق میری آرزو کے نہاچکے ہون تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجیے ۔» (۱)

میر منشی صاحب نے جواباً لکھا کہ ابھی غسلِ صحت نہین فرمایا ہے۔ غالباً رمضانِ مبارک مین یہ تقریب عمل مین آئیگی۔ میرزا صاحب کو ۱٤ جنوری سے قبل سرکار کا نامۂ صحت ملچکا تھا۔ نیز وہ اس عرصہ مین قصیدۂ تہنیت بھی ارسال کرچکے تھے۔ اسلئے التواء تاریخ غسل پر ۱۹ جنوری سنہ ۱۸٦۵ع کو پھر میر منشی صاحب کو لکھا:

«یہ جو مین نے قصیدۂ تہنیت لکھکر بھیجا ہے، منشا اسکا یہ ہے کہ شاہ کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے، اور اونھون نے کہا کہ نوابصاحب جمعہ کے دن ساتوین تاریخ شعبان کو نہائینگے ۔ اب تمھاری تحریر سے معلوم ہوا، کہ ماہ آیندہ یعنی (رمضان) مین نہائینگے ۔ خیر وہ کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا ۔ اگر موقع پاؤ تو حضور مین یہ ماجرا عرض کردینا کہ مین نے بموجب روایت شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ہے ۔» (۲)

غسلِ صحت کا جشن ماہِ عید مین منایا جانا تجویز ہوا۔ لیکن ابھی مرض قدرے باقی تھا، اور رامپور سے جسقدر سرکاری تحریرین جاتی تھین اون مین مزاج کی کیفیت کا مذکور نہین ہوتا تھا۔ اسلئے میرزا صاحب نے ۱٤ مارچ سنہ ٦۵ع کو میر منشی صاحب سے پھر استفسار کیا:

«منشی صاحب! عجب اتفاق ہے کہ حضور اپنے خط مین اپنے مزاج مبارک کا حال کچھ نہین لکھتے، اور میرا دھیان لگا ہوا ہے ۔ خدا کیواسطے! تم مفصل حال لکھو کہ کیا عارضہ باقی ہے، اور صورت کیا ہے ۔ دربار بدستور ہوتا ہے یا نہین؟» (۳)

میر منشی صاحب کا جواب مثل مین موجود نہین۔ اسلئے نہین کہا جاسکتا کہ اونھون نے مرض کے متعلق کیا لکھا۔ لیکن ۲۳ شوال سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۲ مارچ سنہ ۱۸٦۵ع کو میرزا صاحب نے اپنا فارسی تہنیت نامہ ارسال کیا ہے،

---

(۱) مکاتیب، ص ۱۱۲ (۲) ایضاً، ص ۱۱۳۔ قصیدۂ تہنیت ص ٤٦ کے حاشیہ مین مندرج ہے۔
(۳) ایضاً، ص ۱۱٤

جو صفحہ ٤٤ تا ٤٧ پر درج ہے ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخِ مذکورہ تك میرزا صاحب کو صحت کی اطلاع تھی ۔

عود مرض اور وفات

لیکن مادۂ مرض کا بالکلیہ استیصال نہین ہوا تھا ۔ کسی معمولی بے احتیاطی نے مادہ کو دو بارہ چھیڑ دیا ، اور سرکار پر از سرِ نو مرض کا حملہ ہوگیا ۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ اطبا مجبور ہوگئے ، اور حالت روز بروز خراب ہوتی چلی گئی ، تا آنکہ یوم جمعہ ٢٤ ذیقعدہ سنہ ١٢٨١ ھ مطابق ٢١ اپریل سنہ ١٨٦٥ ع کو نواب فردوس مکان رهگرای عالم بقا ہوئے ، اور میرزا صاحب کے ہان قیامتِ صغری کا منظر نظر آنے لگا ۔

خلد آشیان کی تخت نشینی اور میرزا صاحب کا وظیفہ

نواب فردوس مکان طاب ثراہ کے بعد نواب خلد آشیان نے مسندِ آبائی پر قدم رنجہ فرمایا ۔ میرزا صاحب کا تعلق نواب فردوس مکان کی ذات سے تھا ، اسلئے دورِ جدید مین اسکے ختم ہوجانیکا خطرہ تھا ۔ اس خطرہ کا میرزا صاحب کو احساس ہوا اور اونہون نے فوراً تہنیت نامہ لکھا ۔ سوءِ اتفاق سے یہ مکتوب مثل مین موجود نہین ۔ لیکن نواب خلد آشیان نے یکم مئی سنہ ٦٥ ع کو اس کے جواب مین تحریر فرمایا :

« مشفقا ! آنچه مشاهرۂ آن کرمفرما از عهد نوابصاحب و قبله فردوس مکان مقرر است انشاء الله تعالی بدستور جاری مانده ، حسب ضابطه بسامی خدمت رسیده خواهد ماند . » (١)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا صاحب نے تہنیت کیساتھ اپنے وظیفہ کے متعلق بھی کوئی درخواست کی تھی ۔ یہ خواهش معرضِ قبول تك پہنچی ، اور وظیفہ بدستور جاری رہا ۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے ٣٠ جولائی کو میان داد خان سیاح کو لکھا ہے کہ

« اپریل کا روپیہ رئیس حال سے مین نے پایا ۔ » (٢)

---

(١) مکاتیب ، ص ٤٩ ، حاشیہ نمبر ١ (٢) اردوی معلی ، ص ١٧

لیکن اس مکتوب سے ۲۴ روز قبل خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو قدرے تفصیلاً تحریر فرمایا تھا :

« والی رامپور کو خدا سلامت رکھی ۔ اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا ۔ جون ماہ گزشتہ کا روپیہ خدا چاھی تو آجائی ۔ آج جمعہ ۷ جولائی ھی ۔ معمول یہ ھی کہ دسوین بارھوین کو رئیس کا خط مع ھنڈوی آیا کرتا ھی ۔ » (۱)

تہنیت نامہ کا امید افزا جواب پا کر میرزا صاحب نے قصیدۂ تہنیت ارسال کیا. یہ قصیدہ بھی مثل مین موجود نہین. لیکن مین نے عودِ ھندی سے عریضہ نمبر ٤٤ کے حاشیہ مین نقل کردیا ھے. اس قصیدہ کی پزیرائی موافقِ امید ھوئی، تو میرزا صاحب کو بڑھاپے کی تمام مجبوریون کے باوجود سفرِ رامپور کیلئے آمادہ ھونا پڑا.

نواب خلد آشیان کا دعوتنامہ

میرزا صاحب نے اپنے ارادۂ سفر کی اطلاع میرزا داغ کو دی، اونھون نے کسی مناسب موقع پر سرکار کے حضور مین ذکر کیا. سرکار نے ۱۱ جون سنہ ٦٥ ع کو قصیدہ کی وصولیابی کے تذکار کے بعد تحریر فرمایا :

« درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشتہ موجب کمال مسرتہاست، چراکہ راقم نیز متمنی ملاقات شریف است. او تعالی شب یلدای فراق را بزودی هرچه تمامتر بایام وصال مبدل گرداند. » (۲)

اس دعوت کے بعد میرزا صاحب نے تقریباً چار ماہ توقف کیا. غالباً اسکی وجہ یہ ھوگی کہ سرکار نے جشنِ تخت نشینی کیلئے دسمبر کا پہلا ھفتہ مقرر فرمایا تھا. میرزا صاحب نے اسی زمانے کو سفر کیلئے زیادہ مناسب خیال کیا، لیکن سرکار کے جواب مین یہ لکھا، کہ

« حضرت کی خدمت مین نہ آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا. وہ آگ برسرھی ھی کہ طیور کے پر جل رھی ھین. بعد آگ کی پانی برسیگا. سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور ھنگامۂ آتش و آب رفع ھوا، اور مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا. انشاء اللہ العلی العظیم. » (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۸۰ (۲) مکاتیب، ص ۵۱، بقیۂ حاشیہ. (۳) ایضاً، ص ٥٤

«ہنگامۂ آتش وآب» کے ختم ہوجانیکے انتظار مین میرزا صاحب کو تقریباً چار ماہ توقف کرنا پڑا، اور ماہِ اکتوبر سنہ ٦٥ع مین «احرامِ بیت المعمورِ رامپور» باندھنے کی نوبت آئی ۔

سفر کی غرض

میرزا صاحب کے اس سفر کی غرض وغایت نواب فردوس مکان (طاب ثراہ) کے انتقال کی تعزیت اور نواب خلد آشیان کی مسند نشینی کی تہنیت تھی۔ مولوی عبد الرزاق شاکر کو سفر کی اطلاع دیتے ہوے لکھا ہے:

«قبلہ وکعبہ! فقیر پا در رکاب ہے ۔ سہ شنبہ چار شنبہ ان دونون دنون مین سے ایک دن عازم رامپور ہونگا ۔ تقریب وہان جانے کی رئیس مرحوم کی تعزیت اور رئیس حال کی تہنیت ۔ دو چار مہینے وہان رہنا ہوگا ۔» (۱)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا تھا:

«پیر و مرشد! نوابصاحب کا وظیفہ خوار، گویا اس در کا فقیر تکیہ‌دار ہون ۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا ۔» (۲)

لیکن اس تعزیت و تہنیت کی تہ مین جو غرض پنہان تھی اوسکا اظہار مرزا تفتہ کے خط مین کیا ہے ۔ فرماتے ہین:

«مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنے نہین آیا ۔ بھیک مانگنے آیا ہون ۔»(۳)

تاریخ روانگی

ابتداءً میرزا صاحب کا ارادہ تھا کہ سہ شنبہ یا چار شنبہ ان دونون مین سے ایک دن رامپور روانا ہون گے ۔ چنانچہ شاکر کو یہی لکھا بھی تھا ۔ لیکن نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو یکم اکتوبر سنہ ٦٥ع کو لکھا:

«میان! تم جانتے ہو کہ مین عازم رامپور تھا ۔ اسباب مساعد ہوگئے ۔ بشرط حیات جمعہ کو روانا ہونگا ۔» (٤)

مگر مرزا شہاب الدین خان بہادر کے نام کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے دلی سے روانہ ہوے ۔ فرماتے ہین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۱٦ ، و عود ، ص ۱٦۰ ۔ موخر الذکر مین «عازم رامپور ہونگا» ہے ۔
(۲) ایضاً ، ص ۲۰۸ ، و ایضاً ، ص ۱٦۹ (۳) اردوی معلی، ص ۹۸ (٤) ایضاً ، ص ۳۹۵

«هفتے کے دن دو تین گھڑی دن چڑھے احباب کو رخصت کر کے راہی ہوا. قصد یہ تھا کہ پلکھوے رہوں. وہاں قافلے کی گنجایش نپائی.» (۱)

حکیم غلام نجف خان کو مرادآباد پہنچکر جو خط لکھا ہے، اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتے کو ماہِ اکتوبر کی ۷ تاریخ تھی. فرماتے ہین :

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا. ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہی.» (۲)

حکیم احمد حسن مودودی کو صراحت سے لکھا ہے، کہ

«هفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانا ہوا.» (۳)

رفقای سفر اور سواری

اس سفر مین میرزا صاحب کے ساتھ باقر علیخان، حسین علیخان، کلو، نیاز علی اور دو آدمی اور کل ٦ نفوس تھے. میرزا صاحب نے پالکی مین اور دونون لڑکون نے کبھی رتھ اور کبھی گھوڑون پر راستہ طے کیا. بقیہ چار آدمیون اور سامانِ سرمائی کے لئے دو گاڑیان همراه تهین. حکیم غلام نجف خان کو بحولۂ بالا خط مین لکھا ہے :

«مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... دونون لڑکے دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھے هین.»

مرزا شہاب‌الدین خان بہادر کے خط مین لکھا ہے :

«دونون گھوڑے کوتل آگئے، دونون لڑکے رتھ مین سوار آتے هین.»

آدمیون کے بارے مین رامپور سے روانگی کے وقت مرزا علاءالدین احمد خان بہادر کو لکھا ہے :

«آج صبح کے سات بجے باقر علیخان اور حسین علی ... دلی کو روانا ہوے. دو آدمی میرے اونکے ساتھ گئے. کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میرے پاس هین.» (٤)

کیفیت و مناظر سفر

میرزا صاحب نے دلی سے رامپور تك ٦ منزلین طے کی تهین. حکیم احمد حسن مودودی کو تحریر فرمایا ہے :

«رامپور کی سرکار کا فقیر تکیه‌دار روزینه خوار هون. رئیس حال نے مسند نشینی کا جشن کیا.

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲ (۲) ایضاً، ص ۲۳۳ (۳) ایضاً، ص ۲٤۳ (٤) ایضاً، ص ۳٤۹

دعاگوی دولت کو در دولت پر جانا واجب ہوا۔ ہفتم اکتوبر کو دلی سی رامپور کو روانا ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہاں پہنچا۔» (۱)

مرزا شہاب الدین خان بہادر کو ان منازل کی تفصیل بتاتے ہوے تحریر فرماتے ہین :

«غازی‌آباد کا حال شمشاد علی سی سنا ہوگا۔ ہفتی کی دن دو تین گھڑی دن چڑھی احباب کو رخصت کرکی راہی ہوا۔ قصد یہ تھا کہ پلکنوی رہون۔ وہان قافلی کی گنجایش نپائی۔ ہاپوڑ کو روانا ہوا۔ دونون برخوردار گھوڑون پر سوار پہلی چلدیی۔ چار گھڑی دن رہی مین ہاپوڑ کی سرای مین پہنچا۔ دونون بھائیون کو بیٹھی ہوی اور گھوڑون کو ٹہلتی ہوی پایا۔ گھڑی بھر دن رہی قافلہ آیا۔ ... آج مین نی تمہاری والد کی نصیحت پر عمل کیا۔ چار بجی پانچ کی عمل مین ہاپوڑ نی چلدیا۔ سورج نکلی بابوگڈہ کی سرای مین آپہنچا۔ چار پائی بچھائی۔ اوسپر بچھونا بچھاکر حقہ پی رہا ہون، اور یہ خط لکھرہا ہون۔ دونون گھوڑی کوتل آگی دونون لڑکی رتھ مین سوار آتی ہین۔ اب وہ آئی اور کھانا کھالیا اور چلی۔» (۲)

حکیم غلام نجف خان کو ہاپوڑ سے مرادآباد پہنچکر لکھا ہے :

«بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا۔ ۱۰ جمادی الاول کی اور ۱۱ اکتوبر کی ہی۔ دونون لڑکی دونون گاڑیان اور رتھ اور آدمی سب پیچھی ہین۔ اب آتی جاتی ہین۔ رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جائینگی۔ گھبرایا ہوا ہون۔ تیسرا دن ہی پاخانہ پھری کو۔» (۳)

مناظرِ سفر کے متعلق حکیم غلام رضا خان کو تحریر کرتے ہین :

«تم سی رخصت ہوکر اور تمہین خدا کو سونپ کر روانۂ رامپور ہوا۔ موسم اچھا تھا۔ گرمی گزر گئی تھی۔ جاڑا ابھی چمکا نہ تھا۔ عالم اعتدال آب و ہوا۔ سایہ و سرچشمہ جا بجا۔ آرام سی رامپور پہنچا۔» (٤)

توشۂ راہ

ہاپوڑ کی سرائے مین میرزا صاحب نے اپنے واسطے چھٹانک بھر گھی مین دو شامی کباب تلوائے۔ لڑکون نے ارہر کی کھچڑی تیار کرائی، اور خوب گھی ڈالکر خود بھی کھائی، اور آدمیون کو بھی کھلائی۔ دوسرے دن کیلئیے سادہ سالن بغیر ترکاری کا پکوایا۔

منزل پر پہنچکر حسین علیخان پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتے

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۹۲ (۳) ایضاً، ص ۲۳۳ (٤) ایضاً، ص ٤۵۲

اور باقر علیخان کے ساتھ بیٹھکر کھا لیتے۔ مرزا شہاب‌الدین خان بہادر کے خط مین مرزا صاحب نے لکھا ہے:

« مین نے چھٹانک بھر گھی داغ کیا۔ دو شامی کباب اوس مین ڈالدیے۔ رات ہوگئی تھی۔ شراب پی لی۔ کباب کھائے۔ لڑکون نے ارہر کی کھچڑی پکوائی۔ خوب گھی ڈالکر آپ بھی کھائی، اور سب آدمیون کو بھی کھلائی۔ دن کیواسطے سادہ سالن پکوایا۔ ترکاری نہ ڈلوائی۔ باری آجتک دونون بھائیون مین موافقت ہے۔ آپس کی صلاح و مشورت سے کام کرتے ہین۔ اتنی بات زائد ہے کہ حسین علی منزل پر اوتر کر پاپڑ اور مٹھائی کے کھلونے خرید لاتا ہے۔ دونون بھائی ملکر کھا لیتے ہین۔ » (۱)

ناسازی طبیعت

راستہ کی تکان اور اوقاتِ غذا مین اختلال ہوجانے کے باعث میرزا صاحب کو قبض کی شکایت ہوگئی تھی۔ حکیم غلام نجف خانصاحب کو مرادآباد سے تحریر کیا ہے:

« بدھ کا دن پہر بھر دن چڑھا ہوگا کہ مین فقط پالکی پر مرادآباد پہنچا ... رات بخیر گزری۔ بشرط حیات کل رامپور پہنچ جاؤنگا۔ گھبرایا ہوا ہون، تیسرا دن ہے پاخانہ پھرے کو۔ » (۲)

تاریخ ورود رامپور

آخر کار چھ منزلین طے کر کے میرزا صاحب جمعرات کےدن ۱۲ اکتوبر سنہ ٦٥ ع کو رامپور تشریف لائے۔ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو رامپور سے تحریر فرمایا ہے:

« ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا۔ » (۳)

حکیم غلام نجف خان کے محولۂ بالا خط مین بھی، جو ۱۱ اکتوبر کو مرادآباد سے لکھا تھا، یہی تحریر کیا ہے کہ کل یعنی بارا اکتوبر کو رامپور پہنچ جاؤنگا۔ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام کے خط سے بھی یہی تاریخ مستنبط ہے۔ فرماتے ہین:

« ہفتم اکتوبر کو دلی سے رامپور کو روانہ ہوا۔ بعد قطع منازل ستہ وہان پہنچا۔ » (٤)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۹۲
(۲) ایضاً، ص ۲۳۳
(۳) ایضاً، ص ۲۰۸، و عود، ص ١٦٩
(٤) اردوی معلی، ص ۲٤۳

نواب خلد آشیان کی تواضع

نواب خلد آشیان نے میرزا صاحب کی بیحد تواضع اور مدارات کی. قیام کیلئے جرنیلی کی کوٹھی عطا ہوئی[1]، اور باورچیخانۂ سرکاری سے دونون وقت کھانا مقرر ہوا. حکیم غلام نجف خان نے اپنے خط مین کھانے کے متعلق تشویش کا اظہار کیا تھا. اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے اونہین لکھا ہے:

«صبح شنبہ ۲۱ اکتوبر سنہ ۱۸۶۵ ع. اقبالنشان عضد الدولہ حکیم غلام نجف خان کو غالب علیشاہ کی دعا پہنچی. تمھاری خط سی معلوم ہوا کہ تمکو میری کھانی پینی کی طرف سی تشویش ہی. خدا کی قسم لا مین یہان خوش اور تندرست ہون. دن کا کھانا ایسی وقت آتا ہی کہ پہر دن چڑھی تک میری آدمی بھی روٹی کھا چکتی ہین. شام کا کھانا بھی سویری آتا ہی. کئی طرح کی سالن، پلاؤ، متنجن، پسندی، دونون وقت روٹیان خمیری، چپاتیان، مربی، آچار. مین بھی خوش اڑکی بھی خوش. کلو اچھا ہوگیا ہی. سقا، مشعلچی، خاکروب سرکار سی متعین ہی. حجام اور دھوبی نوکر رکھ لیا ہی.» (۲)

۲۴ اکتوبر کو میرزا صاحب نے پھر حکیم صاحب کو خط لکھا. اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصہ مین سرکار نے کھانے اور جانورون کے گھاس دانے کی نقدی مقرر فرما دی تھی. فرماتے ہین:

«آج منگل کا دن ٤ جمادی الثانی کی اور ۲٤ اکتوبر کی ہی. کھانی کی اور گھوڑون اور بیلون کی گھاس دانی کی نقدی ہوگئی. لیکن اس مین میرا فائدہ ہی، نقصان نہین.» (۳)

تعظیم و توقیر اور اخلاص

نواب خلد آشیان قدردانیِ علم و ہنر مین اپنے والدِ مرحوم کے سچے جانشین تھے. اونھون نے میرزا صاحب کی تعظیم و توقیر اور خاطر و مدارات کا بیحد لحاظ کیا. میرزا صاحب ۲۱ اکتوبر کو حکیم صاحب کو لکھتے ہین:

«آجتک دو ملاقاتین ہوئی ہین. تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نہین.» (۲)

سرکار کا التفات روز بروز زیادہ ہونے لگا تو میرزا صاحب نے ۲٤ ماہِ مذکور کو پھر حکیم صاحب کو تحریر کیا:

---

(۱) یہ عمارت قلعۂ معلی کی مشرقی دروازہ کی باہر واقع تھی. نواب سید محمد حامد علیخان بہادر جنت مکان نی قلعۂ معلی کی قدیم عمارتین منہدم کراکی نئی عمارات تعمیر کرنی وقت بعد ترمیم مناسب قلعہ کی اندر داخل کر لیا ہی. آجکل یہ عمارت مہمان خانہ کا کام دیتی ہی.

(۲) اردوی معلی، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ۲۲۳

«اب روداد سنو۔ نوابصاحب کا اخلاص و التفات روز افزون ھی۔» (۱)

اوس بات کی کچھ اصل نہین

رامپور کے سفر سے قبل میرزا صاحب نے کوئی ایسی بات سنی تھی، جو انکے تعلق ریاست کیلئے خطرناک تھی۔ یہان آکر نوابصاحب کے التفات و اخلاص نے اوسکی تغلیط کردی۔ میرزا صاحب اپنی بیوی سے اس خطرہ کا ذکر کرچکے تھے۔ اسلئے اونکی پریشانی رفع کرنے کے خیال سے حکیم صاحب کے خط کے آخر مین اونکے صاحبزادہ کو مخاطب کرتے ہوے تحریر کیا ھے:

«ظہیرالدین خان بہادر کو دعا پہنچی۔ یہ خط لیکر تم اپنی دادی صاحب پاس جاؤ۔ اور یہ خط پڑھکر سناؤ۔ اور اونسی یہ کہدو کہ وہ بات جو مین نے تم سے کہی تھی وہ غلط ھی۔ اوسکی کچھ اصل نہین ھی۔» (۲)

نواب خلد آشیان کے متعلق میرزا صاحب کی رای

میرزا صاحب سرکار کے حسن صورت و سیرت کے اسقدر گرویدہ ہوے کہ اونھین بعض شیوہ و روش مین نواب فردوس مکان پر ترجیح دینے لگے۔ اس زمانہ مین سرکار نے بعض عمالان ریاست کو سرکاری مطالبات اور عام رعایا کو غلہ کا محصول معاف کردیا تھا۔ ان تمام واقعات نے مرزا صاحب کے دل پر اچھا نقش کیا۔ چنانچہ حکیم غلام رضا خان کے خط مین انکا اسطرح ذکر کیا ھے:

«نوابصاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیہ» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاہ کی برابر بلکہ بعض شیوۂ و روش مین اون سی بہتر ھین۔ بمجرد مسند نشینی کی غلہ کا محصول یکقلم معاف کیا، علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ ہزار روپیہ بابت مطالبۂ سرکاری بخشدیا۔ مفصل حالات بذل و نوال عند الملاقات زبانی کہونگا۔» (۳)

مرزا تفتہ کو لکھتے ھین:

«نوابصاحب از روی صورت روح مجسم، اور باعتبار اخلاق آیت رحمت ھین۔ خزانۂ فیض کی تحویلدار ھین۔ جو شخص دفتر ازل سی جو کچھ لکھوا لایا ھی، اوسکو ملنی مین دیر نہین لگتی۔ ایک لاکھ کئی ہزار روپیہ سال غلہ کا محصول معاف کردیا۔ ایک اھل کار پر ساٹھ ہزار کا محاسبہ معاف کیا، اور بیس ہزار روپیہ نقد دیا۔ منشی نولکشور صاحب کی عرضی

(۱) اردوی معلی، ص ۲۲۳ (۲) ایضاً، ص ۲۱۹ و ۲۲۰ (۳) ایضاً، ص ۴۵۲

پیش ہوئی . خلاصہ عرضی کا سنلیا . واسطی منشی صاحب کے کچھ عطیہ بتقریب شادی صبیہ تجویز ہورہا ہی . مقدار مجہپر نہین کہلی .» (۱)

نواب علاءالدین احمد خان بہادر علائی کے خط مین نوابصاحب کی تصویر کہینچتے ہین :

«رئیس کی تصویر کہینچتا ہون . قد ، رنگ ، شکل ، شمائل بعینه بهائی ضیاءالدین خان . عمر کا فرق اور کچھ کچھ چہرہ اور لحیہ متفاوت . حلیم ، خلیق ، باذل ، کریم ، متواضع ، متشرع متورع ، شعر فہم . سینکڑون شعر یاد . نظم کیطرف توجہ نہین . نثر لکہتی ہین اور خوب لکہتی ہین . جلالائی طباطبائی کی طرز برتتی ہین . شگفتہ جبین ایسی کہ اونکو دیکھنی سی غم کوسون بهاگ جائی . فصیح بیان ایسی کہ اونکی تقریر سنکر ایک اور نئی روح قالب مین آئی . اللهم دام اقباله و زاد اجلاله ! » (۲)

نوابصاحب کی دورہ کو روانگی اور میرزا صاحب کا لطیفہ

نواب خلد آشیان نے ۳ نومبر سنہ ٦٥ ع کو اضلاعِ ریاست کے معاینہ کیلئے تشریف لیجانے کا ارادہ فرمایا . مشایعت کیلئے میرزا صاحب بهی ساتھ تھے . سرکار پا برکاب ہوے تو حاضرین نے آداب وکورنش ادا کی . سرکار نے میرزا صاحب کے آداب پر تبسم کیساتھ ارشاد فرمایا . «خدا کے سپرد» . میرزا صاحب کی شوخیِ طبع نے گدگدایا ، اور آپ قدرے حزین صورت بناکر بولے : «حضرت خدا نے تو مجھے آپ کے سپرد کیا ہے . آپ پھر اولٹا مجکو خدا کے سپرد کرتے ہین . »(۳)

جشن جمشیدی

دسمبر کا پہلا ہفتہ جشنِ تخت نشینی کیلئے مقرر ہوا تھا ، اور اس تقریب کیلئے اسدرجہ شاندار تیاریان ہوئی تھین کہ میرزا صاحب نے اسکو «جشنِ جمشیدی» سے تعبیر کیا ہے . حکیم غلام نجف خان کو لکھتے ہین :

«نواب صاحب دوری سی یا آج شام کو یا کل آجائینگی . جشن جمشیدی کی تیاریان ہورہی ہین .» (٤)

۲۵ اکتوبر کو تاریخِ جشن کے متعلق لکھتے ہین :

«دسمبر کی پہلی سی جشن شروع ہوگا . ہفتہ دو ہفتہ کی مدت اوسکی ہی . بعد جشن کی رخصت ہونگا . خدا چاہی تو آخر دسمبر تک تمکو آ دیکھتا ہون .» (٥)

---

(۱) اردوی معلّی ، ص ۹۸ و ۹۹ (۲) ایضاً ، ص ٤٤١ (۳) یادگار غالب ، ص ٤٢
(٤) اردوی معلی ، ص ۲۳۱ (٥) ایضاً ، ص ۲۲٤

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے :

«جشن یکم دسمبر سی شروع ۔ ٥ دسمبر کو خلعت کا آنا مسموع ۔» (۱)

٦ دسمبر سنہ ٦٥ ع کو نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو جشنِ جمشیدی کی روداد لکھتے ہوے فرماتے ھین :

«یہان جشن کی وہ سامان ہو رھی ھین کہ اگر جمشید دیکھتا تو حیران رھجاتا ۔ شہر سی دو کوس پر آغاپور نامی ایك بستی ھی ۔ آٹھ دس دن سی وھان خیام برپا تھی ۔ پرسون صاحب کمشنر بہادر بریلی مع چند صاحبون اور میمون کی آئی ، اور خیمون مین اوتری ۔ کچھ کم سو صاحب اور میم جمع ھوی ۔ سب سرکار رامپور کی مہمان ۔ کل سہ شنبہ ٥ دسمبر حضور پرنور بڑی تجمل سی آغاپور تشریف لیگئی ۔ بارہ پر دو بجی گئی ، اور شام کو پانچ بجی خلعت پہنکر آئی ۔ وزیر علیخان خانسامان خواصی مین سی روپیہ پھینکتا ھوا آتا تھا ۔ دو کوس کی عرصہ مین دو ھزار روپیہ سی کم نہ ایثار ھوا ھوگا ۔ آج صاحبان عالیشان کی دعوت ھی ۔ «ٹپن» شام کا کھانا یہین کھائینگی ۔ روشنی ، آتشبازی کی وہ افراط کہ رات دن کا سامنا کریگی ۔ طوائف کا وہ ھجوم ، حکام کا وہ مجمع ، کہ اس مجلس کو طوائف الملوك کہا چاھیے ۔ کوئی کہتا ھی کہ صاحب کمشنر بہادر مع صاحبان عالیشان کی کل جائینگی ۔ کوئی کہتا ھی پرسون ۔» (۲)

عزم مراجعت

ابتداءً میرزا صاحب کا یہ ارادہ تھا کہ دو چار مہینے رامپور مین قیام کرین گے ۔ چنانچہ شاکر کو تاریخِ روانگیِ رامپور کی اطلاع دیتے ہوے تحریر کیا تھا :

«دو چار مہینی وھان رھنا ھوگا ۔ اب جو کوئی خط آپ بھیجین تو رامپور بھیجین ۔» (۳)

لیکن رامپور مین کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ اختتامِ جشن کے بعد رخصت طلب کرین ، اور آخرِ دسمبر تك دلی جا پہنچین ۔ حکیم غلام نجف خان کو ۲٤ اکتوبر کو لکھا ھے :

«دسمبر کی پہلی سی جشن شروع ھوگا ۔ ھفتہ دو ھفتہ کی مدت اوسکی ھی ۔ بعد جشن کی رخصت ھونگا ۔ خدا چاھی تو آخر دسمبر تك تمکو آ دیکھتا ھون ۔» (٤)

میرزا علائی کو ٦ دسمبر کو تحریر کیا ھے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۹۹ (۲) ایضاً ، ص ٤٤۱

(۳) ایضاً ، ص ۲۱٦ ، و عود ، ص ۱٦۰ (٤) اردوی معلی ، ص ۲۲٤

« بعد اختتام محافل طالب رخصت ہونگا ۔ بعد حصول رخصت دلی جاؤنگا ۔ » (۱)

اسیطرح قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کو بریلی کی دعوتِ قدوم کے جواب مین لکھا ہے :

« پیر و مرشد ! نوابصاحب کا وظیفہ خوار گویا اس در کا فقیر تکیہ دار ہون ۔ مسند نشینی کی تہنیت کیواسطے رامپور آیا ۔ مین کہان اور بریلی کہان ۔ ۱۲ اکتوبر کو یہان پہنچا ۔ بشرط حیات آخر دسمبر تک دہلی جاؤنگا ۔ » (۲)

لڑکون کی روانگی

باقر علیخان اور حسین علیخان اب نوجوان تھے ، اور اب انھین تنہا بھیجدینے مین اوس قسم کے خطرات پیدا نہین ہوتے تھے ، جنکے خوف سے سنہ ۶۰ ع کے سفر مین میرزا صاحب نے فردوس مکان کے اصرار کے باوجود رامپور قیام نہین کیا تھا ، اور بچون کی ضد پر راہی دہلی ہوگئے تھے ۔ لہذا میرزا صاحب نے دونون کو سرکار سے مراجعت کی اجازت دلا کر جمعہ کے دن ۲۲ دسمبر کو دو آدمیون کیساتھ دلی روانا کردیا ۔ سرکار نے وقت رخصت ایك ایك دوشالہ مرحمت کیا ۔ نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی کو اسکے متعلق میرزا صاحب نے لکھا ہے :

« آج صبح کی سات بجی باقر علیخان اور حسین علی ، ۱۴ مرغ ، ۶ بڑی اور آٹھ چھوٹی ، (لی) کی دلی کو روانہ ہوی ۔ دو آدمی میری اونکی ساتھ گئی ۔ کلو اور لڑکا نیاز علی یعنی ڈیڑھ آدمی میری پاس ہین ۔ نوابصاحب نے وقت رخصت ایك ایك دوشالہ مرحمت کیا ۔ » (۳)

میرزا صاحب کی تاریخ روانگی

اسی خط کے آخر مین میرزا صاحب نے لکھا :

« میری چلنے کا حال یہ ہی کہ انشاء اللہ تعالی اسی ہفتہ مین چلونگا ۔ »

۲۶ دسمبر کو پھر تحریر فرماتے ہین :

« جانا ! جانا ! ایك خط میرا تمھاری دو خطون کی جواب مین تمکو پہنچا ہوگا ۔ ... آج منگل ہی ۷ شعبان کی اور ۲۶ دسمبر کی ۔ دونو بھتیجی تمھاری جمعہ کی دن ۲۲ دسمبر کو روانۂ دہلی ہوی ۔ مین پرسون یوم الخمیس کو مرحلہ پیما ہونگا ۔ » (۴)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۴۴۲

(۲) ایضاً ، ص ۲۰۸ و عود ، ص ۱۶۹

(۳) اردوی معلی ، ص ۳۹۴

(۴) ایضاً ، ص ۳۹۶

اس حساب سے میرزا صاحب جمعرات کے دن ٢٨ دسمبر سنہ ٦٥ ع کو رامپور سے رخصت ہوئے۔

احباب رامپور سی آخری ملاقات

سرکار سے رخصت حاصل کرکے میرزا صاحب قیامگاہ پر تشریف لائے۔ یہان رامپور کے بعض احباب الوداع کہنے کیلئے پہلے سے جمع تھے۔ صاحبزادہ سید نجابت علیخان بہادر نے، جو اپنے والد صاحبزادہ سیّد ہدایت علیخان بہادر کے ساتھ میرزا صاحب سے آخری ملاقات کیلئے گئے تھے، ایکروز میرزا غالب کے تذکرہ مین حقیر عرشی سے بیان کیا، کہ جب میرزا صاحب سرکار مین سے واپس آئے، تو مین اپنے والد کے ہمراہ اونکے قیامگاہ پر موجود تھا۔ میرزا صاحب نے احباب کیطرف مخاطب ہوکر فرمایا:

«بھئی! ہم نے ابھی یہ شعر کہا ہے:

اب ہے دلی کیطرف کوچ ہمارا غالب ✲ آج ہم حضرتِ نواب سے بھی مل آئے»[1]

رخصتانہ کی رقم

میرزا صاحب نے ٢٨ نومبر کو رامپور سے تفتہ کو لکھا تھا:

«مین نثر کی داد اور نظم کا صلہ مانگنی نہین آیا، بھیك مانگنی آیا ہون۔ روٹی اپنی گرہ سی نہین کھاتا، سرکار سی ملتی ہی۔ وقت رخصت میری قسمت اور منعم کی ہمت۔» (٢)

نواب خلد آشیان تاریخِ تحریرِ خط سے ٢١ روز قبل ٧ نومبر سنہ ٦٥ ع کو ایك ہزار روپیہ عطا فرما چکے تھے۔ تاہم ٢٦ دسمبر سنہ ٦٥ع کو

(١) مولانا نظامی بدایونی نی شرح دیوان غالب اردو (مطبوعۂ نظامی پریس بدایون سنہ ١٩٢٢ ع) کی صفحہ ٢٥٤ پر یہ مقطع اور ایك شعر نقل کرکی حاشیہ مین لکھا ہی: «حضرت نواب سی نواب یوسف علیخان ناظم والی رامپور کی طرف اشارہ ہی۔ یہ اوس غزل کی شعر ہین جو رامپور سی رخصت ہوتی وقت لکھی تھی۔ چونکہ دیوان اوسوقت مرتب ہوکر شایع ہو چکا تھا۔ اسلئی دیوان مین شامل نہین ہوئی»۔ اس بیان مین مولانا سی تسامح ہوا ہی۔ کیونکہ ایك عینی شاہد کی بیان سی معلوم ہوتا ہی، کہ یہان نواب خلد آشیان محمد کلب علیخان بہادر مراد ہین۔ علاوہ ازین چونکہ پہلی سفر مین میرزا صاحب رامپور سی دیوان اردو کی نقل لیگئی تھی، جس سی دیوان طبع ہوا، اسلئی نواب فردوس مکان کی بجائی نواب خلد آشیان کی عہد کی غزل کا اوس مین شامل نہونا قرین قیاس اور مطابق واقعہ ہو سکتا ہی۔

(٢) اردوی معلی، ص ٩٨

۲۰۰ روپیہ بوجہِ زادِ راہ مرحمت فرما کر میرزا صاحب کی اس آرزو کی بھی تکمیل کردی ۔

نواب ضیاءالدین خان بہادر کی فرمایش

نواب ضیاء الدین خان بہادر نیّر نے میرزا صاحب سے فرمایش کی تھی کہ رامپور سے بانس کی غلیل لائین ۔ میرزا صاحب نے فرمایش پوری کی ۔ لیکن غلیل پر جو کچھ بیتی وہ دلچسپی سے خالی نہین ۔ علائی کے نام رامپور سے ۲٦ دسمبر کو لکھا ھے :

« تو کان گروھہ کہا کر ۔ فارسی بھگارا کر ۔ مجھسی ھندی کی چندی سن ۔ ایك غلیل حضور نی دینی کی ھی ۔ ایك علی اصغرخان سی میٹھی ۔ دونون کل آئینگی ۔ » (۱)

لیکن سوءِ اتفاق سے فرمایش کی تکمیل مین سعی کے بعض مدارج رھگئے ، اور غلیل پر نئی افتاد پڑی ۔ ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ ع کو میرزا صاحب علائی کو لکھتے ھین :

« میان چلتی وقت تمھاری چچا نی غلیل کی فرمایش کی تھی ۔ رامپور پہنچکر وہ بڑی سعی و تلاش مات آ گئی ۔ بنوا رکھی ۔ لڑکون نی ملازمون نی سب نی مجھسی سنلیا کہ یہ نواب ضیاءالدین خان کیواسطی ھی ۔ اب چلنی سی ایك ھفتہ پہلی تمنی غلیل مانگی ۔ بھائی ! کیا بتاؤن کہ کتنی جستجو کی ۔ کہین بہم نہ پہنچی ۔ دس روپیہ تك مول کو نہین ملی ۔ نواب صاحب سی مانگی ۔ توشہ خانہ مین بھی نہ تھی ۔ ایك امیر کی ھان پتا لگا ۔ دوڑا ھوا گیا ۔ کھپچی موجود پائی ۔ لیکن کیا کھپچی ؟ جیسی نجف خان کی عہد مین تورانیون مین ھماری تمھاری ھڈی ۔ بنوانی کی فرصت کہان ؟ آج لی کل چلدیا ۔ اس بانس کی قدر کرنا ، اور اسکو اچھی طرح بنوا لینا ۔ » (۲)

سفر کی مصائب

رامپور سے واپسی مین میرزا صاحب کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ۔ دریای رام گنگا مین سرمائی بارش کے سبب سیلاب تھا ۔ میرزا صاحب کی پالکی کے پار ھوتے ھی پانی کے زور سے کشتیون کا عارضی پل ٹوٹ گیا ۔ اسباب کی گاڑیان اور خدام سب مجبوراً اوس پار رہ گئے ، اور میرزا صاحب یکہ و تنہا صرف ایك کمبل ساتھ لیئے مرادآباد کی سرا مین اقامت گزین ھوے ۔

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۹٦ (۲) ایضاً ، ص ٤۱٥ . نسخہ مین « کرتا » اور « بنوا لیتا » ھی ۔

بڑھاپے کی کمزوری سرمائی تکلیفون کا مقابلہ نکر سکی، اور یہ بیمار ہوگئے. پانچ دن صدرالصدور مرادآباد کے ہاں قیام کیا، اور جب قدرے رو بصحت ہوے تو دلی کا عزم کیا. دلی پہنچکر نواب خلد آشیان کو لکھتے ہین:

«بعد تسلیم معروض ھی . مرادآباد پہنچا، بعد پالکی کی اوتر آنیکی پل کا ٹوٹ جانا، گاڈی اسباب یہانتك کہ رخت خواب کا مع آدمیون کی اوسی زمہریر کی میدان مین رہنا، بغیر جاڑی کی کچھ نہ کھانا، خیر جو اونپر گزری وہ جانین مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹہرا. بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑ رہا. یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی.

گرم فریاد رکھا شکل نہالی نی مجھی * تب امان ھجر مین دی برد لیالی نی مجھی

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا. صاحبزادہ ممتازعلیخان بہادر کی بھیجی ہوی دو فرشتی آئی. اوٹھاکر سعید الدین خانصاحب کی ہان لیگئی. صاحبزادہ صاحب نی وہ تعظیم و تکریم، اور سعید الدین خانصاحب نی وہ تکریم و تعظیم کی، کہ میری ارزش سی زیادہ تھی. ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدر الصدور آئی، اور مجھی اپنی گھر لیگئی. پانچ دن وہان رہا. بھائی نواب مصطفی خان بہادر وہین مجھسی آکر ملی. دوسری دن وہ رہگرای دار السرور رامپور اور مین جادہ نورد ستم آباد دہلی ہوا.» (۱)

سرکار کی ہمدردی

یہ عریضہ ۱۰ جنوری سنہ ٦٦ ع کو تحریر کیا تھا. لیکن سرکار کو اس کے پہنچنے سے پہلے نواب مصطفی خان بہادر شیفتہ کی زبانی تمام حالات کی اطلاع مل چکی تھی. اونھون نے مرادآباد کے پتہ سے میرزا صاحب کو لکھا:

«زبانی نواب مصطفی خان بہادر کی دریافت ہوا کہ مرادآباد مین کچھ طبیعت آپکی علیل ہوگئی ھی. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا ہوا. اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ہوتا ھی کہ خیریت مزاج سی مطلع کیجی. اور اگر ہنوز طبیعت مائل باعتدال نہو، اور آپکا ارادہ قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت ہو، تو آپ رامپور مین تشریف لائیے. یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا.» (۲)

اس فرمان کے جواب مین میرزا صاحب نے ۲۱ جنوری کو لکھا:

«اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سی رامپور تك ذوق قدمبوس مین جوانانہ گیا. اختلافات آب و ہوا و تفرقۂ اوقات غذا کو ہرگز نہ مانا، اور رنج راہ کو ہرگز خیال مین نہ لایا. وقت معاودت اندوہ فراق نی وہ فشار دیا، کہ جوہر روح گداز پاکر ہر بن مو

(۱) مکاتیب، ص ٦٥ (۲) ایضاً، ص ٦٨، حاشیہ نمبر ۲

سی ٹپك گیا . اگر آپکی اقبال کی تایید نہوتی، تو دلی تك میرا زندہ پہنچنا محال تھا . جاڑا، مینہ، قبض و انقباض، فقدان جوع، فاقہ ھای متواتر، منزلهای نامانوس، ھاپوڑ تك آفتاب کا نظر نہ آنا، شب و روز ھوای زمہریر کا جانگزا رھنا . باری ھاپوڑ سی چلکر نیر اعظم کی صورت دکھائی دی. دھوپ کھاتا ھوا دلی پہنچا . ایك ھفتہ کوفتۂ و رنجور رھا . اب ویسا پیرو ناتوان ھون جیسا کہ اس سفر سی پہلی تھا . خدا وہ دن کری کہ پھر اوس در پر پہنچون !» (۱)

میرزا صاحب لٹگئی

اس سفر مین میرزا صاحب کی تکالیف اس حد کو پہنچگئی تھین کہ وہ اسکو تاراجیِ حسنِ فکر سے تعبیر کرتے تھے . مرزا شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھتے ھین :

«رامپور کی سفر مین تاب و طاقت، حسن فکر، لطف طبیعت، یہ سب اسباب لٹگیا . » (۲)

سفر رامپور کا رہ آورد

ان جسمانی اذیتون نے میرزا صاحب کی صحت پر بہت برا اثر کیا، اور انھین رعشہ و ضعفِ بصر کی شکایت زیادہ ھوگئی . ۱۲ مئی سنہ ٦٦ ع کو مولوی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر فرماتے ھین :

«تمکو میری خبر بھی ھی . آگی ناتوان تھا . اب نیمجان ھون . آگی بہرا تھا . اب اندھا ھوا چاھتا ھون . رامپور کی سفر کا رہ آورد ھی رعشہ و ضعف بصر . جہان چار سطرین لکھین، انگلیان ٹیڑھی ھوگئین . حرف سوجھنی سی رھگئی . » (۳)

وقت و تاریخ ورود دھلی

عناصر کی ان بیرخائیون کا مقابلہ کرتے ھوے میرزا صاحب ۸ جنوری سنہ ۱۸٦٦ ع کو دو شنبہ کے دن گیارا بجے دلی پہنچے . مرزا تفتہ کو ورود کی اطلاع دیتے ھوے تحریر کرتے ھین :

«لو صاحب! کھچڑی کھائی دن بہلائی . کپڑی پھاڑی گھر کو آئی . ۸ جنوری ماہ و سال حال دوشنبہ کی دن غضب الھی کیطرح اپنی گھر پر نازل ھوا . تمھارا خط مضامین دردناك سی بھرا ھوا رامپور مین مین نی پایا . جواب لکھنی کی فرصت نہ ملی . بعد روانگی کی مرادآباد مین پہنچکر بیمار ھوگیا . پانچ دن صدر الصدور صاحب کی ھان پڑا رھا . اونھون نی بیمارداری اور غمخواری بہت کی . » (٤)

حکیم احمد حسن مودودی کو لکھا ہے :

(۱) مکاتیب، ص ٦٨ (۲) اردوی معلی، ص ۳۲۱ (۳) ایضاً، ص ۳۷ (٤) ایضاً، ص ۱۰۸

«هشتم جنوری کو دلی پہنچا۔ عرض راہ مین بیمار ہوا۔ پانچ دن مرادآباد مین صاحب فراش رہا۔ اب جیسا فرسودہ روان ناتوان تھا ویسا ہون۔» (۱)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھتے ہین :

«بندۂ گنامگار شرمسار عرض کرتا ہو، کہ پرسون غازی‌آباد کا اوٹھا ہوا گیارہ بجی اپنی گھر پر مثل بلای ناگہانی نازل ہوا ہون۔

باید کہ کنم ہزار نفرین بر خویش * اما بزبان جادۂ راہ وطن» (۲)

مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکھا ھے :

قبلہ! یہ تو آپ کو معلوم ہوگیا ہوگا کہ ۸ جنوری کو فقیر دلی پہنچا، تھکا ماندہ خستۂ و رنجور۔ ہنوز افاقت کلی نہین پائی۔» (۳)

یہی تاریخ نواب خلد آشیان کو بھی لکھی ھے۔ فرماتے ھین :

«دوشنبہ ۲۰ شعبان ۱۲۸۲، ۸ جنوری ۱۸۶٦ در غمکدہ پر پہنچا۔ حضور کی اقبال کی تایید تھی۔ ورنہ مین اور جیتا دلی پہنچتا۔» (٤)

دلی سی باہر رہنی کی کل مدت

میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنہ ٦٥ ع کو دلی سے روانا ھوے اور ۸ جنوری سنہ ٦٦ ع کو دلی واپس پہنچے۔ اس حساب سے انکی دلی سے باہر رہنے کی کل مدت تین ماہ ھے۔

ارسال ھدایا

میرزا صاحب اور دربارِ رامپور کے درمیان حسبِ ضابطۂ مودت و خلوص تحفے اور ھدیات کی آمد و شد کا سلسلہ بھی پایا جاتا ھے۔ سرکاری تحفون مین رامپور کے آم ھوتے تھے، جو طبعاً مرغوب ھونے کیوجہ سے میرزا صاحب کو انگریزی خلعت اور سرکاری عطیات سے کم نہ معلوم ھوتے ھونگے۔ ۱۷ جون سنہ ٦۲ ع کو میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو لکھا ھے :

«رامپور نی نوابصاحب اپنی باغ کی آمون مین سی اکثر بسبیل ارمغان بھیجتی رہتی ہین۔» (۵)

جولائی سنہ ٦٤ ع مین سرکار نے دو سو آم بھیجے تھے۔ میرزا صاحب

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷۹ (۳) عود، ص ۱٦۲
(٤) مکاتیب، ص ٦۷ (۵) اردوی معلی، ص ۲۹

۵ جولائی کو اس عنایت کی رسید مین لکھتے ھین:

«نوازشنامہ اور اوسکی ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین.

«شکر نعمتہای تو چندان کہ نعمتہای تو». »(۱)

وقتاً فوقتاً میرزا صاحب بھی پھل بھیجا کرتے تھے. ایکبار انھون نے رنگترے ارسال کیئے، تو اسکی رسید مین ۲ جون سنہ ٦١ع مطابق ۲۲ ذیقعدہ سنہ ۷۷ ھ کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا، کہ دمریزی رنگترے موصول ہوے. شکریہ قبول فرمائیے.

فرمایشین

اس کے علاوہ کبھی کبھی دونون طرف سے بعض چیزون کی فرمایش بھی ھوجاتی تھی. سنہ ٦٤ع مین نواب فردوس مکان نے چوب چینی کی فرمایش کی. میرزا صاحب نے بڑی کوشش سے پانچ سیر «رنگین و سنگین و بےگرہ یا کم گرہ قطعاتِ چوب چینی» مہیا کرکے سرکاری کہار کے ھاتھ روانا کیئے، اور از راہِ معذرت لکھا:

«دلی اب شہر نہین. چھاؤنی ھو. کنپ ھو. نہ قلعہ نہ شہر کی امرا، نہ اطراف شہر کی روسا.» (۲)

رامپور کے دوسرے سفر مین نواب ضیاءالدین خان بہادر نیر کیلئے میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان سے ایک بانس کی غلیل مانگی تھی. سرکار نے حکم دیا کہ توشہ خانۂ خاص سے عطا کردیجائے. میرزا صاحب رامپور سے ۷ شعبان سنہ ۸۲ ھ مطابق ۲٦ دسمبر ٦٥ ع کو علائی کے خط مین لکھتے ھین:

«مجھ سی ھندی کی چندی سن. ایک غلیل حضور نی دینی کی ھو.» (۳)

بعد ازان اسی غلیل کے متعلق ۲۵ شعبان مطابق ۱۳ جنوری سنہ ٦٦ع کو لکھا ھے:

«اب چلنی سی ایک ھفتہ پہلی تم نی غلیل مانگی. بھائی کیا بتاؤن، کہ کتنی جستجو کی. کہین بہم نہ پہنچی. دس روپیہ تک مول کو نہ ملی. نوابصاحب سی مانگی. توشہ خانہ مین بھی نہ تھی.» (٤)

۱۱ جولائی سنہ ٦١ع مطابق غرۂ محرم سنہ ۷۸ ھ کو میرزا صاحب نے آمون کی فرمایش کی تھی. اس کے جواب مین نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا:

(۱) مکاتیب، ص ۳۹ (۲) ایضاً، ص ٤۳ (۳) اردوی معلی، ص ۳۹٦ (٤) ایضاً، ص ٤۱۵

« در بارہ ترسیل انبہ‌ھای کی ، کہ زیب ترقیم فرمایا ھی ، حال یہ ھی کہ امسال بہار انبہ کی باغات اس سرکار مین بہت قلیل اور کم رھی . اور علاوہ اسکو عجب کیفیت اون مین پیدا ھوئی کہ قابل رکھنی دو چار دن کی نہ تھی . یعنی در صورت رکھنی کی خراب اور بوسیدہ ھو جاتی تھی . اس سبب سی بھیجنا انبہ‌ھای کا متصور نہوا . ظہورا اس امر کا بعالم مجبوری تصور فرمائیے . »

دیگر خدمات

میرزا صاحب سرکار کی دیگر خدمات بجا لانے کیلئے بھی ہر وقت تیار رھتے . ۱۰ ربیع الاول سنہ ۸۱ ھ مطابق ۱٤ اگست سنہ ٦٤ ع کو نواب فردوس مکان نے تحریر فرمایا :

« درینولا شب سہای ساھو رھنیوالی رامپور کی بغرض علاج چشم دھلی گئی ھین . آپ اطبای دھلی کو دکھا کر علاج کرادین . یہ متوسل اس سرکار کی ھین . »

میرزا صاحب نے ساھو صاحب کا دلی مین بخوبی علاج کرادیا .

جولائی سنہ ٦٧ ع مین نواب خلد آشیان نے مرزا رحیم الدین بہادر حیا سے لکھوایا کہ دلی کے فاضل شطرنج باز کو رامپور روانا کردیجے . میرزا صاحب نے اوسکو خرچ دیکر روانہ کیا اور اطلاعاً نواب صاحب کی خدمت مین لکھا :

« بموجب تحریر میرزا رحیم الدین بہادر حیا کی فاضل شطرنج باز کو خرچ دیکر روانہ کیا . » (۱)

سرکار کا طریق خطاب

سرکاری فرامین مین میرزا صاحب کو مساویانہ مخاطب کیا جاتا تھا . چنانچہ القاب ، آداب اور خاتمہ ، ہرجگہ مساوات و محبت کا لحاظ پایا جاتا ، اور علی العموم فرمان کا انداز یہ ہوتا ھے :

« نوابصاحب مشفق مہربان کرمفرمای مخلصان سلمہ اللہ تعالی . بعد اشتیاق مواصلت موفور المسرت کہ متجاوز التحریر ھی مشہود ضمیر مودت تخمیر کی ھو .... زیادہ جمعیت و نشاط ھو . »

اثنای مطالب مین جہان میرزا صاحب کے خط کا حوالہ آیا ھے وھان اونکے مکتوب کو « سامی صحیفۂ لطف آگین » یا « نمیقۂ انیقۂ بلاغت مشحون » یا دیگر تعظیمی الفاظ سے تعبیر کیا گیا ھے . اسیطرح ہرجگہ لفظ « مشفقا » سے

(۱) مکاتیب ، ص ۹۵

تخاطب نظر آتا ھے. ان رواسم و آداب سے اندازه ھوسکتا ھے، که سرکارِ رامپور سے میرزا صاحب کے تعلقات کی نوعیت کیا تھی.

میرزا صاحب کا طریق خطاب

خود میرزا صاحب کے عرایض کے القاب، آداب اور خاتمه بھی اس پر شاھد ھین که اس رشته کی بنا احسان وعنایت سے زیاده محبت و خلوص پر تھی. چنانچه میرزا صاحب نے تقریباً تمام عرایض مین «ولیِ نعمت» سے مخاطب کیا ھے، اور «بعدِ تسلیم معروض ھے» سے اظهار مطلب شروع کرکے «زیاده حدِ ادب» پر عریضه کو ختم کردیا ھے. خاتمه مین صرف دو دعائیه شعر پائے جاتے ھـین، جن مین سے کبھی ایك کبھی دوسرا خط کی زینت بڑھاتا رھتا تھا. یه بھی بناوٹ اور تصنع سے دوری و نفرت پر دلالت کرتا ھے.

میرزا صاحب کے رامپوری شاگرد

میرزا صاحب کے خطوط مین رامپور کے صرف ایك ایسے بزرگ کا ذکر آیا ھے، جو اون سے اصلاح لیا کرتے تھے. یه صاحبزاده سید عباس علیخان بهادر ابن نواب سید عبد العلیخان بهادر، نواب فردوس مکان کے حقیقی چچازاد اور نسبتی بھائی، اور نواب خلد آشیان کے حقیقی مامون تھے. بیتاب تخلص کرتے اور میرزا صاحب سے اصلاح لیا کرتے تھے. میرزا صاحب نے میان داد خان سیاح کو ۲۳ اپریل سنه ۱۸٦۷ع کو لکھا ھے:

«مین اب محض نکما ھوگیا. خدا جھوٹ نه بلوائو. پچاس جگه سی اشعار واسطی اصلاح کی آئی ھوی بکس مین دھری ھین. ازانجمله تین صاحبون کی نام تمکو لکھتا ھون. سر ابراھیم علیخانصاحب، میر عالم علیخانصاحب، نواب عباس علیخان رئیس حال رامپور کی حقیقی مامون.» (۱)

(۱) اردوی معلی، ص ۳۳

انشای غالب

میرزا صاحب کے عہد تك ہندوستان کا تعلیم یافته طبقه فارسی زبان مین اظہارِ خیالات پسند کرتا ، اور دیسی زبان کا پایه اپنے مرتبه سے فروتر جانتا تھا . عرصۂ دراز تك میرزا صاحب بھی اسی روشِ عام کے دلداده رہے . لیکن رفته رفته انکی فارسی خط وکتابت کی جگه اردو نے حاصل کرنی شروع کردی ، جو آخرِ عمر تك پہنچکر انکے اظہارِ خیالات کا واحد ذریعه ہوگئی .

اردو انشا کا آغاز اور خواجه حالی کی رای

اردو مراسلت کی ابتدا کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی تصریحی بیان موجود نہین . البته خواجه حالی مرحوم تحریر فرماتے ہین :

« معلوم ہوتا ہی که مرزا سنه ۱۸۵۰ ع تك همیشه فارسی مین خط کتابت کرتی تھی . مگر سنه مذکور مین ، جبکه وه تاریخ نویسی کی خدمت پر مامور کئی گئی ، اور همه تن مہرنیمروز کی لکھنی مین مصروف ہوگئی ، اسوقت بضرورت انکو اردو مین خط کتابت کرنی پڑی ہوگی . وه فارسی نثرین اور اکثر فارسی خطوط ، جن مین قوت متخیله کا عمل اور شاعری کا عنصر نظم سی بھی کسیقدر غالب معلوم ہوتا ہی ، نہایت کاوش سی لکھتی تھی . پس جب انکی همت مہرنیمروز کی ترتیب و انشا مین مصروف تھی ضرور ہی که اسوقت اونکو فارسی زبان مین خط کتابت کرنی اور وه بھی اپنی طرز خاص مین شاق معلوم ہوئی ہوگی . اسلئی قیاس چاهتا ہی که انھون نی غالباً سنه ۵۰ ع کی بعد سی اردو زبان مین خط لکھنی شروع کئی ہین . » (۱)

مہر صاحب کا اختلاف

مولانا غلام رسول مہر کو خواجه صاحب کی راے سے اختلاف ہے . اونکے نزدیك میرزا صاحب کی اردو مراسلت سنه ۱۸۵۰ ع سے قبل شروع ہوچکی تھی . لیکن وه اسلئے ضایع ہوگئی که اوسوقت کے اهل علم اردو کو اهمیت نہین دیتے تھے . مولانا کے وجوهِ اختلاف حسب ذیل ہین :

---

(۱) یادگار غالب ، ص ۱۷٤

«... اول مہر نیمروز کوئی بڑی کتاب نہین جسکی ترتیب مین غالب کی اوقات کا بیشتر حصه صرف ہوتا ہوگا. یه کتاب انہون نی کم و بیش پانچ برس مین مرتب کی، موجودہ مطبوعه صورت مین اسکی ۱۱۸ صفحی هین. اس سی ظاهر هی که باعتبار اوسط وہ سال بھر مین زیادہ سی زیادہ پچیس صفحات لکھتی رهی، اور یه غالب جیسی قادر الکلام اور مشاق نثر نگار کیلئی کوئی بہت بڑا کام نہین هی، جسکی تکمیل کی خاطر انہین فارسی خط و کتابت ترك کرنی پڑی هو.

دوسری خط وکتابت مین انکا عام انداز پیچیدہ اور الجھا ہوا نه تھا. بلکه جوکچھ لکھتی تھی عموما بلا تکلف لکھتی تھی. اردو خطوط کیطرح فارسی خطوط مین بھی تکلفات سی آزادگی هر مقام پر ظاهر هی. انہون نی «پنج آهنگ» کی آغاز مین نثر نگاری کی جو خصایص بیان کئی هین ان سی ظاهر هی که وہ ابتدا هی سی صحیح راسته پر گامزن تھی. اور یه نہین کہا جاسکتا که هر فارسی خط کی لفظ لفظ پر گھنٹون مصروف فکر رهتی تھی.

تیسری انکی فارسی مکاتیب مین ایك خط منشی جواهر سنگھ جوهر کی نام هی، جس مین سر کیلئی لنگی کی فرمایش کی هی. اس خط کی آخر مین مطبوعه «پنج آهنگ» مین یکم دسمبر سنه ۱۸۴۸ع مطابق چہارم محرم سنه ۱۲۵۱ھ ثبت هی. ہجری اور عیسوی تاریخ مین مطابقت نہین ہوتی. جس سی ظاهر ہوتا هی که کم از کم ایك تاریخ ضرور غلط هی. اگر تاریخ ہجری کو سنه ۱۲۵۱ھ کی بجائی سنه ۱۲۶۱ھ رکھا جائی تو عیسوی تاریخ سنه ۱۸۴۵ع ہونی چاهئی. میرا خیال هی که یہی صحیح هی. ان کی اردوی معلی کی ایك خط مین بھی منشی جواهر سنگھ سی لنگی کا تقاضا موجود هی. وہ فرماتی هین: «کیون صاحب وہ هماری لنگی ابتك کیون نہین آئی. بہت دن ہوی جب تم نی لکھا تھا که اسی هفتی بھیجونگا». یه دونون خط لازماً ایك دوسری سی قریب کی زمانی مین لکھی گئی ہونگی. میرا خیال یہی هی که غالب سنه ۱۸۵۰ع سی قبل اردو خط و کتابت شروع کرچکی تھی. لیکن چونکه اس زمانی مین اردو نثر کو اهل علم زیادہ بلند پایه نہین دیتی تھی. اسلئی وہ خط محفوظ نه رہ سکی. لیکن جیسی جیسی اردو کا رواج بڑھتا گیا اور فارسی کا رواج کم ہوتا گیا غالب کی خط و کتابت فارسی کی بجائی اردو مین زیادہ ہوتی گئی.» (۱)

وجوہ مین کلام

میری ناقص رائے مین مولانا مہر کے وجوہِ اختلاف مین کلام کی گنجایش موجود ہے. اونکی پہلی دلیل کے متعلق یه عرض ہے که میرزا صاحب کے زمانه تك جس قسم کی فارسی زبان ایران و ہندوستان مین مروج تھی، اوسکی بہترین مثالین ابوالفضل، ظہوری، جلالایِ طباطبائی، میرزا طاہرِ وحید وغیرہ اہلِ قلم کی تصنیفات ہین. یه سب بزرگ اپنے کلام کی زینت و شکوہ

(۱) غالب مصنفهٔ مہر، ص ۳۰۷

کیلئے عربی الفاظ بکثرت استعمال کرتے تھے. ان الفاظ نے رفتہ رفتہ اصطلاحی حیثیت اختیار کرلی تھی، اور تقریباً ہر فارسی نویس، خواہ اوسکی ادبی حیثیت و استعداد معمولی ہی ہوتی، اپنی روزمرہ کی تحریرون مین ان وزنی الفاظ کو کھپانے کا عادی ہوگیا تھا. اسکے علاوہ مخصوص استعارے اور تشبیہین بھی رواجِ عام حاصل کرچکی تھین. چنانچہ ابوالفضل کے بعد سے میرزا صاحب کے وقت تك مختلف اصحاب کی ادبی اور تاریخی تالیفات دیکھنے سے صاف نظر آتا ہے کہ اظہارِ مطالب مین ہر پچھلے فارسی نویس نے اپنے پیشرو کے نشانہاے قدم پر قدم رکھنے کی پوری کوشش کی ہے، اور تقریباً سب نے ایك مضمون کو ایك ہی انداز مین لکھا ہے.

میرزا صاحب کو قدرت نے اُپچ والی طبیعت عطا کی تھی. وہ فطرتاً روشِ عام کو ناپسند کرتے تھے، اور چاہتے تھے کہ اپنی انفرادیت کو میدانِ ادب مین بھی نمایان رکھین. اونکی اس فطری اُپچ اور انفرادیت کی کوشش کا اثر نثرِ فارسی پر بھی پڑا، اور وہ طرزِ اداي مطالب اور انتخابِ الفاظ دونون مین ابوالفضل وغیرہ ادیبون کی نثر سے ممتاز ہوگئی.

چونکہ میرزا صاحب نے قدیم شاہراہ سے ہٹکر ایك نئی روش اختیار کی تھی، اسلئے اونھین قدم قدم پر وہ تمام مشکلات پیش آتی ہونگی، جو پرانی طرز کے تارك اور نئے انداز کے موجد کو پیش آیا کرتی ہین. اور چونکہ میرزا صاحب رسمِ عام کے برخلاف عربی الفاظ کے استعمال سے بھی حتی المقدور احتراز کیا کرتے تھے، حتی کہ اونکی اکثر تحریرون سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کاتب نے ایك پیش پا اوفتادہ عربی لفظ ترك کرکے بالقصد فارسی نژاد لفظ استعمال کیا ہے، پس کسطرح باور کیا جاسکتا ہے کہ قطعِ نظر اور تمام تحریرون سے خود «مہرِ نیمروز» کی تالیف مین بھی میرزا صاحب نے کافی غور و خوض کی ضرورت محسوس نہ کی ہوگی. خصوصاً جبکہ «مہرِ نیمروز» اکبر نامہ

کے مقابلہ مین لکھی جا رہی تھی اور انھین ایک مسلم الثبوت استاد سے بازی لیجانا منظور تھا۔

ان دشواریون کی تصدیق خود میرزا صاحب کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ انھون نے «مہرِ نیمروز» کے دیباچہ مین لکھا ہے کہ مین نے اپنی عمر کا گزشتہ حصہ بادہ خواری و نظم نگاری مین بسر کیا تھا۔ اگر کبھی ضرورتاً نثر نگاری کا اتفاق ہوا تو نثر کو نظم ہی کے مستانہ انداز مین لکھا۔ بنا برین سلاطینِ تیموریہ کی تاریخ جس اندازِ نگارش کی مقتضی ہے اس ابتلا و پریشانی کے زمانہ مین، کہ دل افسردہ اور تن خستہ ہے اور یہ حال ہے کہ

«نگارش اگر همه یك صفحه بیش نبود، پیش ازانکه انجام گزینـد و بهم پیچیدن ورق را هنگام آید انامل بهم پیچـد، و کلك از بنـان فرود افتـد.» (۱)

مجھ سے اسکا انصرام ممکن نہین۔ لھذا یہ کسطرح مناسب ہوگا کہ روزگار یہ فیصلہ کر لے کہ

«در فسانه سرائی آوازهٔ ساز مرا اندازه و اندازهٔ انداز مرا آزمودن برگیرد.» (۱)

بہر حال مین

«از کار فرمائی این نگارش سپاس پزیرم، که بپرداختن این نمط، که خود را چون سایه با زمین هموار ساختـه ام تا پرداختـه ام، و به انگیختن این نقش که چشم و دل و نگاه و نفس باهم آمیختـه ام، تا انگیختـه ام، دست از کارهـای دگر کوتاه است و دل از اندیشه‌هـای دگر برکنـار.» (۲)

میرزا صاحب کی اس تصریح کے بعد کہ «مین نے اس روش کے نباھنے مین اپنے آپکو سایہ کیطرح زمین پر بچھا دیا تھا، اور اس نقش کی درستگی مین چشم و دل و نگاہ و نفس سب کو لگادیا تھا، تب اسکے سرانجام سے عہدہ برآ ہوا ہون» اس خیال کی گنجایش باقی نہین رھتی کہ «یہ غالب جیسے قادر الکلام اور مشاق نثرنگار کیلئے کوئی بہت بڑا کام نہین ہے۔»

اب یہ مسئلہ باقی رھجاتا ہے کہ کیا میرزا صاحب نے ۲۵ صفحے فی سال کے

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۲۷۳ (۲) ایضاً، ص ۲۷٤

حساب سے « مہرِ نیمروز » کی تالیف پر صرف کئے . واقعات اسکے خلاف ھین .
« پنج آھنگ » مین منشی جواھر سنگھ جوھر کے نام ایك خط درج ھے جو ۱۱ جون
سنه ۱۸۵۲ ع کو لکھا گیا تھا . اس مین میرزا صاحب نے « مہرِ نیمروز » کے
مسوده کا ذکر کیا ھے . فرماتے ھین :

« مسودۀ روزنامۀ روداد اورنگ نشینـان چغتائیـه بدست ھیرا سنگھ روان داشته ایم و هنوز
از رسیدنش نشان نیافته ایم . اگر رسیده است بنویسند . ورنه از ھیرا سنگھ باز پرس کنند . » (۱)

اس خط سے واضح ھے که میرزا صاحب نے سنه ۱۸۵۰ ع مین « مہرِ نیمروز »
شروع کرکے ۱۱ جون سنه ۵۲ ع سے قبل تمام کرلی تھی . اسکے بعد کا زمانه ،
جو تقریباً دو برس یا اس سے کچھ زائد ھے ، نظرِ ثانی مین گزرا ، اور جب
میرزا صاحب نے اپنے احباب کو کتاب دکھا کر داد لیلی تب بادشاه کے حضور مین
اوسے پیش کیا . اس صورت مین ۲۵ صفحه فی سال کے بجائے ۵۹ صفحات فی
سـال یا ۵ صفحے فی ماه ھوتے ھین ، جو اور زیاده ھو جائینگے ، اگر صحیح
علم ھو جائے که میرزا صاحب نے ۱۱ جون سنه ۵۲ ع سے کتنا عرصه پہلے کتاب
ختم کردی تھی .

مولانا کی دوسری وجـه کے بارے یه گزارش ھے که « پنج آھنگ » کے
دیباچه مین میرزا صاحب نے جس روش کے خلاف صدای احتجاج بلند کی
ھے ، وه انشایِ خلیفـه ، انشایِ مادھورام ، اور انشایِ ھرکرن جیسی ھنـــدیانه
کتابون سے ملك مین رواج پزیر ھوکر اســـدرجه مقبولِ خاص و عام خیـال
کیجانے لگی تھی ، که اوسکے خلاف قـدم اوٹھانا معاشرتی و علمی گناه تسلیم
کیـا جاتا تھـا . مـــیرزا صاحب اسکے طبعی مخـالف تھے اسلئے اونھون نے
« پنج آھنگ » کے دیباچه مین ، جو دراصل مبـتدیون کیلئے تالیف کیگئی تھی ،
یه مشوره دینا مناسب خیال کیا که

« این پارسی آمیخته بتازی را در کشاکش تصرفات ھنـدی زبانان پارسی نویس ضایع نگزارد .

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۵۰ . مسٹر محمد اکرام نے غالب نامه ، ص ۱۱٤ مین اس خط کو مولوی رجب
علیخـان کے نام لکھـدیا ھے . حالانکه مولویصاحب کا نام صرف خط ماقبل کے آخر مین آیا ھے .

و لغات عربی جز بقدر بایست صرف ننماید. و پیوسته درآن کوشد که سادگی و نغزی شعار او گردد. » (۱)

اس کا یہ مطلب کسیطرح نہین قرار دیا جاسکتا کہ خود اونکی اپنی انشا بھی تکلفات سے آزاد ہے. کیونکہ اگر القاب و آداب اور دیگر الفاظِ عربی سے قطعِ نظر کرکے دیکھا جائے تو اونکی انشا ادایِ مطلب مین سراسر تکلف سے پُر اور عام انداز سے اسقدر علیحدہ ہے، کہ تا وقتیکہ نگاہ و فکر اوس سے اخذِ مطلب کے عادی نہوجائین، انسان سہولت کیساتھ مطلب تك نہین پہنچ سکتا. اسی سبب سے میرزا صاحب کے پہلے عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان جیسے ادیب کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ

« مخلص را لیل و نہار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال تمایق انایق خیریت وثایق بعبارت سلیس که در خواندنش تاملی بوقوع نیاید مسرور و مطمئن میفرموده باشند. » (۲)

علاوہ ازین خود میرزا صاحب اسکے معترف ہین کہ ایامِ پیری مین اون سے اپنی روشِ خاص نہین نبہ سکی. چنانچہ مولوی عبدالرزّاق شاکر کو فارسی خط کی فرمایش کے جواب مین لکھتے ہین:

« بندہ نواز! زبان فارسی مین خطون کا لکھنا پہلے سے متروك ہے. پیرانہ سری و ضعف کے صدمون سے محنت پژوہی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رہی. حرارت غریزی کو زوال ہے اور یہ حال ہے،

مضمحل ہوگئے قوی غالب ٭ وہ عناصر مین اعتدال کہان

کچھ آپ ہی کی تخصیص نہین. سب دوستون کو جن سے کتابت رہتی ہے. اردو ہی مین نیازنامے لکھا کرتا ہون. جن جن صاحبون کی خدمت مین آگے مین نے فارسی زبان مین خطوط و مکاتیب لکھے اور بھیجے تھے، اون مین سے جو صاحب الی‌الآن ذیحیات و موجود ہین اون سے بھی عندالضرورت اسی زبان مروج مین مکاتبت و مراسلت کا اتفاق ہوا کرتا ہے. ... پس امیدوار ہون کہ آپ انہین نذور محقرہ یعنی تحریرات روزمرۂ اردوی سادہ و سرسری کو غنیمت جانکر قبول فرماتے رہین. » (۳)

اس خط مین میرزا صاحب نے فارسی مراسلت ترك کرنے کی وجہ یہ قرار دی ہے کہ

---

(۱) کلیات نثر فارسی، ص ۵ (۲) مکاتیب غالب، ص ٤، حاشیہ نمبر ۱ (۳) اردوی معلی، ص ۲۱۵ و عود ہندی، ص ۱۵٦

« پیرانہ سری و ضعف کے صدمون سے محنتِ پژوهی و جگر کاوی کی قوت مجھ مین نہین رهی »

اسکے بعد شاکر صاحب کو یہ بھی اطمینان دلایا ھے کہ جن اصحاب سے پہلے فارسی مین خط وکتابت رہا کرتی تھی اونھین بھی اب اردو ھی مین خط لکھا کرتا ھون ۔ اس صورت مین مولانا حالی کا یہ خیال کہ « مہرِ نیمروز کی تالیف کے زمانہ مین اردو مراسلت شروع کی » بعید از وقوع نہین معلوم ھوتا ۔ اسلئے کہ جب میرزا صاحب معمولی فارسی مکاتبت مین اسدرجہ جگر کاوی سے کام لیا کرتے تھے کہ ایامِ پیری مین ، جبکہ اونکی مشقِ پارسی نگاری پختہ ھو چکی تھی ، اس بار کے اوٹھانے کیلئے آمادہ نہین تھے ، تو « مہرِ نیمروز » کی تالیف کے زمانہ مین دو بوجھ کسطرح اوٹھاتے ۔

مولانا مہر کی تیسری وجہ مین صرف اسقدر کلام ھے کہ میرزا صاحب کے فارسی مکاتیب بنام جواهرسنگھ مین سے ایك خط یقینی سنہ ۵۰ ع سے بعد کا ھے ۔ دوسرا بھی ، جس مین میرزا صاحب نے لکھا ھے کہ بادشاہ کی علالت کیوجہ سے قصیدۂ تہنیتِ عید پیش کرنیکا موقع نہ ملا ، سنہ ۵۰ ع کے بعد کا معلوم ھوتا ھے ۔ اسلئے کہ اس مین میرزا صاحب نے بادشاہ کی بیماری کے سلسلہ مین لکھا ھے :

« تا دیگر چہ رو نماید ، و بر من ، کہ در سایۂ دیوارش غنودہ ام ، چہ رود ۔ » (۱)

ظاهر ھے کہ یہ الفاظ اوسی وقت زیادہ بھلے نظر آتے ھین جب میرزا صاحب کے قلعہ سے تعلقات صرف دوستانہ نہون ، ملازمت کا سلسلہ بھی قائم ھو چکا ھو ۔

اب تیسرا خط رهتا ھے ۔ مولانا مہر کے خیال مین اس خط کی تاریخہای عیسوی و ھجری دونون غلط ھین ۔ صحیح تاریخ یکم دسمبر سنہ ۱۸٤۵ ع مطابق ٤ محرم سنہ ۱۲٦۱ ھ ھونی چاهیے ۔ میری ناقص رای مین مولانا کا یہ خیال درست ھے کہ ھجری اور عیسوی سنین مین تطابق نہین ۔ مگر یہ نادرست ھے کہ دونون سنہ غلط ھین ۔ اسلئے کہ میرزا صاحب نے دونون سنون کیساتھ

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲۵۱

تاریخین بھی لکھی ھین. کتاب تشریح السنین سے معلوم ھوتا ھے کہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸٤٥ ع کو یکم محرم سنہ ۱۲٦۲ ھ تھے. اس حساب سے یکم دسمبر سنہ ٤٥ ع کو یکم محرم سنہ ٦۱ ھ نہین ھوسکتے. اسی کتاب سے یہ بھی معلوم ھوتا ھے کہ ٤ محرم سنہ ۱۲٦٥ ھ یکم دسمبر سنہ ۱۸٤۸ ع کے مطابق تھی. لہذا ھمین میرزا صاحب کی عیسوی تاریخ و سنہ کو درست ماننا پڑیگا. اور ھجری تاریخ و ماہ بھی صحیح ھونگے. صرف ھجری سنہ کو غلط تسلیم کر لینگے. یعنی سنہ ٥۱ ھ کے بجای ٦٥ ھ صحیح سنہ ھوگا.

اور جب یہ ثابت ھوچکا کہ میرزا صاحب کا وہ فارسی خط، جس مین لنگی کا ذکر آیا ھے، دسمبر سنہ ٤۸ ع کا مکتوبہ تھا، اور یہ بھی خود میرزا صاحب نے اپنے اردو خط مین لکھا ھے کہ «بہت دن ھوے جب تم نے لکھا تھا کہ اسی ھفتہ مین بھیجونگا»[1] تو پھر کوئی محالِ عقلی لازم نہین آتا اگر آپ یہ تسلیم کرلین کہ میرزا صاحب نے سنہ ٥۰ ع مین یہ اردو خط لکھا تھا. اسلئے کہ ان دونون خطون کے درمیان صرف ایک سال کا فصل ھے. اور فقرۂ «بہت دن ھوئے» ایک یا ڈیڑھ سال کے وعدہ کے متعلق بسہولت استعمال کیا جاسکتا ھے.

میرزا صاحب کا بیان

اگرچہ اردو مراسلت کے آغاز کے متعلق میرزا صاحب کا کوئی قطعی بیان ھمارے پاس موجود نہین؛ لیکن «پنج آھنگ» کے خاتمہ مین فارسی مراسلت بالکل ترک کرکے صرف اردو مین خط و کتابت کرنیکی تاریخ خود اونھین نے بیان کی ھے. فرماتے ھین:

«یزدان داند، و مدعیان دانش را توفیق دانستن دھد تا دانند، کہ خامۂ غالب سیہ نامہ مسلک دشوار گزار پارسی آمیختہ بتازی را بکدام دلاویز رفتار پیمودہ است. درین شصت و ھشت سالہ زندگی کہ جزو در بازی و کل در سخن طرازی گزشت و بسا گزین روشہا در نثر نظرفروز آمد از دو سال در بند آن بودم کہ ... دیگر در خامہ فرسائی انداز خود نمائی فرو ھلم ... پنجاہ سالہ نی ری برگ را

(۱) اردوی معلی، ص ۲٥٦

به هنجار اورامه سرایان پارس به نوا داشته ام . اکنون آن روش فروگزاشته ام . سپس ما فی الضمیر را ، که بر یاران نزدیك و دور عرضه باید داد ، در زبان اردوی و آن هم سرسری و از تکلف بری رقم خواهم کرد ، تا زندگی آسان گردد . » (۱)

یه خاتمہ سنه ۱۲۸۰ ھ (۱۸۶۳ع) مین لکھا گیا تھا ، جبکه میرزا صاحب کی عمر ٦٨ سال کی تھی . اس ٦٨ ساله زندگی مین سے ١٦ سال کھیل کود مین گزار کر ۱۲۲۸ ھ (۱۸۱۳ع) سے ادبی زندگی کا آغاز کیا تھا ، اور تقریباً ٥٠ سال فارسی نظم و نثر لکھتے رہے تھے . لیکن سنه ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۳ع) سے دو سال قبل سنه ۷۸ ھ (٦١ع) مین یه عزم کیا تھا که اب فارسیِ آمیخته و ناآمیخته بتازی کو ترك کرکے ساده اردو مین اظہارِ مطالب کرینگے . کیونکه فارسی کیلئے جس فراغِ خاطر و قوتِ دماغ کی ضرورت تھی غلبۂ پیری کے سبب میرزا صاحب اوس سے محروم ہوچکے تھے . اردوی معلی اور عود کے مختلف خطوط سے اسکی تصدیق بھی ہوتی ھے ، که میرزا صاحب نے سنه ۷۸ ھ (٦١ع) سے قبل ھی فارسی نگاری سے احتراز کرنا شروع کردیا تھا . قاضی عبدالجمیل صاحب بریلوی کو لکھتے ہین :

« فارسی کیا لکھون ؟ یہان ترکی تمام ھی . اخوان و احباب یا مقتول یا مفقود الخبر . ہزار آدمی کا ماتمدار ہون . آپ غمزده اور آپ غمگسار ہون . اس سی قطع نظر که تباه اور خراب ہون مرنا سر پر کھڑا ھی . پا برکاب ہون . » (۲)

اس خط مین میرزا صاحب نے اپنی وفات کی تاریخ « غالب مرد » کا بھی تذکره کیا ھے ، جس سے ثابت ہوتا ھے که اسکی تاریخ کتابت سنه ۷۷ ھ (٦٠ع) سے قبل ھے .

مولانا محمد عباس رفعت بھوپالی کو ٤ ربیع الاول سالِ « رستاخیز » (۱۲۷۸ ھ مطابق ۱۸٦۱ع) کو تحریر کرتے ہین :

« از دیر باز به نظم و نثر نمی گرایم . نظم خواهی پارسی و خواهی اردو خوابی ست فراموش . نامه در پارسی نوشتن نیز آئین نمانده . هرچه نوشته می شود یکدست در اردوست . اینك ... مولانا عباس ... از بھوپال فرمان فرستاد که غالب .... نامه در پارسی زبان نویسد . یا رب !

(۱) کلیات نثر فارسی ، ص ۲٥٤ (۲) عود هندی ، ص ۱٦٥

فرمان چون بجا آورم؟ و در نامه چه نویسم؟ باری نه از توانائی بنان بلکه از اثر روائی آن فرمان جنبش خامه لفظی چند که بخواندن نیرزد بر روی ورق ریخت. » (۱)

ان دونون خطون مین میرزا صاحب نے ترکِ فارسی نگاری کا سبب غلبۂ رنج وغم اور ضعفِ پیری کو قرار دیا ہے۔ یہی سبب مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام کے مکتوب مین بھی ذکر کرچکے ہین۔ اب اگر ہم تمام دلائل کو سامنے رکھکر نتیجہ نکالنے کی کوشش کرین تو وہ یہ ہوگا کہ میرزا صاحب ایک ایسے دشوار گزار مسلکِ فارسی نگاری کے موجد تھے، جو اطمینانِ خاطر و توانائیِ دماغ و قلب کا مقتضی تھا۔ سنہ ۱۸۵۰ع (۱۲۶۶ھ) تک یہ دونون اسباب میسر رہے اسلئے میرزا صاحب تقریباً اسی زبان مین خامہ فرسائی کرتے رہے۔ لیکن جب سنۂ مذکورہ مین بادشاہِ ظفر نے تاریخ نگاری کی خدمت سپرد کی اور فراغِ خاطر مین کمی ہوگئی، تو میرزا صاحب نے فارسی کیساتھ اردو نثر کو بھی نوازنا شروع کیا۔ سنہ ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ع) مین ذوق کا انتقال ہوا تو اصلاحِ کلام بھی میرزا صاحب کے سپرد کیگئی، اور یہ فرصت سے بالکل محروم ہوگئے، جسکے سبب مسلکِ فارسی کی گامزنی کیلئے اور کم وقت میسر آنے لگا اور اردو کو مزید غلبہ حاصل کرنیکا موقع ملا۔[۲] سنہ ۵۷ع کے بعد ہجومِ مصائب و آلام نے اطمینانِ خاطر کا قطعی خاتمہ کردیا۔ نیز افکار کی زیادتی اور معاشی پریشانی کے سبب رفتہ رفتہ امراض مستولی ہوتے گئے۔ اب اردو نہایت سرعت کیساتھ انکی انشا پر چھانے لگی، تا آنکہ سنہ ۱۲۷۸ھ (۱۸۶۱ع) مین میرزا صاحب کو عزم کرنا پڑا کہ آیندہ فارسی مین نظم و نثر کچھ نہ لکھین گے۔ لیکن اس عہد کی عملی تکمیل سنہ ۱۸۶۵ع مین ہوئی۔

---

(۱) انشای نورچشم، ص ۵۱

(۲) میرزا صاحب نے سنہ ۵۷ع سے پہلے سید غلام حسنین قدر بلگرامی کو اپنی مصروفیت کا حال لکھا ہے۔ فرماتے ہین: « رہا جواب کا لکھنا۔ کاش آپ یہان ہوتے اور میرا حال دیکھتے۔ ہر روز صبح کو قلعہ جانا اور دوپہر کو آنا۔ بعد کھانا کھانے کے حضرت کے مسودون کا درست کرنا۔ احباب کے خط لکھنے کی فرصت بہت کم ہاتھ آتی ہے » (اردوی معلی لاہور ایڈیشن ضمیمۂ سرخوش)۔ یہ اردو خطوط کے جوابات کے متعلق معذرت ہے۔ ایسی حالت مین فارسی نگاری کی مہلت ملنے کی امید رکھنا کسطرح قرین صواب ہوسکتا ہے۔

ع — الف

چنانچـه آج همارے پاس سنۂ مذکوره کے بعد کی فارسی تحریرین کالمعدوم هین .

مجهپر اردو کی فرمایش

میرزا صاحب اپنے عهد کے ممتاز فارسی ادیب تهے، اور اکثر اربابِ علم و فضل کیطرح اسی کو سرمایۂ نازش و افتخار خیال کرتے تهے . جب بعض معاصرین نے اپنی اردو شاعری کے بل بوتے پر انکی همسری کا دعوی کیا ، تو انهین اپنے کلامِ اردو کی تمام خوبیون سے قطعِ نظر کرکے میدانِ سخن کے ان یکّه تازون سے کهدینا پڑا :

« فارسی بین، تا به بینی نقشهای رنگ رنگ * بگزر از مجموعۂ اردو که بیرنگ منست
راست میگویم من، و از راست سرنتوان کشید * هرچه در گفتار فخر تست آن ننگ منست » (۱)

میرزا صاحب کا یه خیال نظمِ اردو هی تك محدود نه تها. وه نثرِ اردو کو بهی اپنے پایۂ کمال سے فروتر جانتے تهے . چنانچـه منشی شیونراین اکبرآبادی کے توسط سے هنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب نے نثرِ اردو کی فرمایش کی ، تو میرزا صاحب نے منشی صاحب کو لکها :

« مگر بهائی تم غور کرو ، اردو مین مین اپنی قلم کا زور کیا صرف کرونگا ، اور اوس عبارت مین معـانی نازك کیونکر بهرونگا . » (۲)

انهین کو دوباره لکها هے :

« جناب ریڈ صاحب صاحی کرتی هین . مین اردو مین اپنا کمال کیا ظاهر کرسکتا هون . اوس مین گنجایش عبارت آرائی کی کهان هے . بهت هوگا تو یه هوگا که میرا اردو به نسبت اوروں کی اردو کے فصیح هوگا . » (۳)

سه باره پهر انهین کو لکها هے :

« میان ! اردو کیا لکهون . میرا یه منصب هی که مجهپر اردو کی فرمایش هو . » (٤)

نظم و نثر سهل ممتنع هی

لیکن اسکے باوجود میرزا صاحب یه ضرور جانتے تهے که اونکا کلام ، نظم هو یا نثر ، حسن وخوبی کے اوس درجـه پر پهنچ چکا هے ، جیسے علمای

(۱) کلیات نظم فارسی ، ص ۱۳ (۲) اردوی معلی ، ص ۳٦۳
(۳) ایضاً ، ص ۳٦٦ (٤) ایضاً ، ص ۳٦۷

بلاغت « سہل ِ ممتنع » کہتے ھین . چنانچه خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کے ایك خط کے جواب مین لکھتے ھین :

« پیر و مرشد ! .... سہل ممتنع اوس نظم و نثر کو کہتی ھین که دیکھنے مین آسان نظر آئے اور اوسکا جواب نہوسکے . بالجمله سہل ممتنع کمال حسن کلام ھے ، اور بلاغت کی نہایت ھے . ممتنع در حقیقت ممتنع النظیر ھے . شیخ سعدی کے بیشتر فقرے اس صفت پر مشتمل ھین . اور رشید وطواط وغیره شعرای سلف نظم مین اس شیوه کی رعایت منظور رکھتے ھین . خود ستائی ہوتی ھے . سخن فہم اگر غور کریگا تو فقیر کی نظم و نثر مین سہل ممتنع اکثر پائیگا . » (۱)

جہانتك میرزا صاحب کی نثرِ اردو کا تعلق ھے واقعه یه ھے که وه شیخِ سعدی کی گلستان کیطرح بظاهر اسقدر سہل معلوم هوتی ھے که انسان سمجھتا ھے مین بھی ایسا لکھ سکتا هون؛ مگر جب لکھنے بیٹھتا ھے تو ایك جمله بھی نہین لکھ سکتا . اور یہی کلام کی خوبی و کمال کی آخری حد ھے ، جس تك رسائی کیلئے زورِ دماغ سے زیاده بخششِ معنوی کی ضرورت ھے .

برتری کا پہلا سبب . استعداد فارسی

میرزا صاحب کی اردو نثر کی برتری و دلچسپی کے متعدد اسباب ھین ، جن مین سب سے اهم یه ھے که میرزا صاحب ادبِ فارسی کے بے بدل ماهر تھے . اونھون نے زبانِ فارسی کے وه تمام محاسن ، جو کئی هزار نادره کار دماغون کی گیاره سو برس کی سعی و جانفشانی سے بہم پہنچے تھے ، اردو جیسی کم عمر و تہی مایه زبان کے دامن مین بھر دئے . اگر وه فارسی کے بلند پایه ادیب نہوتے ، تو اپنے کلامِ اردو مین اسقدر جدّت ، شیرینی اور تناسب پیدا نکرسکتے . اور نه یه ممکن تھا که اس زمانه مین ، جبکه تسکینِ ذوقِ ادب کے لئے روزانه نیا میدان تلاش کیا جا رها ھے ، اور تقریباً هر سال اردو انشا کا طرزِ ادا بیرونی ادبیات سے نئے اثرات قبول کرتا جاتا ھے ، میرزا صاحب کا کلام زبانِ اردو مین پائیدار حیثیت حاصل کرسکتا . یه در اصل زبانِ فارسی کی دولتِ بے پایان تھی ، جو میرزا صاحب کی انشا کو میسر آ گئی ھے . اسی

---

(۱) عود ، ص ۱٤۰

کے سہارے میرزا صاحب کی حیاتِ ادبی کی بقا ھے، جو اوسوقت تك ممات سے مبدل نہین ھوسکتی جبتك اردو زبان بھی فارسی کے برابر قدیم اور ترقی یافته نهو جائے.

دوسرا سبب. خطوط سے تفریح

میرزا صاحب کی کامیابی کا دوسرا سبب یه ھے که اردو مکاتبت اونکے تفریحی مشغلون کا جزو بنگئی تھی. وہ جو کچھ لکھتے تھے اپنا اور مکتوب الیه کا دل بہلانے کی خاطر لکھا کرتے تھے. قدرت نے ظریف طبیعت عطا کی تھی، اسلئے خطوط سے خود لطف اوٹھانے اور دوسرون کیلئے سامانِ انبساط مہیا کرنے مین اونھین خاطر خواہ کامیابی بھی ھوئی. لیکن غدر سنه ۵۷ ع کے بعد تمام مشاغل مین سے صرف اسی ایك مشغله پر انحصار کرنا پڑا. یه دور اهلِ هند کیلئے عموماً اور دهلی کیلئے خصوصاً سخت ابتلا و مصائب کا دور تھا، جس نے اعزا و احباب کی بڑی تعداد کو موت کے گھاٹ اوتار کر بقیه اصحاب کو شہر بدر کردیا تھا، اور میرزا صاحب هندوستان کے برِ اعظم مین اپنے آپکو یکه و تنہا محسوس کرنے لگے تھے. اسلئے اس عہدِ افسردگی کو فرحت و انبساط کیساتھ گزارنے کی یہی ایك ترکیب باقی تھی که جو دو چار دوست آشنا رھگئے تھے اون سے خط و کتابت کا سلسله جاری رکھا جائے. اسطرح اپنا غم اونھین سنانے اور اونکا فسانه خود سننے کا موقع ملیگا اور کچھ غم غلط ھوجایا کریگا. چنانچه میرزا صاحب نے یہی کیا. اور یہی میر مہدی مجروح، میرزا تفته، خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر اور چند دیگر اصحاب سے کثرتِ مراسلت کا باعث بھی تھا. ان مین سے جسکا خط آتا اوسکو جواب، اور جسکا نه آتا اوسکو شکوہ و عتاب لکھتے رهتے. اس زمانے مین ایکبار هرگوپال تفته نے کوتاہ قلمی سے کام لیا، اور ایك ماہ تك کوئی نیازنامه نه بھیجا، تو میرزا صاحب نے ۱۹ جون سنه ۵۸ ع کو پر حسرت انداز مین لکھا :

«کیون صاحب؟ مجہہ سی کیون خفا ہو؟ آج مہینا بھر ہوگیا ہوگا، یا بعد دو چار دن کی ہوجائیگا، کہ آپکا خط نہین آیا۔ انصاف کرو کتنا کثیرالاحباب آدمی تھا۔ کوئی وقت ایسا نہ تھا کہ میری پاس دو چار دوست نہوتی ہون۔ اب یارون مین ایك شیو جی رام برھمن اور بالمکند اوسکا بیٹا یہ دو شخص ہین کہ گاہ گاہ آتی ہین۔ اس سی گزرکر لکھنو اور کالپی اور فرخ آباد اور کس کس ضلع سی خطوط آتی رہتی تھی۔ اون دوستون کا حال ہی نہین معلوم کہ کہان ہین اور کسطرح ہین۔ وہ آمد خطوط کی موقوف۔ صرف تم تین صاحبون کی خط کی آنی کی توقع۔ اوس مین وہ دونون صاحب گاہ گاہ۔ ہان ایك تم کہ ہر مہینی مین ایك دو بار مہربانی کرتی ہو۔ سنو صاحب اپنی پر لازم کر لو ہر مہینی مین ایك خط مجکو لکھنا۔ اگر کچھ کام آپڑا دو خط تین خط، ورنہ صرف خیر وعافیت لکھی اور ہر مہینی مین ایکبار بھیجدی۔» (۱)

اسکے بعد پھر تفتہ سے تاخیر ہوئی، تو میرزا صاحب نے ۱۳ نومبر سنہ ۵۸ ع کو مزاحاً تحریر کیا:

«کیون صاحب؟ کیا یہ آئین جاری ہوا ہی کہ سکندرآباد کی رہنی والی دلی کی خاك نشینون کو خط نہ لکھین؟ بھلا اگر یہ حکم ہوا ہوتا تو یہان بھی تو اشتہار ہوجاتا کہ زنہار کوئی خط سکندرآباد کو یہان کی ڈاك مین نہ جاوی۔» (۲)

لیکن میرزا تفتہ نے اسکے بعد بھی تساہل سے کام لیا، تو میرزا صاحب نے ۷ دسمبر سنہ ۵۸ ع کو لجاجت سے لکھا:

«کیون صاحب؟ روٹھی ہی رہوگی یا کبھی منوگی بھی۔ اور اگر کسی طرح نہین منتی تو روٹھنی کی وجہ تو لکھو۔ مین اس تنہائی مین صرف خطون کی بھروسی جیتا ہون۔ یعنی جسکا خط آیا۔ مین نی جانا کہ وہ شخص تشریف لایا۔ خدا کا احسان ہی کہ کوئی دن ایسا نہین ہوتا جو اطراف و جوانب سی دو چار خط نہین آرہتی ہون۔ بلکہ ایسا بھی دن ہوتا ہی کہ دو دو بار ڈاك کا ہرکارہ خط لاتا ہی۔ ایك دو صبح کو اور ایك دو شام کو۔ میری دلگی ہو جاتی ہی دن اونکی پڑھنی اور جواب لکھنی مین گزر جاتا ہی۔ یہ کیا سبب دس دس بارہ بارہ دن سی تمہارا خط نہین آیا۔ یعنی تم نہین آئی۔ خط لکھو صاحب۔ نہ لکھنی کی وجہ لکھو۔ آدھ آنی مین بخل نکرو۔ ایسا ہی ہی تو بیرنگ بھیجو۔» (۳)

لفافی بناکر دل بہلاتی

اس زمانہ مین میرزا صاحب غم غلط کرنے کے اسقدر درپے تھے کہ جب خط و کتابت کے بعد بھی وقت بچ رہتا تو آیندہ مراسلت کیلئے لفافے

(۱) اردوی معلی، ص ۷۳ (۲) ایضاً، ص ٥٤ (۳) ایضاً، ص ۸۱

بنانے لگتے . چنانچه اپنے ایك دوست منشی نبی بخش کے مکتوب مورخهٔ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ع مین لکھتے هین :

« الله ! الله ! یه دن بهی یاد رهین گے . خط سے خط لکھے گئے هین . مجکو اکثر اوقات لفافے بنانے مین گزرتے هین . اگر خط نه لکھونگا تو لفافے بناؤنگا . » (۱)

منشی شیو نراین اکبر آبادی کو یه لفافے دیکھکر خیال پیدا هوا که میرزا صاحب تنگدستی کی وجه سے ساده لفافے بازار سے نهین خرید سکتے. یه سوچکر اونهون نے کچه لفافے بهیجے ، اور بذریعـهٔ تحریر ارسال کی اطلاع دی . اسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا :

« لفافون کی خبر پہنچی . آپ نے کیون تکلیف کی ؟ لفافے بنانا دل کا بہلانا هے . بیکار آدمی کیا کرے . بهر حال جب لفافے پہنچ جائینگے هم آپکا شکر بجا لائینگے . هرچه از دوست میرسد نیکوست . » (۲)

تیسرا سبب . خط نهین باتین

تیسرا سبب یه هے که میرزا صاحب نے تحریر کو تقریر کا پیرایه دیدیا تها . وه جب کسی دوست کو خط لکھتے ، تخاطب مین وهی انداز اختیار کرتے جو مکتوب الیه سے ملاقات کیوقت زیبا هوتا . اور چونکه هر شخص گفتگو مین سادگی ، برجستگی اور ظرافت پسند کرتا هے ، اور یه سب خوبیان انکی تقریر مین موجود تهین ، اسلئےانکی تحریر مین بهی وهی دلچسپی نظر آتی تهی ، جو تقریر مین تهی . در اصل میرزا صاحب اس قسم کی مراسلت اختیار کرنے پر مجبور بهی تهے . انهین دور افتـاده دوستون کو اپنی پریشانیان سنانی تهین . اگر یه پریشانیان قدیم انداز تحریر کے لباس مین جـلوه گر هوتین، تو مکتوب الیهم بهت جلد اوکتا جاتے ، اور میرزا صاحب کو مراسلت کا زیاده موقع نه ملتا . لهـذا انهون نے اپنے تمام خطوط کو مکالمـه بنا کر اوس مین طبعی ظرافت کی تخم ریزی کی ، جسکے سبب سے احباب ان کے خطون کے انتظار مین رها کرتے اور اجنبی اصحاب طرح طرح سے سلسلهٔ مراسلت شروع کرنے کی کوشش کرتے .

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۷۲ (۲) ایضاً ، ص ۳٤۹

چونکہ میرزا صاحب نے یہ طریقہ جان بوجھکر اختیار کیا تھا، اسلئے جب انھین اسکی کامیابی کا یقین آ گیا تو اسکی ایجاد کو فخراً اپنی ذات کیطرف منسوب بھی کیا ہے۔ مرزا حاتم علی مہر کے نام کے ایک خط مین فرماتے ہین :

«مرزا صاحب! مین نے وہ انداز تحریر ایجاد کیا ہو کہ مراسلہ کو مکالمہ بنا دیا ہو۔ ہزار کوس سے بزبان قلم باتین کیا کرو۔ ہجر مین وصال کے مزے لیا کرو۔» (۱)

میرزا تفتہ کو لکھا ہے :

«بھائی! مجھ مین تم مین نامہ نگاری کاہے کو ہے، مکالمہ ہے۔» (۲)

منشی نبی بخش صاحب کو تحریر کیا ہے :

«بھائی! مجکو اس مصیبت مین کیا ہنسی آتی ہے، کہ یہ ہم تم اور مرزا تفتہ مین مراسلت گویا مکالمت ہوگئی ہے۔ روز باتین کرتے ہین۔ اللہ! اللہ! یہ دن بھی یاد رہینگے۔ خط سے خط لکھے گئے ہین۔ ... غنیمت ہے کہ محصول آدھا آنہ ہے۔ ورنہ باتین کرنیکا مزہ معلوم ہوتا۔» (۳)

حکیم غلام نجف خان کے خط کے آخر مین لکھا ہے :

«اسوقت جی تم سے باتین کرنیکو چاہا۔ جو کچھ دل مین تھا وہ تم سے کہا۔» (۴)

نواب انورالدولہ بہادر کیخدمت مین بھی اسیطرح عرض کیا ہے :

«پیر و مرشد! یہ خط لکھنا نہین ہے۔ باتین کرنی ہین۔» (۵)

انھین کو ایک خط کے آخر مین لکھتے ہین :

«اب مین حضرت سے باتین کرچکا۔ خط کو سرنامہ کرکے کہار کو دیتا ہون۔» (۶)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو لکھا ہے :

«اسی افسردگی مین جی چاہا کہ حضرت سے باتین کرون۔ باآنکہ خط جواب طلب نہ تھا جواب لکھنے لگا۔» (۷)

میرزا صاحب احباب سے بھی اسی طرح کی مراسلت کے امیدوار تھے۔ اسلئے کوئی اونکے تتبع مین مراسلہ کو مکالمہ کا رنگ دیدیتا تو تعریف کیا کرتے۔ ایکبار مرزا تفتہ نے خط لکھا۔ میرزا صاحب کو اوسکا پیرایۂ بیان بیحد پسند آیا۔ چنانچہ اظہار خوشنودی کیلئے اونھین لکھتے ہین :

«جیتے رہو اور خوش رہو۔ ... زیادہ خوشی کا سبب یہ کہ تم نے تحریر کو تقریر کا پرداز دیدیا تھا۔» (۸)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۵۸ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۲۷۲ (۴) ایضاً، ص ۲۲۶
(۵) ایضاً، ص ۳۱۲ (۶) ایضاً، ص ۲۹۷ (۷) ایضاً، ص ۲۷۶ (۸) ایضاً، ص ۱۰۴

میرزا صاحب کی یه خصوصیت اونکی انشا پر اسقدر چھا گئی تھی که دربارِ رامپور کی مراسلت مین بھی، جو میرزا صاحب کی سنجیده ترین مکاتبت هے، اسکا اثر نمایان هے؛ حتی که ایك عریضه مین میرزا صاحب نے نواب فردوس مکان کو صاف صاف لکھدیا هے، که

« یه تحریر نهین. مکالمه هی. گستاخی معاف کروا کے اور آپ سی اجازت لیکے بطریق انبساط عرض کرتا هون، که یه سوا سو روپیه، جو توره و خلعت کے نام سی مرحمت هوی هین، مین کال کا مارا اگر یه سب روپیه کھا جاؤنگا اور اس مین لباس نه بناؤنگا، تو میرا خلعت حضور پر باقی رهیگا یا نهین ؟ » (۱)

مراسلت کا محمد شاهی طرز

میرزا صاحب کے وقت تك اردو فارسی دونون زبانون کی خط و کتابت کا انداز یه تھا که شروع مین بھاری بھرکم القاب و آداب لکھے جاتے، زان بعد متعلقین کی خیریت کی اطلاع واستفسار هوتا اور اسکے بعد استعارون تشبیھون اور کنایون کے پردے مین دو چار مطلب لکھکر عربی یا فارسی دعائیه جملے پر خط ختم کردیا جاتا. میرزا صاحب ابتدا سے اس روش کو ناپسند کرتے تھے. وه چاهتے تھے که مکتوب الیه کے مناسبِ حال دو چار لفظ کا القاب لکھکر سیدھے سادھے جملون مین اظهارِ مطالب کردیا جائے. « پنج آهنگ » کے دیباچه مین اس روش سے بیزاری ظاهر کرتے هوے لکھتے هین :

« بیگانگی این روش از شیوهٔ غالب مستمند نه چندانست که بگفتن نیاز داشته باشد. و ادا شناس داند که هنجار من در نگارش این است که چون کلك و ورق بکف گیرم مکتوب الیه را بلفظی که فراخور حالت اوست در سر آغاز صفحه آواز دهم، و زمزمه سنج مدعا گردم. القاب و آداب و خیریت گوئی وعافیت جوئی حشو زائد است. و پختگان حشو را دفع نهند. » (۲)

میرزا صاحب نے مراسلت کی اوس روش کا نام جس مین بڑے بڑے القاب و آداب اور حشو و زوائد سے پُر خیریت گوئی و عافیت جوئی کے جملے هوتے «محمد شاهی روش» رکھا تھا. اور اس سے اسقدر بیزار تھے که میر مهدی مجروح کے نام کے ایك خط مین اسکا مضحکه اوڑایا هے. فرماتے هین :

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۹ (۲) کلیات نثر غالب، ص ٥

« ھاں صاحب ! تم کیا چاھتی ہو ؟ مجتہد العصر کی مسودہ کو اصلاح دیکر بھیجدیا . اب اور کیا لکھون . تم میری ہم عمر نہین جو سلام لکھون . مین فقیر نہین جو دعا لکھون . تمھارا دماغ چل گیا ھی . لفافہ کو کریدا کرو . مسودہ کو بار بار دیکھا کرو . پاؤگی کیا ؟ یعنی تمکو وہ محمد شاھی روشین پسند ھین —— یہان خیریت ھی . وھان کی عافیت مطلوب ھی . خط تمھارا بہت دن کی بعد پہنچا . جی خوش ھوا . مسودہ بعد اصلاح کی بھیجا جاتا ھی . برخوردار میر سرفراز حسین کو دینا ، اور دعا کہنا . اور ھان حکیم میر اشرف علی اور میر افضل علی کو بھی دعا کہنا . لازمۂ سعادتمندی یہ ھی کہ ھمیشہ اسیطرح خط بھیجتی رھو —— کیون سچ کہیو اگلون کی خطوط کی تحریر کی یہی طرز تھی ؟ ھاۓ کیا اچھا شیوہ ھی ! جبتک یون نہ لکھو وہ خط ھی نہین ھی . چاہ بی آب ھی . ابر بی باران ھی . نخل بی میوہ ھی . خانۂ بی چراغ ھی . چراغ بی نور ھی . ھم جانتی ھین تم زندہ ھو . تم جانتی ھو کہ ھم زندہ ھین . امر ضروری کو لکھ لیا . زوائد کو اور وقت پر موقوف رکھا . اور اگر تمھاری خوشنودی اوسیطرح کی نگارش پر منحصر ھو ، تو بھائی ساڑھی تین سطرین ویسی بھی مین نی لکھدین . کیا نماز قضا نہین پڑھتی ؟ اور وہ مقبول نہوگی ؟ » (۱)

نواب انور الدولہ سعدالدینخان بہادر شفق کو خط لکھا ہے ۔ اوس مین القاب و آداب سے آغاز کرنے کے بجائے انتہائی پاکیزہ انداز سے اس متعارف طرز کی سبکی اور عدمِ احتیاج کا اظہار کرتے ھین ۔ ارشاد ہے :

« کیونکر کہون کہ مین دیوانہ نہین ھون ؟ ھان اتنی ھوش باقی ھین کہ اپنی کو دیوانہ سمجھتا ھون . واہ ! کیا ھوشمندی ھی ، کہ قبلۂ ارباب ھوش کو خط لکھتا ھون ، نہ القاب ، نہ آداب ، نہ بندگی ، نہ تسلیم ؟ سن غالب ! ھم تجھسی کہتی ھین ، بہت مصاحب نہ بن . ای ایاز ! حد خود بشناس . مانا کہ تو نی کئی برس کی بعد نو بیت کی غزل لکھی ھی اور آپ اپنی کلام پر وجد کر رھا ھی . مگر یہ تحریر کی کیا روش ھی ؟ پہلی القاب لکھ . پھر بندگی عرض کر . پھر ھاتھ جوڑ کر مزاج کی خبر پوچھ . پھر عنایت نامہ کی آنیکا شکر ادا کر . » (۲)

میرزا صاحب کی روش ۔ القاب و آداب

میرزا صاحب کے عہد مین جو روش پسند کیجاتی تھی اوسکے سمجھ لینے کے بعد ضروری ھے کہ خود میرزا صاحب کا اندازِ مراسلت و مکاتبت دریافت کیا جائے ۔ سب سے پہلے القاب و آداب کو لیجیے ۔ میرزا صاحب کے ھان یہ اجزا اسقدر مختصر اور متعارف روش سے جدا ھین کہ اونھون نے انکے ترک کردینے کا دعوی کردیا ھے ۔ فرماتے ھین :

« پیر و مرشد ! یہ خط لکھنا نہین ھی . باتین کرنی ھین . اور یہی سبب ھی کہ مین القاب و آداب نہین لکھتا . » (۳)

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۸٦ (۲) ایضاً ، ص ۳۱٤ (۳) ایضاً ، ص ۳۱۲

در اصل اونھون نے القاب و آداب کا پرانا فرسودہ طریقہ ترک کیا تھا. یہ نہ تھا کہ مکتوب الیہ کے مرتبہ کا لحاظ کئے بغیر ھر خط کو بغیر القاب و آداب کے شروع کردیتے ھون. اونھون نے بزرگ یا بلند مرتبہ اصحاب کو جسقدر خط لکھے ھین اون سب مین الفاظ اور پرداز کے تنوع کیساتھ یہ دونون جزو موجود ھین. مثلاً نواب فردوس مکان اور خلد آشیان طاب ثراھما کی خدمت مین جسقدر عرضیان ارسال کی ھین اون سب مین بجز ایك کے « حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت. بعدِ تسلیم معروض ھے » ھوتا ھے. صرف چار پانچ عرضیون مین لفظِ (حضرت) ساقط ھوگیا ھے.

البتہ بے تکلف احباب یا شاگردون کے نام کے مکاتیب مین تنوع زیادہ ھے. کبھی تو سرے سے القاب ھوتا ھی نہین. اور اگر ھے تو « میان، برخوردار، بھائیصاحب، سید صاحب، مرزا، میرجان، کیون صاحب، منشی صاحب بندہ پرور» یا اور کسی مختصر اور بے تکلف انداز کے الفاظ مین. کبھی کبھی مزاحاً چھوٹون کو بھی « قبلہ وکعبہ، مولانا، یا پیر و مرشد » لکھدیا ھے. بعض خطوط ایسے بھی نظر آتے ھین جن مین پورا القاب تحریر کیا گیا ھے، مگر اوسمین بھی سادگی و بے تکلفی مفقود نہین ھوتی ھے. مثلاً میر سرفراز حسین صاحب کو لکھتے ھین:

« نورچشم راحت جان میر سرفراز حسین جیتے رھو اور خوش رھو. »

یا انھین کو لکھا ھے:

« میری جان کی چین میر سرفراز حسین »

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے:

« میری مھربان، میری جان، مرزا تفتہ سخندان »

یا

« نور نظر لخت جگر مرزا تفتہ »

نواب علاء الدینخان بہادر علائی کو لکھتے ھین:

« سعادت و اقبال نشان مرزا علاء الدینخان بہادر کو فقیر غالب کی دعا پہنچے. »

یہی حال آداب و تسلیمات کا ھے . نواب میر غلام بابا خان بہادر کو لکھا ھے :

« سلام مسنون الاسلام و دعای دوام دولت و اقبال کی بعد عرض کیا جاتا ھی . »

بعض اصحاب کو لکھدیا ھے : « .... فقیر غالب کا سلام » یا « سلامٌ علیکم » یا « بعــد دعا کے معلوم ھو » یا صرف « آداب » یا زیادہ مزاحیــــہ انداز مین « اگر خفا نہون تو دعا اور اگر آزردہ ھون تو بنــــدگی » ، وغیرہ .

خیریت گوئی و عافیت جوئی

خیریت گوئی سے میرزا صاحب سخت متنفر تھــے . وہ اس حصــہ کو حشو و زوائد شمار کرتے تھــے ، اسلئے کسی ایك خط مین بھی « یہان خیریت ھے اور آپکی خیریت نیك مطلوب » نہین پایا جاتا . ھان مطالب کے ساتھ ساتھ اپنی خیریت کا ذکر اور مکتوب الیــــہ کی عافیت کا استفسار کرلیتــے ، اور اس روش کو « کارِ پختگان » شمار کرتے ھین .

اظہار مطالب (۱)

میرزا صاحب کا ادایِ مطالب کا طریقہ بالکل ایسا ھے جیسے دو آدمی بالمشافہہ بات چیت یا سـوال و جواب کرتے ھین . مثــــلاً اونکو یہ لکھنا تھا کہ — محمد علی بیگ میرے کوٹھــے کے نیچے سے گزرا . مینے پوچھا کہ لوھارو کی سـواریان روانہ ھوگئین ؟ اوسنے کہا ابھی نہین ھوئین . مین نے پوچھا کیا آج جائینگی ؟ اسنے کہا آج ضرور جائینگی . تیاری ھو رھی ھے — اس مطلب کو اونھون نے اسطرح ادا کیا ھے :

« محمد علی بیگ ادھر سی نکلا . بھئی محمد علی بیگ ! لوھـارو کی سواریان روانہ ھوگئین ؟ حضرت ابھی نہین . کیا آج نہ جائینگی ؟ آج ضرور جائین گی . تیاری ھو رھی ھی . »

میر مہدی مجروح کو خط لکھا ھے . اوسمین لکھنا یہ ھے کہ میرنصاحب آئے اور اونسے یہ یہ باتین ھوئین . مگر وہ اسطرح نہین لکھتے بلکہ اوسکو اسطرح شروع کرتے ھین :

---

(۱) اس عنوان کی ماتحت جو کچھ لکھا گیا ھی وہ مولانا حالی کی یادگار غالب ، ص ۱۷۶-۱۹۱ کا بلفظہ خلاصہ ھی .

«ای میرنصاحب! السلام علیکم! حضرت آداب. کہو صاحب آج اجازت ھی میر مہدی کی خط کا جواب لکھنی کی؟ حضور مین کیا منع کرتا ہون؟ مگر مین اپنی ہر خط مین آپکی طرف سی دعا لکھدیتا ہون. پھر آپ کیون تکلیف کرین؟ نہین میرنصاحب! اوسکی خط کو آئی ہوی بہت دن ہوی ہین. وہ خفا ہوا ہوگا. جواب لکھنا ضرور ھی. حضرت وہ آپکی فرزند ہین. آپ سی خفا کیا ہونگی. بھائی! آخر کوئی وجہ تو بتلاؤ کہ تم مجھی خط لکھنی سی کیون باز رکھتی ہو؟ سبحان اللہ! ای لو حضرت آپ تو خط نہین لکھتی، اور مجھی فرماتی ہین کہ تو باز رکھتا ھی. اچھا تم باز نہین رکھتی مگر یہ کہو کہ تم کیون نہین چاھتی کہ مین میر مہدی کو خط لکھون؟ کیا عرض کرون؟ سچ تو یہ ھی کہ جب آپ کا خط جاتا اور وہ پڑھا جاتا تو مین سنتا اور خط اوٹھاتا. اب جو مین وھان نہین ہون تو نہین چاھتا کہ آپ کا خط جاوی. مین اب پنجشنبہ کو روانہ ہوتا ہون. میری روانگی کی تین دن بعد آپ خط شوق سی لکھیی گا. میان بیٹھو. ہوش کی خبر لو. تمھاری جانی نہ جانی سی مجھی کیا علاقہ؟ مین بوڑھا آدمی، بھولا آدمی، تمھاری باتون مین آگیا، اور آجتک اوسی خط نہین لکھا. لا حول و لا قوۃ.»

اسکے بعد میر مہدی سے مخاطب ہو کر اصلِ مطلب لکھتے ہین.

بعضی جگہ مکتوب الیہ کو خطاب کرتے کرتے غائب فرض کرلیتے ہین. یہان تك کہ جو لوگ مرزا کے اندازِ بیان سے واقف نہین وہ اوسکو مکتوب الیہ کا غیر سمجھ لیتے ہین. مثلاً میر مہدی کو لکھتے ہین:

«میر مہدی! جیتی رہو! آفرین! صد ہزار آفرین! اردو لکھنی کا کیا اچھا ڈھنگ پیدا کیا ھی، کہ مجھکو رشك آنی لگا ھی. سنو دلی کی تمام مال و متاع و زر و گوہر کی لوٹ پنجاب احاطہ مین گئی ھی. یہ طرز عبارت خاص میری دولت تھی. سو ایك ظالم پانی پت انصاریون کی محلی کا رھنیوالا لوٹ لیگیا. مگر مین نی اوسکو بحل کیا. اللہ برکت دی!»

مغربی طریقے پر جو قصے لکھے جاتے ہین اونمین اکثر اس قسم کے سوال و جواب ہوتے ہین جیسے کہ مرزا کی تحریرون مین ہم اوپر دکھا چکے ہین. مگر وہان ہر سوال و جواب کے سرے پر سائل اور مجیب کا نام یا اونکے نامون کی کوئی علامت لکھدیجاتی ہے. ورنہ یہ نہین معلوم ہوسکتا کہ سوال کہان ختم ہوا اور جواب کہان سے شروع ہوا؟ مرزا ایسے موقع پر سائل و مجیب کا نام نہین لیتے، اور نہ اونکے نام کی علامت لکھتے ہین. مگر سوال یا جواب کے ضمن مین ایك ایسا لفظ لے آتے ہین جس سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ سوال کیا ہے اور جواب کیا.

مرزا کی طرزِ تحریر کی جو خصوصیتین اوپر مذکور ہوئین یہ کوئی ایسی چیز نہین ہے کہ اور لوگ اوسکی پیروی نکرسکین۔ مگر وہ چیز جسنے اونکے مکاتبات کو ناول یا ڈراما سے زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے وہ شوخیِ تحریر ہے، جو اکتساب یا مشق و مہارت یا پیروی و تقلید سے حاصل نہین ہو سکتی۔ ... معلوم ہوتا ہے کہ مرزا خط لکھتے وقت ہمیشہ اس بات کو نصب العین رکھتے تھے کہ خط مین کوئی ایسی بات لکھی جائے کہ مکتوب الیہ اوسکو پڑھکر محظوظ اور خوش ہو۔ پھر جس رتبے کا مکتوب الیہ ہوتا تھا اوسکی سمجھ اور مذاق کے موافق خط مین شوخیان کرتے تھے۔ مثلاً اپنے ایک دوست کو خط لکھا ہے۔ اوسمین اونکی لڑکی کو، جو بچپن مین مرزا کے سامنے آتی تھی، اور اب جوان ہوگئی ہے، بعد دعا کے لکھتے ہین:

«کیون بھئی! اب اگر ہم کول آئین بھی تو تمکو کیونکر دیکھین گے؟ کیا تمہاری ملک مین بھتیجیان چچا سے پردہ کرتی ہین؟»

یا مثلاً نواب امیر الدین احمد خان رئیسِ لوہارو کو اونکے بچپن کے زمانے مین اونکے رقعے کا جواب، جس مین مرزا کو دادا صاحب لکھا تھا، اسطرح لکھتے ہین:

«ای مردم چشم جہان بین غالب! پہلے القاب کے معنی سمجھ لو۔ یعنی چشم جہان بین غالب کی پتلی۔ چشم جہان بین تمہارا باپ مرزا علاء الدین احمد خان بہادر، اور پتلی تم۔ میان تمہاری دادا تو نواب امین الدینخان بہادر ہین۔ مین تو صرف تمہارا دلدادہ ہون۔»

ایک دوست کو دسمبر سنہ ۵۸ ع کی اخیر تاریخون مین خط لکھا ہے۔ اونھون نے اوسکا جواب جنوری سنہ ۵۹ ع کی پہلی یا دوسری کو لکھ بھیجا۔ اوسکے جواب مین اونکو اسطرح لکھتے ہین:

«دیکھو صاحب! یہ باتین ہمکو پسند نہین۔ سنہ ۱۸۵۸ ع کی خط کا جواب سنہ ۱۸۵۹ ع مین بھیجتے ہو۔ اور مزا یہ کہ جب تم سے کہا جائیگا تو یہ کہوگے کہ مین نے دوسری ہی دن جواب لکھا ہے۔»

الغرض مرزا کے خطوط و رقعات مین ایسے خطوط بہت کم نکلین گے جن مین اس قسم کی ظرافت اور ہنسی کی باتین مندرج نہون۔ یہانتک کہ رنج و افسردگی

کا بیان بھی اس قسم کی چھیڑ سے خالی نہین ہوتا ۔ منشی نبی بخش مرحوم کو لکھتے ہین :

« بھائیصاحب ! مین بھی تمھارا ہمدرد ہوگیا ۔ یعنی منگل کے دن ۱۸ ربیع الاول کو شام کیوقت میری وہ پھپھی ، کہ مین نے بچپن سے آجتك اوسکو مان سمجھا تھا ، اور وہ بھی مجکو بیٹا سمجھتی تھی ، مرگئی ۔ آپکو معلوم رہے کہ پرسون میری گویا نو آدمی مرے ۔ تین پھپھیان اور تین چچا اور ایك باپ اور ایك دادی اور ایك دادا ۔ یعنی اس مرحومہ کے ہونے سے مین جانتا تھا کہ یہ نو آدمی زندہ ہین ، اور اوسکے مرنے سے مین نے جانا کہ یہ نو آدمی آج ایکبار مرگئے ۔ »

مرزا نے بعض اردو خطون مین .... مُسَجّع عبارت لکھنے کا التزام کیا ہے ۔ عربی اور سنسکرت زبان کے سوا اور زبانون کی مسجع نثرون مین عموماً یہ عیب ہوتا ہے ، کہ دوسرے فقرے مین جو پہلے فقرے کی رعایت سے خواہ نخواہ قافیہ تلاش کرنا پڑتا ہے تو اوسمین تصنع اور آورد کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے ، اور اسلئے پہلے فقرے کے مقابلے مین دوسرا فقرہ بسبب لزوم ما لا یلزم کے کم وزن ہوجاتا ہے ۔ مگر مرزا کی مسجع نثر مین یہ بات بہت کم دیکھی جاتی ہے ۔ دوسرے فقرے مین تقریباً ویسی ہی بے تکلفی پائی جاتی ہے جیسی پہلے فقرے مین ۔ اور یہ بات اوسی شخص سے بن پڑتی ہے جو باوجود خوش سلیقگی اور لطفِ طبیعت کے شاعری مین غایت درجے کا کمال رکھتا ہو ، اور وزن و قافیہ کی جانچ اور تول مین ایك عمر بسر کرچکا ہو ۔ مگر یہ معلوم رہے کہ مُقَفّیٰ عبارت مرزا خاصکر اون خطون مین لکھتے تھے جن سے ہنسی یا ظرافت اور مخاطب کا خوش کرنا مقصود ہوتا تھا ۔

عرایض کا طرز ادا

اگرچہ میرزا صاحب کے عرایض کا طرزِ ادا اون خطون کے مقابلے مین ، جو « اردوی معلی » اور « عودِ ہندی » مین شایع ہو چکے ہین ، با تکلف ہے ، اور یہان وہ رنگا رنگی نہین پائی جاتی جو مذکورہ مجموعون کے خطوط کی جان ہے ، تاہم یہ عرایض بھی اوسی نادرہ کار قلم کے رہینِ منت ہین ، جو

ادب اردو کے دامنِ کوتاہ کو سدا بہار پھولون سے بھر چکا ہے۔ اسلئے ان سرکاری درخواستون مین بھی وہ سادگی، شوخی اور ظرافت موجود ہے، جسکے سبب ادایِ مطلب مین میرزا صاحب کی انشا دیگر انشا پردازون کی تحریرون سے گویِ سبقت لیگئی ہے۔

لیکن یہ محاسن اون خطوط مین زیادہ نمایان ہین، جن مین حسنِ طلب ہے۔ چونکہ سرکارِ رامپور میرزا صاحب کی مالی دستگیری کی واحد کفیل تھی، اسلئے وہ ہر ضرورت کے موقع پر سوال کر بیٹھتے تھے، اور یہ سوچکر کہ ابھی سابق امداد کو زیادہ زمانہ نہین ہوا ہے، ہمیشہ ایسے انداز سے سوال کرتے تھے کہ انکار کی گنجایش باقی نہ رہے۔ مثلاً نواب فردوس مکان نے اپنے چھوٹے صاحبزادے سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کے موقع پر میرزا صاحب کو تورہ اور خلعت کے نام سے ۱۲۵ روپیے نقد ارسال کئے ہین۔ میرزا صاحب اس روپیہ کو خرچ کرنیکے بعد آیندہ کیلئے سبیل نکالتے ہوے لکھتے ہین:

« یہ تحریر نہین مکالمہ ہے۔ گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریق انبساط عرض کرتا ہون، کہ یہ سوا سو روپے، جو تورۂ و خلعت کے نام سے مرحمت ہوے ہین، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا تو میرا خلعت حضور پر باقی رہیگا یا نہین؟ » (۱)

نواب فردوس مکان کی وفات کے بعد نواب خلد آشیان کی خدمت مین قصیدۂ تہنیت ارسال کیا ہے۔ یہان سے صلہ مین تاخیر ہوتی ہے۔ میرزا صاحب کو روپیہ کی ضرورت ہے، اسلئے نامۂ تقاضائی لکھتے ہین، اور اوس مین بطور تقاضا ارشاد فرماتے ہین:

« پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تھا کہ جب مین قصیدہ بھیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین و آفرین کا۔ شرم آتی ہے کہتے ہوے مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس کی ہنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ہوا کرتی تھی۔ .... یہ رسم بری نہین ہے۔ اگر جاری رہے تو بہتر ہے۔ » (۲)

---

(۱) مکاتیب، ص ۲۹ (۲) ایضاً، ص ۵۲

ص — مکاتیب غالب

ایکسال دلی مین بارش کم اور رامپور مین کافی ہوئی ہے۔ اس سلسلہ مین تحریر فرماتے ہین:

«اگرچہ یہان مینہہ اسیقدر برسا ہی کہ جسکو پانی سی زمیندار حاصل فصل ربیع سی ہاتھ دھولین، مگر چونکہ بفرمان ازلی میری رزق کی برات آپ پر ہی، اور آپکی ملک مین بارش خوب ہوئی ہی، ابر رحمت کی شکریہ مین ایک قطعہ ملفوف اس عرضی کی بھیجتا ہون۔ بنظر اصلاح نظم و اصلاح حال ملاحظہ ہو۔» (۱)

نواب خلد آشیان نے جشنِ تخت نشینی مین شرکت کی دعوت دی ہے۔ اسکا شکریہ ادا کرکے لکھتے ہین:

«حضرت کی خدمت مین نہ آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا۔ وہ آگ برس رہی ہی کہ طیور کی پر جل رہی ہین۔ بعد آگ کی پانی برسیگا۔ سفر خصوصاً بوڑھی رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر۔ آفتاب میزان مین آیا، اور ہنگامۂ آتش و آب رفع ہوا، اور مین نی احرام بیت المعمور رامپور باندھا۔» (۲)

ایک مرتبہ نواب خلد آشیان نے اپنی ایک فارسی نثر اصلاح کو بھیجی ہے۔ میرزا صاحب بعض محاورون کی تغلیط کرتے ہین۔ اہلِ دربار بہارِ عجم اور فرہنگِ جہانگیری وغیرہ لغات کے حوالہ سے اس اصلاح کو غلط بتاتے ہین۔ نوابصاحب یہ حوالے نقل کرکے میرزا صاحب سے اصلاح پر نظرِ ثانی کی درخواست کرتے ہین۔ اسکے جواب مین میرزا صاحب نے تحریر کیا ہے:

«مجھی اس امر خاص مین نفس مطمئنہ حاصل ہی۔ مگر دعوی اجتہاد نہین ہی۔ بحث کا طریقہ یاد نہین۔ میان انجو جامع فرہنگ جہانگیری، شیخ رشید راقم فرہنگ رشیدی، عظمای عجم مین سی نہین۔ ہند انکا مولد۔ ماخذ انکا اشعار قدما۔ ہادی انکا انکا قیاس۔ ٹیک چند اور سیالکوٹی مل انکی پیرو۔ سبحان اللہ! ہندی بھی اور ہندو بھی! نور علی نور!!» (۳)

باغِ بے نظیر کی نمایش کا حال اخبار مین پڑھا ہے، اور چاہتے ہین کہ نوابصاحب کو اس جشنِ بینظیر کی مبارکباد دین۔ اس مضمون کو اسطرح ادا فرماتے ہین:

«نمایشگاہ سراسر سور رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون، اور خون جگر کھاتا ہون، کہ ہای! مین وہان نہین۔ بالا خانی پر رہتا ہون۔ اوتر نہین سکتا۔ مانا کہ آدمیون نی گود مین لیکر

---

(۱) مکاتیب، ص ۵٦ (۲) ایضاً، ص ۵٤ (۳) ایضاً، ص ۸۲

اوتارا ، اور پالکی مین بٹھا دیا ۔ کہار چلی ۔ راہ مین نہ مرا اور رامپور پہنچ گیا ۔ کہارون نی جا کر بینظیر مین میری پالکی رکھدی ۔ پالکی قفس ، اور مین طائر اسیر ۔ وہ بھی بی پر و بال ۔ نہ چل سکون ، نہ پھر سکون ۔ جو کچھ اوپر لکھ آیا هون ، یہ سب بطریق فرض محال هی ۔ ورنہ ان امور کی وقوع کی کہان مجال هی ؟ » (۱)

نواب سکندر زمانی بیگم صاحبہ کی تعزیت کرتے ہوے رقمطراز ہین :

« چاهتا هون کہ کچھ لکھون ۔ مگر نہین جانتا کہ کیا لکھون ۔ لازم تھا کہ تعزیت نامہ بزبان فارسی و عبارت بلیغ لکھون ۔ آپکی قدمون کی قسم ! دل نی قبول نکیا ۔ آرایش گفتار ، نظماً او نثراً ، واسطی تہنیت کی هی ، کہ دل کثرت نشاط سی گل کیطرح کھل رها هی ۔ طبیعت راہ دیتی هی ۔ الفاظ ڈھونڈھی جاتی هین ۔ معنی پیدا کیی جاتی هین ۔ اب مین نیم مردہ ، دل پژمردہ ، خاطر افسردہ جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون وہ سراسر طبع کی خلاف ۔ جس بات کا تصور ناگوار هو اوسکی تذکر سی جی کیون نہ بیقرار هو ؟ » (۲)

نواب زین العابدین خان بہادر سے خواهش کرتے هین کہ اپنے نام کا خط سرکار کو دکھا دینا ۔ مگر ساتھ هی فرماتے هین :

« لیکن تم سی یہ توقع کیونکر پڑی ؟ کسواسطی کہ تم نی اردو دیوان کی پہنچنی نہ پہنچنی کا حال جنابعالی سی دریافت کرکر کب لکھا هی ، جو اس بات کا جواب لکھوگی ۔ » (۳)

خاتمہ

میرزا صاحب خط کے آخر مین بالعموم ایك دو دعائیہ لفظ لکھا کرتے تھے ۔ اردوی معلی و عودِ هندی مین بعض مقامات پر یہ جزو متروك هوگیا هے ، یا اپنی خیریت یا دنیا کی بے ثباتی سے متعلق کسی جملہ سے بدل گیا هے ۔ لیکن عرایض مین کبھی نظر انداز نہین هوا ۔ ان مین همیشہ

« زیادہ حد ادب ۔ تم سلامت رهو هزار برس * هر برسکی هون دن پچاس هزار »

یا

« تم سلامت رهو قیامت تك * دولت و عز و جاہ روز افزون »

تحریر کیا کرتے تھے ۔ چونکہ اس جزو مین کوئی ادبی خوبی میرزا صاحب کے هان بھی نہین پائی جاتی ، اسلئے تمثیل و استشهاد بیکار هوگا ۔

کاتب کا نام

میرزا صاحب کاتب کی شخصیت کا تعین بھی نئے اسلوب سے کرتے تھے ۔

---

(۱) مکاتیب ، ص ۹۲ (۲) ایضاً ، ص ٦٤ (۳) ایضاً ، ص ۱۱۰

ص — الف

عام انشا پردازون کی طرح آخر مین نام لکھنے کا طریقه اونکے هان صرف پُر تکلف مراسلت کیساتھ مخصوص تھا . وہ مساویانه یا بزرگانه خط و کتابت مین کبھی خط کے شروع یا درمیان مین اسطرح نام لکھتے هین، که مکتوب الیه کو خیال تك نهین هوسکتا که یهان نام لکھنے سے مقصود کاتب کا تعارف هے .
مثلاً خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کو لکھا هے :

« قبله ! کبھی آپ کو یه بھی خیال آتا هی ، که کوئی همارا دوست ، جو غالب کہلاتا هی ، وہ کیا کھاتا پیتا هی اور کیونکر جیتا هو ؟ » (۱)

یا مثلاً نواب انور الدوله بهادر شفق کو تحریر کیا هے :

« کیونکر کهون که مین دیوانه نهین هون ؟ هان اتنی هوش باقی هین که اپنی کو دیوانه سمجھتا هون . واه ! کیا هوشمندی هی که قبلۂ ارباب هوش کو خط لکھتا هون ، نه القاب ، نه آداب ، نه بندگی ، نه تسلیم ؟ سن غالب ! هم تجھ سی کہتی هین بهت مصاحب نه بن . » (۲)

اور کبھی آخر مین نام لکھتے هین ، جو بیشتر تو اونکا تخلص « غالب » هوتا هے ، اور تنها یا کسی همقافیه فقره کیساتھ آتا هے . مثلاً

« بندۂ علی ابن ابیطالب آرزومند مرگ غالب ، نجات کا طالب غالب ، عفو جرم کا طالب غالب ، داد کا طالب غالب ، اس خط کی رسید کا طالب غالب ، ترحم کا مستحق اور تفقد کا طالب غالب ، وغیره »

لیکن بعض خطوط مین اصلی نام « اسد الله خان » یا « اسد الله » یا صرف « اسد » یا « اسد الله خان غالب » یا « اسد الله غالب » بھی لکھا هے ، نواب فردوس مکان کے نام کے ایك عریضه مین « اسد الله » کیساتھ بھی ایك همقافیه فقره استعمال کیا هے . فرماتے هین :

« عرضداشت هوا خواه اسد الله . » (۳)

متعدد خطوط مین میرزا صاحب نے یه جزو ترك کردیا هے . ان مین چند ایسے هین جن مین کنایةً نام آگیا هے . مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بهادر کو لکھتے هین :

« تاریخ اوپر لکھی آیا . نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا هی . » (٤)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۷٤ (۲) ایضاً ، ص ۳۱٤ (۳) مکاتیب ، ص ٤ (٤) اردوی معلی ، ص ۳۹۵

انہی کو دوسرے خط مین لکھا ہے :

« دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ہون . کاتب کا نام غالب ہے کہ دستخط سے پہچان جاؤ . » (۱)

ایك اور خط مین تحریر کیا ہے :

« ٦ دسمبر سنه ۱۸٦٥ ع کی بدھ کا دن صبح کی آٹھ بجا چاہتے ہین . کاتب کا نام غالب ہے کہ تم جانتی ہوگی . » (۲)

چودھری عبد الغفور سرور کو بالکل نئے انداز سے لکھا ہے :

« کاتب وہی ہے جو لفافۂ ملفوفه کا مکتوب الیه ہو . » (۳)

باقی جن خطوط مین نام سرِ دست موجود نہین ہے اونکے متعلق یه سمجھنا چاہیے که یا تو ناقلون نے نقل کرتے وقت نام چھوڑ دیا اور یا آخر مین نام کے بجائے « غالب » نقش کی مہر ثبت تھی ، جو نقل کرنے سے رہ گئی . ورنه مین نے جسقدر میرزا صاحب کے سرکاری اور نجی خطوط دیکھے ہین اون مین سے ایك بھی نام یا مہر سے خالی نہین ہے .

تاریخ کتابت خطوط

میرزا صاحب خط کی تاریخ بھی ہمیشه ایك انداز سے نہین لکھا کرتے تھے . اونکی تنوع پسند طبیعت اس خشك جزوِ مکتوب مین بھی نئے شگوفے کھلاتی ، اور وہ کبھی آغاز مین کبھی درمیان مین اور کبھی آخر مین تاریخ ثبت کرتے . تاریخ کے ساتھ ساتھ بعض وقت دن گھڑی اور سال بھی تحریر کرتے تھے . انگریزی و ھجری تاریخون مین سے اونکے ہان بسا اوقات صرف انگریزی یا صرف ھجری اور کبھی کبھی دونون پائی جاتی ہین . مگر سنین لکھنے کا التزام کم اور علامتِ ھجری و عیسوی کا التزام کمتر ہے .

آغاز کی تاریخ

میرزا صاحب موجودہ یوروپین طرز کے مطابق القاب و آداب سے قبل تاریخ بہت کم لکھتے تھے . اونکے ہان القاب کے بعد آغازِ مطلب مین تاریخ زیادہ ہوتی ہے . چنانچه میر مہدی مجروح کو لکھتے ہین :

(۱) اردوی معلی ، ص ٤٣٤ (۲) ایضاً ، ص ٤٤٢ (۳) ایضاً ، ص ۱۳۳

« میاں ! آج یکشنبہ کا دن ساتوین فروری کی اور شاید بائیسوین جمادی الثانی کی ھی ۔ دو پہر کی وقت شیخ مشرف علی رھنی والی استاد حامد کی کوچہ کی میری پاس آئی ، اور اونھون نی تمھارا خط لکھا ہوا ۱۵ جمادی الثانی کا دیا ۔ » (۱)

یوسف مرزا صاحب کو لکھا ہے :

« آؤ صاحب ! میری پاس بیٹھ جاؤ ۔ آج یکشنبہ کا دن ھی ساتوین تاریخ رمضان کی اور اونیسوین اپریل کی ۔ » (۲)

مرزا تفتہ کو تحریر کرتے ھین :

« آج منگل کی دن پانچوین اپریل کو تین گھڑی دن رھی ڈاک کا ھرکارہ آیا ۔ » (۳)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ہے :

« چار شنبہ ۱۸ مئی ... بقول عوام باسی عید کا دن صبح کا وقت ۔ » (٤)

نواب انور الدولہ بہادر کو لکھتے ھین :

« خداوند نعمت ! آج دو شنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھی ۔ اسوقت کہ بارہ پر تین بجی ھین ، عطوفت نامہ پہنچا ۔ » (۵)

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کیا ہے :

« جنابعالی ! آج دو شنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ھی ۔ پہر دن چڑھا ہوگا کہ ابر گھر رھا ھی ۔ ترشح ہورھا ھی ۔ ھوا سرد چل رھی ھی ۔ پینی کو کچھ میسر نہین ۔ ناچار روٹی کھائی ھی ۔ » (٦)

وسط کی تاریخ

مطالب کے ضمن مین میرزا صاحب تاریخ اسطرح لکھتے ھین کہ بظاھر پڑھنے والے کو تاریخ نویسی کا خیال نہین گزرتا ۔ بلکہ تاریخ بھی منجملۂ مطالب معلوم ھوتی ہے ۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ہے :

« تمھاری پاس جو قاطع برھان پہنچی ھی اگر چھاپی کی ھی تو صحیح ھی ۔ جہان تردد ھو غلطنامۂ ملحقہ مین دیکھ لو ۔ زیادہ انکشاف منظور ھو مجھ سی پوچھ لو ۔ اور اگر قلمی ھی تو درجۂ اعتبار سی ساقط ھی ۔ اوسکو میری تالیف نہ سمجھو ۔ بلکہ مجکو مول لیلو اور اوسکو پھاڑ ڈالو ۔ آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارک بارہ پر تین بجی تمھارا خط آیا ۔ اودھر پڑھا ، ادھر جواب لکھنی بیٹھا ۔ یہانتک لکھ چکا تھا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی آئی ۔ تمھارا خط اونکو دیا ۔ وہ پڑھ رھی ھین ۔ ھم لکھ رھی ھین ۔ ابر آیا ہوا ھی ۔ ھوا سرد چل رھی ھی ۔ » (۷)

شاہ عالم صاحب مارھروی کو تحریر کیا ہے :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵٦ (۲) ایضاً ، ص ۳۳۰ (۳) ایضاً ، ص ٤۵ (٤) ایضاً ، ص ٤٤٦
(۵) ایضاً ، ص ۲۹۵ (٦) ایضاً ، ص ۲۷۵ (۷) ایضاً ، ص ٤۱۲

« پای تحتانی لکھہ چکا تھا کہ ایک چپراسی آیا ، اور اوسنے خط تمہاری نام کا ٹکٹ لگا ہوا دیا اور کہا کہ ڈپٹی صاحب نے سلام کہا ہی اور یہ خط دیا ہی ۔ اب مین یہ خط اپنا مع اونکی خط کے ڈاک گھر مین بھیجتا ہون ۔ صبح کا وقت یکشنبہ کا دن ۸ صفر اور ۲۵ اگست کی ہی ۔ ڈپٹی صاحب چاندنی چوک حافظ قطب الدین سوداگر کی حویلی مین رہتی ہین ۔ » (۱)

میر مہدی مجروح کو لکھتے ہین :

تمہاری شکایتہای بیجا کا جواب یہ ہی کہ تم نے جو خط مجکو پانی پت سے بھیجا تھا ، اور کرنال کی روانگی کی اطلاع دی تھی ، مین نے تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سے خط آئیگا تو مین جواب لکھونگا ۔ آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت ، ابھی کھانا پکا بھی نہین ، تبرید پی کر بیٹھا تھا کہ تمہارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا ۔ » (۲)

خاتمہ کی تاریخ

خاتمہ کی تاریخ مین بھی میرزا صاحب موجودہ رسم تحریر کی مخالفت کرتے نظر آتے ہین ۔ اونکے ہان آخری تاریخ کا مذکور بھی ضمن مطالب مین ہوتا ہے ۔ البتہ عرایض مین دو چار مقامات کے علاوہ ہر جگہ خط ختم کرنیکے بعد نام سے قبل یا بعد تاریخ ثبت کی ہے ۔ مثلاً مرزا حاتم علی مہر کو لکھا ہے :

« دو شنبہ کا دن ۲۰ دسمبر کی صبح کا وقت ہی ۔ انگیٹھی رکھی ہوئی ہی ۔ آگ تاپ رہا ہون ، اور خط لکھہ رہا ہون ۔ یہ اشعار یاد آگئی ۔ تمکو لکھہ بھیجی ۔ والسلام ۔ » (۳)

منشی حبیب اللہ خان ذکا کو تحریر کیا ہے :

« جواب خط کا طالب غالب ۔ سہ شنبہ از روی جنتری ۲٦ اور از روی رویت ۲۵ رجب سنہ ۱۲۸۳ ھ اور ٤ دسمبر سنہ ۱۸٦٦ ع ۔ » (٤)

نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھتے ہین :

« ٦ دسمبر سنہ ۱۸٦۵ ع کی بدہ کا دن صبح کے آٹھہ بجا چاہتی ہین ۔ کاتب کا نام غالب ہی کہ تم جانتی ہوگی ۔ » (۵)

انہی کو لکھتے ہین :

« ... مرقومۂ شنبہ یکم جون وقت صبح چھہ بجی سات کے عمل مین ۔ » (٦)

خاتمہ مین اعادۂ تاریخ

کبھی کبھی میرزا صاحب آغاز مین تاریخ لکھدینے کے بعد خاتمہ مین

(۱) اردوی معلی ، ص ۲۰۲ (۲) ایضاً ، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً ، ص ۲٦۷
(٤) ایضاً ، ص ٤۳ (۵) ایضاً ، ص ٤٤۲ (٦) ایضاً ، ص ٤۰۸

اوسکا دوبارہ اجمالی ذکر کرتے ھین ۔ مثلاً نواب علاء الدین احمد خان بہادر کو لکھا ھے :

«دن تاریخ اپنا نام آغاز کتابت مین لکھ آیا ھون ۔ اب ارسال جواب کی تاکید کی سوا اور کیا لکھون ۔» (۱)

انہی کو ایک اور خط مین لکھتے ھین :

«دن تاریخ صدر مین لکھ آیا ھون ۔ کاتب کا نام غالب ھی کہ دستخط سی پہچان جاؤ ۔» (۲)

انہی کو سہ بارہ تحریر کیا ھے :

«تاریخ اوپر لکھ آیا ۔ نام اپنا بدلکر مغلوب رکھ لیا ھی ۔» (۳)

وقت کتابت کا ماحول

بعض اوقات میرزا صاحب تاریخ کے علاوہ خط لکھتے وقت کی حالت کا نقشہ بھی مکتوب الیہ کی نگاھون کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ، تا کہ مکتوب الیہ یہ محسوس کرکے کہ خود میرزا صاحب کے پاس بیٹھا ھوا اونکی زبان سے مکتوبہ واقعات سن رھا ھے ، مطالبِ خط سے زیادہ لطف اندوز ھو ۔ مثلاً گرمی کا موسم ھے ۔ رامپور کے پہلے سفر سے واپس دلی پہنچے ھین ۔ میر مہدی مجروح کی فرمایش پر رودادِ سفر لکھی ھے ۔ اسکے آخر مین فرماتے ھین :

«کوٹھری مین بیٹھا ھون ۔ ٹٹی لگی ھوئی ھی ۔ ھوا آرھی ھی ۔ پانی کا جھجر دھرا ھوا ھی ۔ حقہ پی رھا ھون ۔ یہ خط لکھ رھا ھون ۔ تم سی باتین کرنی کو جی چاھا ۔ یہ باتین کرلین ۔» (٤)

برسات کے موسم مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر کو تحریر کرتے ھین :

«پہر دن چڑھا ھوگا کہ ابر گھر رھا ھی ۔ ترشح ھو رھا ھی ۔ ھوا سرد چل رھی ھی ۔ پینے کو کچھ میسر نہین ۔ ناچار روٹی کھائی ھی ۔

افقہا پر از ابر بہمن مہی * سفالینہ جام من از می تہی

غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاک کا ھرکارہ تمہارا خط لایا ۔» (٥)

نواب انور الدولہ بہادر کو لکھتے ھین :

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤٤٨ (۲) ایضاً ، ص ٤٣٤ (۳) ایضاً ، ص ۳۹۵
(٤) ایضاً ، ص ١٦٢ (٥) ایضاً ، ص ۲۷۵

« پیر و مرشد ! شب رفتہ کو مینھ خوب برسا ۔ ہوا مین فرط برودت سی گزند پیدا ہوگیا ۔ اب صبح کا وقت ہی ۔ ہوا ٹھنڈی بہ گزند چل رہی ہی ۔ ابر تنك محیط ہی ۔ آفتاب نکلا ہی ؛ پر نظر نہین آتا ہی ۔ » (۱)

انہی کو ایك اور خط مین لکھا ہے :

پیر و مرشد ! ۱۲ بجی تھی ۔ مین ننگا اپنی پلنگ پر لیٹا ہوا حقہ پی رہا تھا کہ آدمی نی آکر خط دیا ۔ مین نی کھولا ۔ پڑھا ۔ بھلی کو انگرکھا یا کرتا گلی مین نہ تھا ۔ اگر ہوتا تو مین گریبان پھاڑ ڈالتا ۔ حضرت کا کیا جاتا ؟ میرا نقصان ہوتا ۔ » (۲)

میرزا صاحب کا املا

میرزا صاحب اردو الفاظ کے املا مین یای معروف و مجہول اور ہای سادہ و مخلوط کا فرق نہین کرتے ۔ اور ابتدائی الفِ مکسورہ و مضمومہ کے فرق کیلئے ہمیشہ موخر الذکر کو باضافۂ (و) تحریر کرتے ہین ۔ چنانچہ اونکے ہان «اُس» بواو اور «اِس» بغیرِ واو پایاجاتا ہے ۔ بعض الفاظ مختلف خطوط مین مختلف املا سے لکھے ہین ۔ مثلاً ہاتھ کو کبھی « ہاتھہ » اور کبھی « ہات » لکھا ہے ۔

انگریزی الفاظ کا تلفظ بھی بیشتر غلط کیا ہے ۔ اسی لئے اونکا املا بھی درست نہین ہے ۔ مثلاً « پنشن » کو « پنسن » اور « لارڈ » کو « لاڑد » اور « بورڈ » کو « بوڑد » لکھتے ہین ۔(۳) اسیطرح ایك دو جگہ عربی الفاظ کو بھی غلط لکھا ہے ۔ مثلاً « بالکل » کو « باالکل » دو الفون کیساتھ لکھدیا ہے ، جو درست نہین ۔(٤)

ایك پیرا گراف کے خاتمہ اور دوسرے کے آغاز کے اظہار کیلئے کبھی تو نئے پیرا کے پہلے حرف پر اس شکل (ــ) کی علامت بناتے ہین ، اور کبھی بارہ کا ہندسہ لکھتے ہین ، جو لفظِ « حد » کا عدد ہے ۔ مرزا حاتم علی مہر کو اس عدد کے التزام کی وجہ بھی لکھی ہے ۔ فرماتے ہین :

« صاحب ! بندۂ اثنا عشری ہون ۔ ہر مطلب کی خاتمہ پر بارہ کا ہندسہ کرتا ہون ۔ » (٥)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۰۰ (۲) ایضاً ، ص ۳۰۳ (۳) مکاتیب ، ص ۱۲ و ۱۵ و ۲۲ و ۱۱۰
(٤) ایضاً ، ص ۳۳ (٥) اردوی معلی ، ص ۲٥۷

ھجری اور عیسوی سنہ کے اظہار کیلئے میرزا صاحب « ھ » اور « ع » بھی استعمال کرتے تھے ۔ لیکن اسکا التزام نہین پایا جاتا ۔

میرزا صاحب کا رسم الخط

میرزا صاحب کا خط نہایت پختہ شفیعا آمیز نستعلیق تھا ۔ چونکہ وہ ایرانی اداؤن کے دلدادہ تھے ، اسلئے خط سے ولایتی شان زیادہ نمایان ھے ۔ مگر آخرِ عمر مین رعشہ پیدا ھوجانے سے دائرون اور کشش مین پہلی سی خوش نمائی باقی نہین رھی تھی ۔ چنانچہ ان خطون کے دیکھنے سے پہلی نظر مین ھاتھ کی تھرتھراھٹ کا احساس ھوتا ھے ۔

سامان کتابت ۔ کاغذ

میرزا صاحب کے خطوط مین سامانِ خط و کتابت کا بھی ذکر آیا ھے ۔ اسلئے اوسپر ایک اجمالی نظر نامناسب نہوگی ۔

میرزا صاحب بالعموم باریک ولایتی کاغذ استعمال کرتے تھے ، جو نیلگون یا سفید یا گلابی ھوتا ۔ دربارِ رامپور مین اونکی جسقدر عرضیان پیش ھوئی ھین وہ بجز ایک دو کے تمام اسی قسم کے گران قیمت کاغذ پر لکھی ھوئی ھین ۔ لیکن منشی سیلچند اور خلیفہ احمد علی صاحب کے نام کے خطوط گھٹیا کاغذ پر ھین ۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ھے کہ میرزا صاحب کاغذ کے انتخاب کیوقت مکتوب الیہ کی حیثیتِ دنیوی کا لحاظ رکھتے تھے ۔

بعض اوقات تنگدستی کے سبب میرزا صاحب کے پاس کاغذ کا ذخیرہ ختم ھوجاتا ، تو جواب دینے کیلئے روپیہ کا انتظار کرنے کے عوض کتاب مین سے سادہ ورق پھاڑ لیتے تھے ۔ ۸ نومبر سنہ ۱۸۵۹ع کو میر مہدی مجروح کو لکھتے وقت یہی ترکیب استعمال کرنی پڑی تھی ۔ چنانچہ اوسی خط مین فرماتے ھین :

« بھائی ! نہ کاغذ ھی ، نہ ٹکٹ ھی ۔ اگلی لفافون مین سی ایک بیرنگ لفافہ پڑا ھی ۔ کتاب مین سی یہ کاغذ پھاڑ کر تمکو خط لکھتا ھون ، اور بیرنگ لفافہ مین لپیٹ کر بھیجتا ھون ۔ غمگین نہ ھونا ۔ کل شام کو کچھ فتوح کہین سی پہنچ گئی ھی ۔ آج کاغذ و ٹکٹ منگا لونگا ۔ » (۱)

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۵

حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت سلامت

آداب بجا لاتا ہوں۔ غزلوں کے مسودات کو صاف کر کر حضور میں بھیجتا ہوں۔ مسودات اپنے پاس
رہنے دیتا ہوں اس نظر سے کہ اگر احیاناً ڈاک میں لفافہ تلف ہو جائے تو میں پھر اس کو صاف
کر کر بھیج دوں ورنہ موقع حک و اصلاح مجھ کو کیا یاد رہے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کا اسم اور
نام نامی تخلص رہے۔ ناظم عالی انور شوکت خیال انہیں سے جو پسند آئے وہ رہنے
دیجئے مگر یہ نہیں کہ خواہی نخواہی آپ ایسا ہی کریں اگر وہی تخلص منظور ہو تو بہت مبارک
زیادہ حد ادب۔ تم سلامت رہو قیامت تک۔ عنایت کا طالب غالب۔ روز یکشنبہ ۱۵ فروری ۱۸۵۷

عکس خط میرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی محفوظۂ دار الانشاء

قلم

معلوم هوتا هے که میرزا صاحب کے زمانه تك لوهے کے قلم کا رواج نهوا تها. وه نیزے کا قلم استعمال کرتے، اور اوسے خود هی بناتے تهے. چنانچه ایك مرتبه قلم بنانے مین چاقو سے انگوٹها زخمی هوگیا، اور منشی شیو نرائن کے خط کے جواب مین تاخیر هوئی، تو میرزا صاحب نے تحریر کیا تها:

«صاحب! تم خط کے جواب نه بهیجنے سے گهبرا رهے هوگے. حال یه هے که قلم بنانے مین میرا هاتهه انگوٹهے کے پاس سے زخمی هوگیا اور ورم کر آیا. چار دن روٹی بهی مشکل سے کهائی گئی هے. بهر حال اب اچها هون.» (۱)

یه سنه ۱۸۵۸ ع کا واقعــه تها. لیکن آخرِ عمر مین رعشه کے سبب خود قلم نه بنا سکتے. لڑکون سے بنوالیتے تهے. ۱۳ مارچ سنه ۱۸٦۷ ع کو نواب خلد آشیان کو لکهتے هین:

«اس درویش کا حال اب قابل گزارش نهین. امراض قدیم بڑه گئے. دوران سر اور رعشه اور ضعف بصر تین بیماریان نئی پیدا هوئی هین. قلم نهین بنا سکتا. لڑکون سے بنوا لیتا هون. برسون کی بات نهین رهی. هفتون کی یا مهینون کی زندگی ره گئی هے.» (۲)

لفافے

میرزا صاحب ساده کاغذ کے مستطیل لفافے استعمال کرتے تهے. بعض اوقات اونکے حاشیون پر باریك بیل بوٹے بهی بنے هوتے. لیکن اوسوقت تك ڈاکخانه کے ٹکٹ چهپے هوے لفافے مروج نه تهے. اسلئے یه سب دیسی ساخت کے هوتے تهے.

خود میرزا صاحب بهی وقت گزاری کیلئے لفافے بنالیا کرتے تهے. ایکبار منشی شیو نرائن اکبرآبادی نے خود ساخته لفافون کے استعمال سے خیال کیا که تنگدستی کے سبب میرزا صاحب ایسا کرتے هین. اور یه سوچکر میرزا صاحب کو لفافون کا ایك بنڈل روانا کیا. میرزا صاحب نے اس سے مطلع هوکر لکها:

«لفافون کی خبر پهنچی. آپ نے کیون تکلیف کی. لفافے بنانا دل کا بهلانا هے. بیکار آدمی

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳٦۲ (۲) مکاتیب، ص ۹۱

کیا کری ۔ بہر حال جب لفافی پہنچ جائینگی ، ہم آپکا شکر بجا لائینگی ۔ هرچه از دوست میرسد نیکوست ۔ » (۱)

لیکن اس کرمفرما نے لفافون کے اوپر « از مقام ، در مقام ، تاریخ و ماہ » طبع کرا کے بھیجے ۔ میرزا صاحب ان چوچلون کو ناپسند کرتے تھے ۔ اونھون نے یه ھدیه دوستون مین تقسیم کردیا ، اور جب منشی صاحب نے ۱۸ دسمبر سنه ۱۸۵۸ ع کو دوبارہ اوسی قسم کے لفافے ارسال کئے ، تو اونھین لکھا :

« برخوردار ! آج اسوقت تمھارا خط مع لفافون کی لفافی کی آیا ۔ دل خوش ھوا ۔ بھائی ! مین اپنی مزاج سی ناچار ھون ۔ یه لفافی « از مقام و در مقام و تاریخ و ماہ » مجکو پسند نہین ۔ آگی جو تم نی مجھی بھیجی تھی وہ بھی مین نی دوستون کو بانٹ دیی ۔ اب یه لفافون کا لفافه اس مراد سی بھیجتاھون کہ انکی عوض یه لفافی جو « در مقام و از مقام » سی خالی ھین ، جن مین تم اپنی خط بھیجا کرتی ھو ، مجکو بھیجدو ، اور یه لفافی اوسکی عوض مجھ سی لیلو ۔ اور اگر اوسطرح کی لفافی نہون تو انکی کچھ ضرورت نہین ۔ » (۲)

اسکے بعد منشی صاحب نے جو کیا اوسکے متعلق کچھ معلوم نہین ۔ لیکن منشی نبی بخش صاحب کے نام کے مکتوب مورخۂ ۲۲ ستمبر سنه ۵۸ ع سے یه ضرور پتا چلتا ھے کہ سنه ۵۸ ع مین لفافه سازی کا خاصه مشغله رھا تھا ۔ فرماتے ھین ۔

« الله ! الله ! یه دن بھی یاد رھینگی ۔ خط سی خط لکھی گئی ھین ۔ مجکو اکثر اوقات لفافی بنانی مین گزرتی ھین ۔ اگر خط نه لکھونگا تو لفافی بناؤنگا ۔ » (۳)

ٹکٹ

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط بھیجنے کے پابند تھے ، اور بالعموم پته کے داھنی یا بائین جانب کبھی اوپر اور کبھی نیچے ٹکٹ چسپان کرتے تھے ۔ ایسے خطوط پر اونھون نے ھمیشه « پوسٹ پڈ » بھی لکھا ھے ۔ بعض اوقات ٹکٹ کے اوپر « اسد » بھی لکھدیا کرتے تھے ۔

روشنائی

میرزا صاحب ھمیشه سیاہ روشنائی استعمال کرتے تھے ، جو عموماً بہت روشن اور پختہ ھوتی ۔ آخری ایام کے خطوط مین پھیکی روشنائی بھی نظر آتی ھے ۔ جسکی وجه خود میرزا صاحب کی « قلمدانِ انشا » سے بے توجہی

(۱) اردوی معلی ، ص ۳٤۹ (۲) ایضاً ، ص ۳٦۵ (۳) ایضاً ، ص ۲۷۲

ہوگی. ضرورت کے وقت لڑکون کے قلم اور اونہی کی روشنائی سے لکھا کرتے ہونگے، اور خود « لوح و قلم » کی درستی اور اهتمام سے اسلئیے احتراز کرنے لگے ہونگے، کہ اب اونہـین ان دونون کی شہادت کی ضرورت نہ تھی. عالمِ ادب اونکا لوہا مان چکا تھا.

قواعد ڈاک کی پابندی

میرزا صاحب ڈاک کے قاعــدون کے سخت پابند تھــے. وہ خود بھی خلاف ورزیِ قانون سے احتراز کرتے، اور احباب کو بھی اسی امر کی هدایت کرتے رہتے تھــے. ایکبار منشی حبیب اللہ خان ذکا کو لکھا ھے:

« خط مین خط ملفوف کرنا جانب حکام سی ممنوع ھی. اگر یون نہوتا تو مین اونکی نام کا خط تمہاری خط مین ملفوف کرکی بھیجتا. » (۱)

منشی غلام بسم اللہ صاحب نے اپنی غزل کیساتھ ایک منصف صاحب کی غزل بھی ارســال کردی تھی. اونکی اس سہل انگاری پر سرزنش کرتے ہوے لکھتــے ہین:

« سنیی حضرت! خـط مین خط (کا) تداخل برا ھی. اگر یہان کی ڈاک مین کبھی خط کھل گیا، تو مجھسی پچاس روپیہ لئی جائینگی، یا قید کا حکم ہوگا. آیندہ آپ خط جداگانہ بھیجـا کیجی. اس باب مین تاکید جانیی. کوئی حیلہ جواز کا آپ کی طرف سی مسموع نہوگا. » (۲)

چودھری عبد الغفور صاحب نے پارسل مین کچھ خط رکھدیــے تھــے. اونکو تحریر کرتے ہین:

« پارسل مین خطوط بھیجنی محل اندیشہ ھی. خدا نی بچایا. چونکہ اب وہ خط آپکو کچھ کام کی نہ سمجھـا، از راہ احتـیاط پارسل مین سی نکال لیی. » (۳)

ایکبار تفتہ کے نام ایک پارسل حسبِ قاعـدہ ایک آنے کا ٹـکٹ چسپان کرکے ڈاک خانہ بھیجا. جو شخص پارسل لیکر گیا تھا، اوسنے غلطی سے خـطون کے بکس مین پارسل ڈالدیا. میرزا صاحب نے واقعہ سے مطلع ہوکر تفتہ کو لـکھا:

« صاحب! کل پارسل اشعار کا ایک آنہ کا ٹکٹ لگاکر اور اوسپر یہ لکھکر کہ یہ پارسل ھی، خط نہین ھی، ڈاک مین بھیجدیا. ڈاک منشی نی کہا کہ خطون کی صندوق مین ڈالدو. خدمتگار

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹ (۲) عودھندی، ص ۱۸٦ (۳) اردوی معلی، ص ۱۳۷

ناخوانده آدمی۔ اوسکا حکم بجا لایا، اور اوسکو خطوں کی صندوق مین ڈال آیا۔ وہ لفظ کہ "یہ خط نہین ھی پارسل ھی، دست آویز معقول ھی۔ اگر وھان کی ڈاکیے تم سے خط کا محصول مانگین، تو تم اوس جملہ کی ذریعہ سی گفتگو کر لینا۔" (۱)

در اصل میرزا صاحب کی احتیاط کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایکبار تفتہ کی غلطی کا خمیازہ بھگت چکے تھے، اور غالباً پارسل کو خطوں کے بکس مین ڈالدینے کی وجہ سے اونکو پوسٹ پیڈ پارسل کا مزید محصول ادا کرنا پڑا تھا۔

۲۸ جولائی سنہ ۱۸۵۸ع کو یہ واقعہ خود تفتہ کو لکھا ہے:

"میرزا تفتہ! کل قریب دو پہر کی ڈاک کا ھرکارہ، وہ جو خط بانٹا کرتا ھی، آیا، اور اوسنی پارسل موم جامی مین لپٹا ھوا دیا۔ پہلے تو حیران رھا کہ پاکٹ خطوں کی ڈاک مین کیون آیا؟ باری جب اوسکی تحریر دیکھی تو تمھاری ھات کا پیم فلٹ لکھا ھوا اور دو ٹکٹ لگی ھوی۔ مگر اوسکی آگی کالی مہر اور کچھ انگریزی لکھا ھوا۔ ھرکارہ نی کہا کہ ایک روپیہ دس آنی دلوائیے۔ دلوادیے، اور پارسل لی لیا۔ مگر حیران کہ یہ کیا پیچ پڑا؟ قیاس ایسا چاھتا ھی کہ تمھارا آدمی جو ڈاک گھر گیا اس کو خطوں کی بکس مین ڈال آیا۔ ڈاک کی کارپردازوں نی غور نہ کی، اور اوسکو بیرنگ خطوں کی ڈاک مین بھیجدیا۔" (۲)

پوسٹ مین کا لطیفہ

ایکبار پوسٹ مین کی غفلت سے ایک دلچسپ لطیفہ پیدا ہوگیا تھا۔ واقعہ یہ ہوا کہ میرزا صاحب کے نام ایک خط آیا۔ اوس کے پتہ مین مکتوب الیہ کے نام کے ساتھ جو تعظیمی الفاظ استعمال ہوے تھے، اونمین ایک لفظ "کیشان" بھی تھا۔ ڈاکیے نے اوسے "کپتان" پڑھا، اور میرزا صاحب کی خدمت مین مبارکباد پیش کرکے طالبِ انعام ہوا۔ میرزا صاحب نے نواب انور الدولہ بہادر شفق کو یہ واقعہ لکھا ہے۔ فرماتے ہین:

"ایک لطیفۂ نشاط انگیز سنیے۔ ڈاک کا ھرکارہ، جو بلیماروں کی خطوط پہنچاتا ھی، اندنوں مین ایک بنیا پڑھا لکھا حرف شناس کوئی فلان ناتھ ڈھمک داس ھی۔ مین بالاخانہ پر رھتا ھوں۔ حویلی مین آکر اوسنی داروغہ کو خط دیا۔ اور اوسنی خط دیکر مجھسی کہا کہ ڈاک کا ھرکارہ بندگی عرض کرتا ھی، اور کہتا ھی کہ مبارک ھو! آپ کو، جیسا کہ دلی کی بادشاہ نی نوابی کا خطاب دیا تھا، اب کالپی سی خطاب کپتانی کا ملا۔ حیران کہ یہ کیا کہتا ھی؟ سرنامہ کو غور سی دیکھا۔ کہین قبل از اسم "مخدوم نیازکیشان" لکھا تھا۔ اوس قرم ساق نی اور الفاظ سی قطع نظر کرکی "کیشان" کو کپتان پڑھا۔" (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۱۰۹ (۲) ایضاً، ص ۵۸ (۳) ایضاً، ص ۳۰۰

بیرنگ خطوط

اگرچــه قانونِ ڈاك کی رو سے بیرنگ خطوط ارسال کرنا ممنوع نهین ، لیکن میرزا صــاحب اسے قانونِ محبت و اخلاق کے خلاف جانتے ، اور اسلئے بغیر کسی معقول وجه کے کبھی بیرنگ خط نهین لــکهتــے تهــے . سید احمد حسن مودودی کو ایك بیرنگ خط لــکهتــے هوــے فرماتے هین :

« مــیرا شیوه نهین هی خط بیرنگ بهیجنا . » (۱)

میرزا صاحب اپنــے هر بیرنگ خط مین بیرنگی کی وجه بهی لــکهدیا کرتے تهــے . چنانچه وه یا تو اوسوقت بیرنگ خط لــکها کرتے جبکه

۱) اونکے پاس ٹــکٹ موجود نهوتا . خواه اسلئے که جیب اسکی اجازت ندیتی ، یا بر وقت ڈاکخانه سے حصول دشوار هوتا . مگر اس عذر کیلئے بــے تکلف احباب اور شاگرد مخصوص تهــے . میر مهدی مجروح کو ایك بیرنگ خط مین لــکها هے :

« بهائی ! نه کاغذ هی ، نه ٹکٹ هی . اگلی لفافون مین سی ایك بیرنگ لفافه پڑا هی . کــتاب مین سی یه کاغــذ پهاڑ کر تمکو خط لــکهتا هون ، اور بیرنگ لفــافه مین لپیٹ کر بهیجتا هون . غمگین نهونا . کل شام کو کچھ فتوح کهین سی پهنچ گئی هی . آج کاغذ و ٹکٹ منگا اونگا . » (۲)

اسیطرح نواب علاء الدین احمد خان بهــادر کو لــکهتــے هین :

« بهائی ! سچ تو یون هی که اندنون مین میری پاس ٹکٹ نهین . اگر بیرنگ بهیجون توکهار مانده . اوٹھ نهین سکتا . ڈاك گهر تك جاؤ کون ؟ » (۳)

نواب شهاب الدین احمد خان بهادر کو زیاده مُضحکانه انداز مین تحریر کیا هے :

« آج مــیری پاس ٹکٹ هی نه دام . معاف رکهنا . والسلام . » (٤)

۲) اور یا اوسوقت بیرنگ خط ارسال کرتے که اوسکے تلف هوجانے کا خطره هوتا . اور چونکه تلف هوجانیکا خطره اهم مکاتیب کے سلسله مین زیاده ناپســـندیده معلوم هوتا هے ، اور اهم مکاتیب بــے تکلف اور با تکلف دونون قسم کے مکتوب الیه کو لــکهــے جاتے هین ، بنابرین اس عذر کے ماتحت

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۵ (۳) ایضاً ، ص ٤۲۵ (٤) ایضاً ، ص ۲۹۱

میرزا صاحب نے والیانِ ریاست تک کو بیرنگ خطوط لکھے ہین۔ چنانچہ ایکبار نواب انور الدوله بہادر نے خط نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا:

« سونچتا هون که دونون خط بیرنگ گئی تھی۔ تلف هونا کسیطرح متصور نہین۔ » (۱)

در اصل میرزا صاحب یه سمجھتے تھے که ڈاکیا بیرنگ خط ضایع نہین کرتا۔ بلکه کوشش کر کے مکتوب الیه تک خط پہنچاتا ھے، تاکه اوس سے محصولِ ڈاك وصول کرسکے۔ یه خیال سید احمد حسن مودودی کے خط مین ظاھر بھی کیا ھے۔ فرماتے ھین:

« یه خط عمداً بیرنگ بھیجتا هون۔ کہتی هین که پیڈ کی تلف هونیکا احتمال هی، اور بیرنگ کا نہین۔ » (۲)

سیف الحق سیاح کو لکھتے هین:

« پیسڈ خط گاہ گاہ تلف بھی هوجاتا هی۔ نظار اس بات پر یه خط تم کو بیرنگ بھیجتا هون۔ تاکه ضایع نہونیکا احتمال قوی رهی۔ » (۳)

چودھری عبد الغفور سرور کو ضروری خطوط کے بیرنگ ارسال کرنے کی هدایت کرتے هوے لکھتے هین:

« ایك قاعده آپ کو بتاتا هون۔ اگر اوسکو منظور کیجی گا تو خطوط کی نه پہنچنی کا احتمال اوٹھ جائیگا، اور رجستری کا درد سر جاتا رهیگا۔ آدھ آنه نه سهی، ایك آنه سهی۔ آپ بھی خط بیرنگ بھیجا کیجی، اور مین بھی بیرنگ بھیجا کرون۔ اسٹامپ پیسڈ خطوط تلف بھی هوتی هین۔ اس قاعده کا جیسا که مین واضع هوا هون بادی بھی هوا، اور یه خط بیرنگ بھیجا۔ » (٤)

مولوی عزیز الدین صاحب نے قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے خط ارسال کرنیکی اطلاع اور اوسکے جواب نه لکھنے کی شکایت کی، تو اوسکے جواب مین میرزا صاحب نے لکھا:

« خط از روی احتیاط بیرنگ بھیجا هی۔ پوست پڈ خط اکثر تلف هو جاتی هین۔ چنانچه قاضی عبد الجمیل صاحب کا خط، جسکا آپ نی ذکر لکھا هی، آنکھین پھوٹ جائین اگر مین نی دیکھا هو! آپ اون سی میرا سلام نیاز کہیی، اور خط کی نه پہنچنی کی اونکو خبر پہنچائیی۔ » (٥)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۳۰٤ — (۲) ایضاً، ص ۲٤٤ — (۳) ایضاً، ص ١٤
(٤) عود هندی، ص ۳۳ — (٥) اردوی معلی، ص ۲۱۷

والی بھرتپور کا انتقال ہوا اور یہ خبر دلی پہنچی، تو میرزا صاحب کو فکر ہوئی کہ کہین جانی جی، جو مرزا تفتہ کے مربی تھے، معزول تو نہین کردیے گئے. اس خبر کے استفسار کیلئے مرزا تفتہ کو خط لکھا اور اوس مین ہدایت کی کہ

«واسطی خدا کی ! نہ مختصر نہ سرسری بلکہ مفصل اور منقح جو کچھ واقع ہوا ہو، اور جو صورت ہو، مجکو لکھو، اور جلد لکھو، کہ مجھپر خواب و خور حرام ہی. کل شام کو مین نے سنا. آج صبح قلعہ نہین گیا، اور یہ خط لکھکر از راہ احتیاط بیرنگ روانہ کیا ہی. تم بھی اسکا جواب بیرنگ روانہ کرنا. آدہ آنا ایسی بڑی چیز نہین. ڈاک کی لوگ بیرنگ خط کو ضروری سمجھ کر جلد پہنچاتی ہین، اور پوست پڈ پڑا رہتا ہی. جب اوس محلہ مین جانا ہوتا ہی تو اوسکو بھی لیجاتی ہین.» (۱)

«دستنبو» کی طباعت کے متعلق ضروری ہدایتین بیرنگ خط مین لکھکر فرماتے ہین:

«واسطی تاکید کی بیرنگ بھیجا گیا.» (۲)

اسیطرح منشی حبیب اللہ خان ذکا کو ایک ضروری خط بیرنگ لکھکر از راہِ معذرت فرماتے ہین:

«بھائی ! یہ خط از راہ احتیاط بیرنگ بھیجتا ہون.» (۳)

نواب فردوس مکان کی خدمت مین ایک عریضہ، جو اونکی والدۂ ماجدہ کی تعزیتِ وفات کے متعلق تھا، ارسال کیا ہے، اور اوسکا جواب نہ پاکر دوسرا عریضہ بیرنگ ارسال کرتے ہوے آخر مین از راہِ معذرت لکھتے ہین:

«پرسون ایک قطعہ جناب بیگم صاحبہ و قبلہ کی تاریخ وفات کا بھیجا ہی. یقین ہی کہ پہنچیگا. از راہ احتیاط وہ قطعہ اس ورق مین پھر لکھتا ہون، اور نیز از راہ احتیاط یہ خط بیرنگ روانا کرتا ہون.» (٤)

میرزا صاحب پوسٹ پیڈ خط کے ضایع ہوجانے کے اسدرجہ قایل تھے کہ جب اونھین کوئی خط نہ ملتا تو وہ اسے ڈاکخانہ کی سہل انگاری پر محمول کرکے یہ لکھدیا کرتے تھے کہ ڈاک مین ضایع ہوگیا ہوگا. اور اگر کسی دوست

---

(۱) اردوی معلی، ص ٦١ (۲) ایضاً، ص ٥٠ (۳) ایضاً، ص ٤٣ (٤) مکاتیب، ص ۲۰

سے جوابِ خط مین تاخیر ہوتی، یا انکے مرسلہ خط کا حوالہ نہوتا تو باور کرلیتے کہ خط ڈاك مین تلف ہوگیا. ممکن ہے اوسوقت ڈاك کا محکمہ زیادہ منظم نہوا ہو. ورنہ اس زمانہ مین پوسٹ پیڈ خطوط ضایع ہوا کرین تو کاروبارِ عالم مختل ہوجائے، اور بالخصوص تجارت پیشہ حضرات گورنمنٹ کے اس مفید ترین محکمہ کے خلاف قانونی چارہ جوئیان کرنے لگین.

میرزا صاحب کا پتہ

اگرچہ باعتبارِ حسب و نسب میرزا صاحب دلی کے مشاہیر مین شمار کیے جاتے تھے، لیکن اونکی وسیع و مسلسل مراسلت نے اس شہرت مین چار چاند لگادیے تھے. اونکے پاس روزانہ ہندوستان اور بیرونِ ہند سے اردو، فارسی اور انگریزی خطوط آتے رہتے، جن مین سرکاری اور نجی ہر قسم کی تحریرین ہوتی تھین. چونکہ اونکو شہر مین ہر شخص جانتا تھا، اسلئے اونکا خط دلی کے ڈاك خانہ مین پہنچکر کبھی ضایع نہوتا. اونکی ڈاکخانہ کی معروفیت کی ایك وجہ یہ بھی تھی کہ پورے شہرِ دہلی مین وہ اپنے نام کے اعتبار سے وحدہ لاشریك تھے، اور ڈاکیا اسد اللہ خان غالب کا مسمی ایك ہی ذات کو جانتا تھا.

میرزا صاحب کو اپنی اس شہرت و ناموری کا اس درجہ پاس تھا، کہ کوئی دوست یا شاگرد اونکے مکان کا پتہ دریافت کرتا، یا اونکے نام کے خط پر لانبا چوڑا پتہ لکھدیتا، تو وہ اس کو اپنی توہین خیال کرتے. چنانچہ ایکبار نواب علاء الدین احمد خان بہادر علائی نے مکان کا پتا دریافت کیا. میرزا صاحب نے برہم ہوکر لکھا:

« سنو صاحب! حسن پرستون کا ایك قاعدہ ہی کہ وہ امرد کو دوچار برس گھٹا کر دیکھتی ہین. جانتی ہین کہ جوان ہی، لیکن بچہ سمجھتی ہین. یہ حال تمہاری قوم کا ہی. قسم شرعی کھا کر کہتا ہون کہ ایك شخص ہی کہ اوسکی عزت اور نامآوری جمہور کی نزدیك ثابت اور متحقق ہی، اور تم صاحب بھی جانتی ہو. مگر جبتك اوس سی قطع نظر نہ کرو، اور اوس مسخری کو گمنام و ذلیل نہ سمجھو تمکو چین نہ آئیگا. پچاس برس سی دلی مین

رهتا هون . هزارها خط اطراف و جوانب سی آتی هین . بهت لوگ ایسی هین که محله نهین لکهتی . بهت لوگ ایسی هین که محلهٔ سابق کا نام لکهدیتی هین . حکام کی خطوط ، فارسی اور انگریزی ، یهانتك كه ولایت کی آئی هوی ، صرف شهر کا نام اور میرا نام . یه سب مراتب تم جانتی هو ، اور اون خطوط کو تم دیکهه چکی هو . اور پهر مجهسی پوچهتی هو که اپنا مسکن بتا . اگر مین تمهاری نزدیك امیر نهین نه سهی . اهل حرفه مین سی بهی نهین هون ، که جبتك محله اور تهانه نه لکها جائی هرکاره میرا پتا نه پائی . آپ صرف دهلی لکهکر میرا نام لکهدیا کیجئی . خط کی پهنچنی کا مین ضامن . » (١)

قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی نے پته معلوم نهونیکی وجه سے خط لکھنے مین تردد کا اظہار کیا . اونکو لکھتے ہین :

« قبله ! آپ کو خط کی بهیجنی مین تردد کیون هوتا هی ؟ هر روز دو چار خط اطراف و جوانب سی آتی هین . گاه گاه انگریزی بهی . اور ڈاك کی هرکاری بهی میرا گهر جانتی هین . پوسٹ ماسٹر میرا آشنا هی . مجکو جو دوست خط بهیجتا هی وه صرف شهر کا نام اور میرا نام لکهتا هی . محله بهی ضرور نهین . آپ هی انصاف کرین ، که آپ لال کنوان لکهتی رهی ، اور مجکو بلیماروں مین خط پهنچتا رها . خلاصه یه که خط آپکا کوئی تلف نهین هوا . » (٢)

مولوی حبیب الله خان ذکا نے یکے بعد دیگرے دو نیازنامے بھیجے ، مگر میرزا صاحب کی طرف سے جواب نه ملا . اونھون نے اس کو دلی کے ڈاکخانه کی غفلت پر محمول کرکے آخری خط بذریعهٔ رجسٹری ارسال کیا ، اور اوس مین جواب ندینے کی شکایت لکھی . اسکے جواب مین میرزا صاحب الفاظ و مطالب کے گل کھلاتے ہین :

« میری مشفق ! میری شفیق ! مجهسی هیچ و پوچ کی مانی والی ! مجهسی بری کو اچها جانی والی ! میری محب ! میری محبوب ! تمکو میری خبر بهی هی ؟ آگی ناتوان تها . اب نیمجان هون . آگی بهرا تها . اب اندها هوا چاهتا هون . رامپور کی سفر کا رهآورد هی رعشه وضعف بصر . جهان چار سطرین لکهین ، انگلیان ٹیڑهی هوگئین . حرف سوجهنی سی رهگئی . اکهتر برس جیا . بهت جیا . اب زندگی برسون کی نهین ، مهینون کی اور دنون کی هی . پهلا خط تمهارا پهنچا .... دوسرا خط مع غزل آیا ... غزل بعد مشاهده تمکو بهیجی گئی ، اور لکها گیا که نوید حصول صحت جلد بهیجو . کل ایك خط رجسٹری دار آیا . گویا ستارهٔ دنباله دار آیا . حیران که ماجرا کیا هی ؟ باری کهولا اور دیکها . خط نوید رفع مرض و حصول صحت سی خالی اور شکوههای بیجا سی لبریز .

(١) اردوی معلی ، ص ٤١٨ ر — الف (٢) ایضاً ، ص ٢٠٧

صاحب! میری نام کا خط جہان سی روانه هو وهین ره جای تو رهجای . ورنه دلی کی ڈاکخانه مین پہنچکر کیا مجال هی جو مجھ تك نه پہنچی؟ اسیطرح میرا خط یہانکی ڈاکخانی سی نه روانه هو کیا معنی؟ جہان پہنچی وهان کی ڈاك کی کارپردازون کو اختیار هی . مکتوب الیه کو دین یا ندین .» (۱)

مرزا تفته کو ایك خط مین صاف طور پر لکھدیا هے، که نامور آدمی کیواسطے محله کا پته ضرور نہین هے . فرماتے هین :

«بات یه هی که نامور آدمی کیواسطی محله کا پتا ضرور نہین . مین غریب آدمی هون . مگر فارسی انگریزی جو خط میری نام کی آتی هین تلف نہین هوتی . بعض فارسی خط پر پتا محله کا نہین هوتا ، اور انگریزی خط پر تو مطلق پتا هوتا هی نہین . شہر کا نام هوتا هی . تین چار خط انگریزی ولایت سی مجکو آئی . جانی اونکی بلا که بلی مارون کا محله کیا چیز هی .» (۲)

مولانا حاتم علی مہر کو تحریر کیا هے :

«اور یه بهی آپکو معلوم رهی ، که میری خط کی سرنامی پر محله کا نام لکهنا ضرور نہین . شہر کا نام اور میرا نام . قصه تمام .» (۳)

ایکبار میرزا صاحب نے مکان تبدیل کیا . مرزا تفته کو تردد هوا که یه مکان کس محله مین واقع هے . اونکے اس تردد کے رفع کرنے کیلئے ارشاد هوا هے :

«یه مکان به نسبت اوس مکان کی بہشت هی . اور یه خوبی که محله وهی بلیارون کا . اگرچه هی یون که مین اگر اور محله مین بهی جا رهتا تو قاصدان ڈاك وهین پہنچتی . یعنی اب اکثر خطوط لال کنوی کی پتی سی آتی هین ، اور بی تکلف یہین پہنچتی هین . بہر حال تم وهی «دلی ، بلیارون کا محله» لکهکر خط بهیجا کرو .» (٤)

تفته هی کو دوباره لکھا تھا :

«میری نام کا کوئی لفافه ضائع نہین جاتا . خدا جانی اوس پر کیا بجوگ پڑا؟» (٥)

سید احمد حسن صاحب مودودی کی شکایت پر تحریر کیا هے :

«میری نام کا لفافه جس شہر سی چلی اوسی شہر کی ڈاك گهر مین رهجای تو رهجای . ورنه دلی کی ڈاکخانه مین پہنچکر کیا امکان هی که تلف هو؟» (٦)

ایکبار میرزا صاحب نے میر مہدی مجروح کے نام خط لکھا . ڈاکیے نے غلطی سے کسی دوسرے میر مہدی کو جا دیا . مجروح نے میرزا صاحب کو اسکی اطلاع دی . اس اطلاع پر ارشاد هوتا هے :

(۱) اردوی معلی، ص ۳۷ (۲) ایضاً، ص ۸۷ (۳) ایضاً، ص ۲۵۱
(٤) ایضاً، ص ۷۵ (٥) ایضاً، ص ٦۸ (٦) ایضاً، ص ۲٤٥

«وہ جو تمنی لکھا تھا کہ تیرا خط میری نام کا میری ھمنام کی ھاتھ جا پڑا . صاحب قصور تمھارا ھی . کیون ایسی شہر مین رھتی ھو جہان دوسرا میر مہدی بھی ھو ؟ مجکو دیکھو کہ مین کب سی دلی مین رھتا ھون . نہ کوئی اپنا ھمنام ھونی دیا . نہ کوئی اپنا (ھم) عرف بننی دیا . نہ اپنا ھم تخلص بہم پہنچایا . » (۱)

ابتداءِ مراسلت مین نواب فردوس مکان کے فرامین جامع مسجد کے پتہ سے جاتے تھے . حالانکہ میرزا صاحب آٹھ سات برس سے بلیمارون کے محلہ مین چلے آئے تھے . لیکن اس کے باوجود یہ فرامین میرزا صاحب کو ملتے رھے . جب خود انھین نے سرکار کو لکھا کہ آیندہ اھلِ دفتر کو صحیح پتا لکھنے کی ھدایت کردیجائے ، تب دوسرا پتا لکھا گیا . میرزا صاحب فرماتے ھین :

«دبیران خاص بر عنوان نامہ ھای پیشین نشان کلبۂ این درویش دلریش عقب مسجد جامع نبشتہ اند ومن از ھفت ھشت سال در محلۂ بلیمار می مانم . سپس نشان این محلہ نگاشتہ شود . » (۲)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۸۹ (۲) مکاتیب ، ص ۱٤

متعلقاتِ انشاء

اس بحث کے آخر مین بعض ایسے حالات کا تذکرہ بھی ضروری ھے، جو بظاھر میرزا صاحب کے عادات و خصائل کی ایک کڑی معلوم ہوتے ھین، لیکن انکی انشا کی کیفیت و کمیت کے اندازہ کیلیئے اونکا مطالعہ افادہ سے خالی نہین، اور اس لئے اونہین متعلقات انشا کے عنوان سے ذکر کیا جا سکتا ھے۔

جواب مین جلدی

خطوط کا جواب دینے مین میرزا صاحب بہت با ضابطہ تھے۔ وہ یون تو ھر خط کا جواب فوراً لکھتے، اور غیر اختیاری عذر کے علاوہ کسی اور عذر کے پیش کرنے کا کبھی موقع نہ آنے دیتے۔ لیکن ضروری و جواب طلب خط کے جواب مین بیحد جلد بازی سے کام لیتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ھوتا کہ یہ جانتے ہوے کہ اب ڈاك کا وقت گزر چکا ھے جواب لکھ لیتے اور مکتوب الیہ کو بتا دیتے کہ اس مجبوری کے سبب آج خط سپردِ ڈاك نہوسکا۔ مثلاً بیخبر کو تحریر کیا ھے:

« جنابعالی! آج دوشنبہ ۳ جنوری سنہ ۱۸۵۹ کی ھے۔ پہر دن چڑھا ھوگا .... غمزدہ و دردمند بیٹھا تھا کہ ڈاك کا ھرکارہ تمھارا خط لایا ... باآنکہ خط جوابطلب نہ تھا جواب لکھنے لگا۔ » (۱)

نواب انور الدولہ بہادر شفق کو لکھا ھے:

« خداوند نعمت! آج دوشنبہ ٦ رمضان کی اور ۱۵ فروری کی ھے۔ اسوقت کم بارہ پر تین بجی ھین عطوفت نامہ پہنچا۔ اودھر پڑھا ادھر جواب لکھا۔ ڈاك کا وقت نرھا۔ خط کو معنون کر رکھتا ھون۔ کل شنبہ ١٦ فروری کو ڈاك مین بھجوا دونگا۔ » (۲)

نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھتے ھین:

---

(۱) اردوی معلی، ص ۲۷۵ (۲) ایضاً، ص ۲۹۵

«آج یوم الخمیس ۱۹ جون المبارك بارہ پر تین بجی تمھارا خط آیا. اودھر پڑھا ادھر جواب لکھنی بیٹھا.» (۱)

ایکبار میر مہدی مجروح کا خط صبح کی ڈاك سے موصول ھوا. میرزا صاحب نے اوسکا فوراً جواب لکھا اور اوس مین تحریر کیا:

«مین نی تجویز کرلیا تھا کہ جب کرنال سی خط آئیگا، تو مین جواب لکھونگا. آج شنبہ ۱۵ اکتوبر صبح کا وقت، ابھی کھانا پکا بھی نہین، تبرید پیکر بیٹھا تھا، کہ تمھارا خط آیا اور پڑھا اور یہ جواب لکھا.» (۲)

انھین کو لکھتے ھین:

«اسوقت تمھارا ایك خط اور یوسف مرزا کا ایك خط آیا. مجکو باتین کرنی کا مزا ملا، تو دونون کا جواب ابھی لکھکر روانا کیا. اب مین روٹی کھانی جاتا ھون.» (۳)

مرزا تفتہ کو تحریر کیا ھے:

«آج سنیچر بار کو دو پہر کی وقت ڈاك کا ھرکارہ آیا، اور تمھارا خط لایا. مین نی پڑھا، اور جواب لکھا، اور کلیان کو دیا. وہ ڈاك کو لیگیا. خدا چاھی تو کل پہنچ جائی.» (٤)

معلوم ھوتا ھے کہ دسمبر سنہ ۱۸۵۷ ع تك ڈاك کا ھرکارہ خط تقسیم بھی کرتا تھا اور دلی سے باھر جانیوالے خطوط جمع بھی کیا کرتا تھا. اسلئے کہ ایکبار مرزا تفتہ کا خط آیا. میرزا صاحب نے اوسکا جواب لکھکر اوسیوقت ھرکارہ کو دیا اور آخر مین لکھا:

«اسوقت تمھارا خط پہنچا، اور اسیوقت مین نی یہ خط لکھکر ڈاك کی ھرکارہ کو دیا.» (٥)

عذر تاخیر

چونکہ میرزا صاحب خطوط کا جواب با قاعدگی سے دیا کرتے تھے اس لئے اگر اونکا کوئی دوست اپنے نیازنامہ کا جواب نہ پانے کی شکایت لکھتا، اور فی الحقیقت کسی وجہ سے جواب مین تاخیر ھوجاتی، تو میرزا صاحب فوراً عذر تاخیر لکھدیتے. لیکن اگر شکایت یا درھوا ھوتی تو اپنے اوپر کبھی ذمہ داری نہ لیتے اور صاف انکار کردیتے. ایکبار میر احمد حسن

(۱) اردوی معلی، ص ٤۱۲ (۲) ایضاً، ص ۱۸۰ (۳) ایضاً، ص ۱۹۳
(٤) ایضاً، ص ۸۰ (٥) ایضاً، ص ۸۰

صاحب مودودی نے شکایت کی کہ آپنے میرے کئی خطون کا جواب نہین بھیجا. اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ہین :

« آپ کی کسی خط کا جواب میری ذمہ باقی نہین ھی . دو یا تین جس خط کا جواب نہین پہنچا اوسکو یہ سمجھیے کہ وہ خط راہ مین تلف ہوی ، اور میری پاس نہین پہنچی . » (۱)

ایکبار اپنی عادت کے خلاف حاتم علی مہر کے خط کا جواب دوسرے دن لکھا ، تو ساتھ ھی ساتھ تاخیر کی تلخی کو ظرافت کی چاشنی سے بدلنے کی بھی کوشش کی . فرماتے ہین :

« بندہ پرور ! آپکا خط کل پہنچا . آج جواب لکھتا ہون . داد دینا کتنا شتاب لکھتا ہون ؟ » (۲)

اسیطرح میر مہدی مجروح کے خط کے جواب کو کئی دن کی دیر ہوگئی تو اونہین لکھا :

« واہ واہ سید صاحب ! تم تو بڑی عبارت آرائیان کرنی لگی . نثر مین خود نمائیان کرنی لگی . کئی دن سی تمہاری خط کی جواب کی فکر مین ہون . مگر جاڑی نی بیحس و حرکت کردیا ھی . آج جو بسبب ابر کی وہ سردی نہین ، تو مین نی خط لکھنی کا قصد کیا ھی . » (۳)

ایکبار مرزا حاتم علی مہر کو خط لکھا ، اور بکس مین رکھ لیا . کئی دن کے بعد کھولا تو خط برآمد ہوا . اسکے متعلق اونہین تحریر فرماتے ہین :

« مرا بسادہ دلیہای من توان بخشید * خطا نمودہ ام و چشم آفرین دارم

کل دو شنبہ کا دن ۲۰ ستمبر کی تھی . صبح کو مین نی آپکو شکایت نامہ لکھا ، اور بیرنگ ڈاک مین بھیجدیا . دو پہر کو ڈاک کا ہرکارہ آیا . تمہارا خط اور ایک مرزا تفتہ کا خط لایا . معلوم ہوا کہ جس خط کا جواب مین آپ سی مانگتا ہون ، وہ نہین پہنچا . کچھ شکوہ سی شرمندگی اور کچھ خط کی نہ پہنچنی سی حیرت ہوئی . دوپہر ڈھلی مرزا تفتہ کی خط کا جواب لکھکر ٹکٹ نکالنی لگا . بکس مین سی وہ تمہاری نام کا خط نکل آیا . اب مین سمجھا کہ خط لکھکر بھول گیا ہون ، اور ڈاک مین نہین بھیجا . اپنی نسیان کو لعنت کی اور چپ ہو رہا . متوقع ہون کہ میرا قصور معاف ہو . » (٤)

ایک مرتبہ میرزا صاحب نے تفتہ کو خط لکھا . اونکی طرف سے جواب نہ ملا . بلکہ خط آیا تو اولٹی خط نہ بھیجنے کی شکایت درج تھی . میرزا صاحب اسکے جواب مین لکھتے ہین :

(۱) اردوی معلی ، ص ۲٤۰ (۲) ایضاً ، ص ۲٦۸ (۳) ایضاً ، ص ۱۷٤ (٤) ایضاً ، ص ۲۵۵

«آج پنجشنبه کی دن ۱۸ نومبر کو تمھارا خط آیا، اور مین آج هی جواب لکھتا هون. کیا تماشا هی که تمھارا خط پہنچتا هی، اور میرا خط نہین پہنچتا؟» (۱)

لیٹی لیٹی لکھتی

میرزا صاحب کی وضعِ خطوط نویسی اسدرجه پخته هوچکی تھی، که شدتِ مرض اور زیادتیِ ضعف کے باعث نشست و برخاست کی قوت نهونے کی حالت مین بھی جوابِ خط سے دوستون کو محروم رکھنا گوارا نکرتے، اور لیٹے لیٹے جواب لکھتے تھے. چنانچه ایکبار فروری سنه ۱۸۵٤ع مین تپ و لرزه کا شدید دوره هوا. ابھی مرض کی شدت باقی تھی که مرزا تفته کا خط آگیا. میرزا صاحب نے اوسی حالتِ ضعف مین جواب دیا، اور اوس مین لکھا:

«مین چار دن سی لرزی مین مبتلا هون... اتنی سطرین مجھ سی ہزار جر ثقیل لکھی گئی هین.» (۲)

صاحبعالم صاحب مارهروی کو بحالتِ بیماری لکھا هے:

«جو کچھ لکھنا هوتا هی وه بھی اکثر لیٹی لیٹی لکھتا هون.» (۳)

اسیطرح ایک مرتبه خواجه غلام غوث خان بہادر بیخبر کا خط آیا، تو میرزا صاحب کو اوٹھنا بیٹھنا دشوار تھا. لیکن اوسی حالت مین جواب لکھکر آخر مین فرمایا:

«باره پر دو بجی هرکاره نی آپ کا خط دیا. پلنگ پر پڑی پڑی خط پڑھا، اور اوسیطرح جواب لکھا.» (٤)

سنه ۱۸٦۲ع مین تقریباً سارا جسم زخمون سے بھرا هوا تھا، اور بالخصوص سیدھے هاتھ کے پھوڑے کی تکلیف سے روح تحلیل هوئی جاتی تھی؛ لیکن اس حالت مین بھی خطون کے جوابات برابر بھیجتے رهے. چودھری عبد الغفور سرور کو لکھتے هین:

«اشعار کی اصلاح یك قلم موقوف. خطوط ضروری لیٹی لیٹی لکھتا هون. دو خط چودھری

(۱) اردوی معلی، ص ۷۰ (۲) ایضاً، ص ۷۸ (۳) ایضاً، ص ۲۰۳ (٤) عود هندی، ص ۱۷٤

صاحب کی آئی ، اور ایك خط شاہ عالم صاحب کا اور دو خط حضرت صاحب کی آئی . جواب نہ لکھ سکا . آج اپنی کو طعنہٴ دیگر مرد بنایا جب یہ عبارت لکھی . » (۱)

انھین کے ایك خط مین اشعار کے حسن و قبح کا معیار بتاتے ہوے آتش و ناسخ کا ذکر کرتے ہین . لیکن استشہاد مین انکا کوئی شعر یاد نہین آتا تو کہتے ہین :

« یاد کیا آوی . لیٹا ہوا ہون . دمبدم پانو کی ورم کی ٹیس ہوش اوڑائی دیتی ہو . انا للہ وانا الیہ راجعون ! » (۲)

اسی زمانہ مین مرزا تفتہ کو لکھا ہے :

« مین ناتوان بہت ہوگیا ہون . گویا صاحب فراش ہون . کوئی شخص نیا تکلف کی ملاقات کا آجائی تو اوٹھ بیٹھتا ہون . ورنہ پڑا رہتا ہون . لیٹی لیٹی خط لکھتا ہون . » (۳)

ضعف کی سبب مراسلت مین کمی

لیکن جب بوجہِ پیرانہ سالی میرزا صاحب کا ضعف روز افزون ہونے لگا ، تو مجبوراً مراسلت مین کمی کرنی پڑی . تاہم اس حالت مین یہ کبھی نہوا کہ کسی جوابطلب خط کا جواب ندیا ہو . ہاتھ مین رعشہ اور بینائی مین نقصان آجانے کے بعد اخبارات مین اپنی اس حالت کا اعلان کر کے اربابِ ادب سے التجا کی تھی کہ آیندہ جوابِ خط اور اصلاحِ اشعار سے معاف رکھے جائین . لیکن اسپر بھی برابر خطوط چلے آتے تھے . اس زمانہ مین میرزا صاحب کسی بے تکلف دوست کے منتظر رہتے . جب ایسا دوست آجاتا ، اوس سے جواب لکھا دیتے . ایکبار مرزا شمشاد علی بیگ رضوان نے کوتاہ قلمی کی شکایت کی . اسکے جواب مین ارشاد فرماتے ہین :

« مرزا ! رسم تحریر خطوط بسبب ضعف ترك ہوتی جاتی ہی . تحریر کا تارك نہین ہون ، بلکہ متروك ہون .... اگر تمہاری خط کا جواب نہ لکھون تو محل ترحم ہی نہ مقام شکایت . » (٤)

اپریل سنہ ۱۸٦٦ ع مین سید احمد حسن مودودی کو لکھتے ہین :

« پیر و مرشد ! آپ کو میری حال کی بھی خبر ہی . ضعف نہایت کو پہنچ گیا . رعشہ پیدا ہو گیا . بینائی مین بڑا فتور پڑا . حواس مختل ہوگئی . جہانتك ہوسکا احباب کی خدمت بجا لایا .

(۱) اردوی معلی ، ص ۱۵۱ (۲) ایضاً ، ص ۱۵۰ (۳) ایضاً ، ص ۹٤ (٤) ایضاً ، ص ۳۲۱

اوراق اشعار لیٹی لیٹی دیکھتا تھا، اور اصلاح دیتا تھا. اب نہ آنکھ سی اچھی طرح سوجھی، نہ ھاتھ سی اچھی طرح لکھا جائی. کہتی ھین کہ شاہ شرف بو علی قلندر کو بسبب کبر سن کی خدا نی فرض اور پیمبر نی سنت معاف کردی تھی. مین متوقع ھون کہ میری دوست خدمت اصلاح اشعار مجھپر معاف کردین. خطوط شوقیہ کا جواب جس صورت سی ھوسکیگا لکھدیا کرونگا. زیادہ حد ادب.» (۱)

مولوی حبیب اللہ خان ذکا نے کیفیتِ مزاج دریافت کی تو اسپر در افشانی فرماتے ھین :

«تم میری بات پوچھتی ھو. مگر مین کیا لکھون؟ ھاتھ مین رعشہ. انگلیان کہنی مین نہین. ایك آنکھ کی بینائی زایل. جب کوئی دوست آجاتا ھی، تو اوس سی خطوط کا جواب لکھوا دیتا ھون.» (۲)

جون سنہ ۱۸٦۷ ع مین میان داد خان سیاح کو اپنی حالت لکھتے ہوے فرماتے ھین :

«میرا حال اسی سی جانو کہ اب مین خط نہین لکھ سکتا. آگی لیٹی لیٹی لکھتا تھا. اب رعشہ و ضعف بصارت کی سبب سی وہ بھی نہین ھوسکتا.» (۳)

انھین کو اگست سنہ ٦۷ ع مین لکھا ھے :

«آگی مین لیٹی لیٹی کچھ لکھتا تھا. اب وہ بھی نہین ھوسکتا. ھات مین رعشہ. آنکھون مین ضعف بصر. کوئی متصدی میرا نوکر نہین. دوست آشنا کوئی آجاتا ھی تو اوس سی جواب لکھوا دیتا ھون. بھائی! مین تو اب کوئی دن کا مہمان ھون. اور اخبار والی میرا حال کیا جانین؟ ھان اکمل الاخبار اور اشرف الاخبار والی کہ یہ یہان کی رھنی والی ھین، اور مجھسی ملتی رھتی ھین. سو اونکی اخبار مین مین نی اپنا حال مفصل چھپوا دیا ھی. اور اوس مین مین نی عذر چاھا خطون کی جواب سی اور اشعار کی اصلاح سی. اوس پر کسی نی عمل نکیا. ابتك ھر طرف سی خطون کی جواب کا تقاضا اور اشعار اصلاحون کی چلی آتی ھین، اور مین شرمندہ ھوتا ھون. بوڑھا، اپاھج، پورا بہرا، آدھا اندھا. دنرات پڑا رھتا ھون.» (٤)

نواب میر غلام بابا خان بہادر نے کبھی کبھی اطلاعِ خیریت کی خواھش کی تھی. اونھین ٦ اپریل سنہ ۱۸٦۸ ع کو لکھتے ھین :

«آپ جو فرماتی ھین کہ تو اپنی خیر و عافیت کبھی کبھی لکھا کر. آگی اتنی طاقت باقی تھی، کہ لیٹی لیٹی کچھ لکھتا تھا. اب وہ طاقت بھی زائل ھوگئی. ھاتھ مین رعشہ

(۱) اردوی معلی، ص ۲٤۳ (۲) ایضاً، ص ٤۰ (۳) ایضاً، ص ۳۳ (٤) ایضاً، ص ۲۰

پیدا ہوگیا. بینائی ضعیف ہوگئی. متصدی نوکر رکھنے کا مقدور نہین. عزیزون اور دوستون مین سے کوئی صاحب وقت پر آگئے تو مین مطلب کہتا گیا وہ لکھتے گئے.» (۱)

سید احمد حسن صاحب کو کسی دوست نے اطلاع دی که اب میرزا صاحب کو افاقه ہے. اونہون نے میرزا صاحب سے اسکی تصدیق چاہی. اسپر تحریر فرماتے ہین:

«وہ جو آپ نے سنا ہے که اب غالب کو مرض سے افاقت ہے سو محض غلط ہے. آگے ناتوان تھا. اب نیمجان ہون. خط نہین لکھ سکتا. ایك لڑکے سے یه چند سطرین لکھوادی ہین. جو مین کہتا گیا ہون، وہ غریب لکھتا گیا ہے.» (۲)

اپنی اس مجبوری کے زمانه مین میرزا صاحب دوستون اور شاگردون کے خطوط کی طرح اعزہ کے خطوط کا جواب بھی بمشکل دیا کرتے تھے. نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے باقر علیخان کامل کو پوتون کی طرح پالا تھا. وہ روزگار کی تلاش مین الور گئے. دلی مین بیوی اور ایك بچی چھوڑ گئے تھے. میرزا صاحب سے امید تھی که اپنی اور بہو اور پوتی کی خیریت سے مطلع کرتے رہین گے. لیکن میرزا صاحب، جو اب معذور ہوچکے تھے، اونکو بھی تاخیر سے جواب دیتے تھے. ایکبار اونہون نے شکایت کی. میرزا صاحب نے جواب مین تحریر فرمایا:

«مجھسے جو تم گله کرتے ہو خط کے نه بھیجنے کا. بھائی! اب میری اونگلیان نکمی ہوگئی ہین، اور بصارت مین بھی ضعف آگیا ہے. دو سطرین نہین لکھ سکتا. اطراف و جوانب کے خطوط آئے ہوے دھری رہتے ہین. جب کوئی دوست آجاتا ہے مین اوس سے جواب لکھوا دیتا ہون. پرسون کا تمہارا خط آیا ہوا دھرا تھا. اب اسوقت مرزا یوسف علیخان آگئے. مین نے اونسے یه خط لکھوا دیا.» (۳)

---

(۱) اردوی معلی، ص ۸ (۲) ایضاً، ص ۲٤٦ (۳) ایضاً، ص ۳۲۱

طباعتِ خطوط

میرزا صاحب کی ممانعت

سب سے پہلے منشی شیو نراین اکبرآبادی اور ہرگوپال تفتہ کو میرزا صاحب کے خطوط کی طباعت کا خیال پیدا ہوا ۔ ان دونون نے علیحدہ علیحدہ میرزا صاحب کو اپنی تجویز سے مطلع کرکے اشاعت کی اجازت چاہی ۔ لیکن اوس عہد تك مراسلت مین انشا پردازی کے تمام اصول و ضوابط کا لحاظ ضروری شمار ہوتا تھا ، اور میرزا صاحب کے خیال مین زبانِ اردو کے لئے اس بارِ گران کا تحمل دشوار تھا ۔ چنانچہ ہنری اسٹوارٹ ریڈ صاحب کی فرمایشِ اردو کے جواب مین انہون نے یہی لکھدیا تھا ، کہ اس زبان مین زورِ قلم صرف کرکے معانیِ نازك پیدا کرنا اور اسطرح اپنا کمالِ انشا ظاہر کرنا مشکل ہے ۔ اس مین گنجایشِ عبارت آرائی کہان جو کوشش کیجائے ؟ لہذا مجھے اس خدمت سے معاف رکھا جائے ۔[1] علاوہ ازین انہون نے اردو مراسلت کاوش پژوہی سے بچنے کیلئے شروع کی تھی ، اور اسوجہ سے کبھی قلم سنبھالکر اور دل لگا کر کوئی خط نہ لکھا تھا ۔ ان یارانِ باصفا کی تجویز منظور کرلینے مین خطرہ ہوا کہ کہین کمالِ انشایِ فارسی کے مداح اردو نثر دیکھکر شکوہِ سخنوری پر نکتہ چینی نہ کرنے لگین ، اور اردو کا یہ پھیکا پکوان فارسی کی اونچی دوکان کی شہرت پر دھبا نہ لگادے ۔ اسلئے ۱۸ نومبر سنہ ۱۸۵۸ع کو منشی شیو نراین اکبرآبادی کو جواباً لکھا :

« اردو کی خطوط جو آپ چھاپا چاہتی ہین یہ بھی زاید بات ہی ۔ کوئی رقعہ ایسا ہوگا کہ جو مین نی قلم سنبھالکر اور دل لگاکر لکھا ہوگا ۔ ورنہ صرف تحریر سرسری ہی ۔ اوسکی

---

(۱) اردوی معلی ، ص ۳۶۳ و ۳۶۶ و ۳۶۷ پر وہ خطوط ملاحظہ ہون جن مین میرزا صاحب نی اردو نثر لکھنی سی انکار کیا ہی ۔ اور ساتھ ہی اس انکار کی وجوہ بھی بتائی ہین ۔

شهرت میری سخنوری کی شکوه کی منافی هی . اس سی قطع نظر کیا ضرور هی که هماری آپس کی معاملات اورون پر ظاهر هون ؟ خلاصه یه که ان رقعات کا چهاپا میری خلاف طبع هی . » (۱)

اسی اثنا مین مرزا تفته کا پرزور نیازنامه آیا . اوسکو پڑھکر ۲۰ نومبر سنه ۵۸ ع کو ادهر منشی شیو نراین کو لکھا :

« رقعون کی چهاپی کی باب مین ممانعت لکھ چکا هون . البته اس باب مین میری رای پر تمکو اور مرزا تفته کو عمل کرنا ضرور هی . » (۱)

اور اوسطرف مرزا تفته کی هٹ کے جواب مین مشفقانه تحریر کیا :

« رقعات کی چهاپی جانی مین هماری خوشی نهین هی . لڑکون کی سی ضد نکرو . اور اگر تمهاری اسی مین خوشی هی تو صاحب مجھ سی نه پوچھو . تمکو اختیار هی . یه امر میری خلاف رای هی . » (۲)

اسکے بعد ان دونون نے طباعتِ مکاتیب کے سلسله مین کچھ نهین لکھا . جس سے یه نتیجه نکلتا هے که انهون نے ارادۂ طباعت فسخ کردیا تها .

مکتوبات غالب کا پہلا مجموعه . مہر غالب

اس واقعه کے دو سال بعد سنه ۱۲۷۸ ھ (۱۸٦۱ ع) مین چودهری عبد الغفور سرور مارهروی اور منشی ممتاز علیخان رئیسِ میرٹھ نے میرزا صاحب کی اجازت حاصل کئے بغیر اون خطوط کی طباعت کا تهیا کیا ، جو سرور کے نام میرزا صاحب نے لکھے تھے . ترتیب کا کام سرور کے سپرد هوا اور طباعت کا ذمه ، ممتاز علیخان نے لیا . مجموعه کا سرور نے « مہرِ غالب » نام رکھا اور اوسکے دیباچه مین لکھا :(۳)

« ارباب علوم کو معلوم هو که مین انکسار ظهور ، عبدالغفور متخلص به سرور ، مارهروی بدو شعور سی اهل سخن کا طالب اور صاحب کمال کا خواهان تها . جب کلام بلاغت نظام رشك صائب ، فخر طالب ، جناب اسد الله خان صاحب غالب کا دیکھا ، دل کو بهایا . یکتا پایا . ترسیل

(۱) اردوی معلی ، ص ۳٦۱ (۲) ایضاً ص ۱۰۵

(۳) اگرچه سرور نی سنه ۱۸٦۱ ع مین میرزا صاحب کی خطوط مرتب کرلی تهی . لیکن دیباچه لکھنی کی نوبت سنه ۱۸٦۳ ع مین آئی ، جب که کتاب پریس کو جا رهی تهی . اسلئی که عود هندی (ص ٤۷) مین میرزا صاحب کا ایك خط اس دیباچه کی تعریف مین درج هی ، جو اسلئی سنه ۱۸٦۳ ع کا مکتوبه معلوم هوتا هی که اس مین میرزا صاحب نی ماقبل مکتوب کا حواله دیا هی ، اور ماقبل کا خط کثرت شر و اورام کی داستان پر مشتمل هی ، جو سنه مذکوره کا واقعه هی .

مراسلات مین قدم بڑھایا . ہر کتابت کا جواب آیا . .... جو نامہ کہ بنام میری بعبارت اردو تحریر کیا ، مکتوب سادہ رویون سی دلربا تر ، اور ہر سطر اوسکی سلسلہ مویون سی تاب فرسا زیادہ ہی . جس آنکھ نی دیکھا وہ بینا ہی . جس کان نی سنا وہ شنوا ہی . پس تنہا متلذذ ہونا اور آپ ہی آپ مزہ اوٹھانا خلاف انصاف جانا . دل مایل تمام بشہرت عام ہوا . اور ہنوز یہ قصد ناتمام تہا ، کہ بحسن اتفاق فخر زمان ، وحید دوران ، جناب ممتاز علیخانصاحب متوطن میرٹھ ... رونق افزای مارہرہ ہوی ... ایك روز محفل ممدوح مین ذکر ہمہ دانی و شیوہ بیانی جناب استادی و مخدومی درمیان آیا . ارشاد کیا کہ کلام مرزا صاحب نسیم جانفزا اور شمیم دلکشا ہی . فارسی کا کیا کہنا ! اردو بہی یکتا ہی . نظم و نثر فارسی تو محلی بحلیۂ انطباع ہوا . لیکن نثر اردو زیور طبع سی عاری رہا . اگر وہ خطوط کہ بنام تمہاری آئی اور تم نی سنائی ہین جمع کرو تو مین اوسکی انطباع کا بیڑا اوٹھاتا ہون . اس تقریر سی نسیم تاثیر نی غنچۂ دل کھلایا . منشای خاطر ظہور مین آیا . وہ مکتوب کہ بنام میری آئی تھی ترتیب دیئی . گویا جواہر بی بہا کان قلمدان سی نکالکر کشتیء اوراق مین جمع کئی . چونکہ محبت جناب غالب میری حال پر بہت غالب ہی ، لہذا نام اس انشا کا « مہر غالب » (بکسر میم) مناسب ہی . سال ختم تالیف بہی اس نام سی مطابق پایا . » (۱)

یہ تجویز پاس ہوگئی اور منشی ممتاز علی خان صاحب میرٹھ چلے آئے . لیکن ابھی طباعت شروع نہوئی تھی کہ اونہین خیال پیدا ہوا کہ میرزا صاحب کے مزید رقعات تلاش کر کے اس مجموعہ مین شامل کئے جائین . اس خیال کی تکمیل مین قدرت نے امداد کی اور اونہین ایك اور مجموعہ کا پتہ چلا ، جو میرزا صاحب کے علم و امداد سے مرتب کیا جا رہا تھا .

مکاتیب غالب کا دوسرا مجموعہ

یہ مجموعہ منشی غلام غوث خان بہادر بیخبر مرتب کر رہے تھے . انھون نے اپنے ارادہ کی اطلاع میرزا صاحب کو پہلے سے دیدی تھی ، اور یہ خواھش کی تھی ، کہ اون تمام خطون کی نقول بھی مہیا کردین ، جو دوسرے احباب اور شاگردون کے نام لکھے گئے ہین . میرزا صاحب نے اس التماس کو قبول کرلیا تھا . لیکن اوسوقت تك اونکا یہ خیال تھا کہ صرف وہ خط مرتب کیے جائین ، جن مین کوئی ادبی خوبی ہو . روزمرہ

(۱) عود ہندی ، ص ۵ و ٦ .

کی نجی ضروریات پر مشتمل خطون کو خارج کردیا جائے . اسلئے بیخبر کو جواب مین لکھا تھا :

« آپ کو معلوم رهی که منشی حبیب الله ذکا اور نواب مصطفی خان حسرتی کو کبھی اردو خط نہین لکھا . هان ذکا کو غزل اصلاحی کی هر شعر کی تحت مین منشاء اصلاح سی آگھی دیجاتی هی . نوابصاحب کو یون لکھا جاتا هو : « کہار آیا . خط لایا . آم پہنچی . کچھ بانٹی . کچھ کھائی . بچون کو دعا . بچون کی بندگی . مولوی الطاف حسین صاحب کو سلام » . یه تحریر اس هفته مین گئی هی . غرضکه عامیانه لکھنا اختیار کیا هو . اب یه عبارت جو تمکو لکھی رها هون یه لایق شمول مجموعهٔ نثر اردو کہان هی ؟ یقین جانتا هون که ایسی نثرون کو آپ خود نه درج کرین گو . » (۱)

اسی زمانه مین مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ کو ایك خط لکھا تھا . اوسکی نقل بیخبر کو روانه کرتے هوے تمہیداً تحریر کرتے هین :

« پیر و مرشد ! کوئی صاحب ڈپٹی کلکٹر هین کلکته مین . مولوی عبد الغفور خان اونکا نام اور نساخ اونکا تخلص هی . میری اونکی ملاقات نہین . اونھون نی اپنا دیوان چھاپی کا موسوم به « دفتر بیمثال » مجکو بهیجا . اوسکی رسید مین یه خط مین نی اونکو لکھا . چونکه یه خط مجموعهٔ نثر اردو کی لایق هی ، آپ کی پاس ارسال کرتا هون . » (۲)

لیکن ان نجی خطون کی موجودگی سے معلوم هوتا هے که بیخبر نے اونکے اس مشوره کو نه مانا ، اور هر قسم کے خط شاملِ مجموعه کرلیئے .

مقام طباعت

میرزا صاحب کا خیال تھا که بیخبر اس مجموعه کو اله آباد مین ، جہان وه مقیم تھے ، طبع کرائینگے . اسلئے ایك انگریز کے استفسار کے سلسله مین بیخبر کو لکھا :

« جناب کیمس صاحب بہادر افسر مدارس غرب و شمال کا باوجود عدم تعارف خط مجکو آیا . کچھ اردو زبان کی ظہور کا حال پوچھا تھا . اوسکا جواب لکھی بهیجا . نظم و نثر اردو طلب کی تھی . مجموعهٔ نظم بهیجدیا . نثر کی باب مین تمھارا نام نہین لکھا . مگر یه لکھا که اله آباد مین وه مجموعه چھاپا جاتا هی . بعد انطباع و حصول اطلاع وهان سی منگا کر بهیجدونگا . » (۳)

---

(۱) عود هندی ، ص ۱۷٤ (۲) ایضاً ، ص ۱۲۵ (۳) ایضاً ، ص ۱۷۵

مگر بیخبر نے اس غلط فہمی کو دور کرتے ہوے لکھا کہ منشی ممتاز علیخان رئیس میرٹھ نے اپنے مطبع مین طباعت کا اہتمام کیا ھے۔ میرزا صاحب ان بزرگ سے واقف تھے، اسلئے بیخبر کی اس خبر پر اطمینان ظاہر کیا، اور جب بیخبر نے دوبارہ اونکا ذکر کیا تو تحریر فرمایا:

«حضرت پیر و مرشد! اس سی آگی آپکو لکھ چکا ہون کہ منشی ممتاز علیخان صاحب سی میری ملاقات ھی، اور وہ میری دوست ہین۔» (١)

طباعت مین تاخیر

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے مکاتیب کی جمع و ترتیب کا کام سنہ ٦١ ع مین شروع کیا۔ میرزا صاحب کے مکتوب الیہم مین سے جو بزرگ خود اونکے دوست تھے اونسے براہِ راست، اور جنکی خدمت مین خود نیاز حاصل نہ تھا اونسے بتوسطِ غالب خطوط کی نقلین مہیا کین، اور سنہ ٦٥ ع مین یہ سلسلہ ختم کردیا۔ لیکن میرزا صاحب نے، جو سنہ ٦٣ ع کے بعد سے طباعت کا انتظار کرنے لگے تھے، آخرِ کار مجبور ہوکر تقاضا شروع کردیا۔ چنانچہ ایک خط کے آخر مین بیخبر کو لکھا ھے:

«اور ھان حضرت! وہ مجموعہ چھپیگا بالفتح یا چھپیگا بالضم۔ چھپ چکا ھو تو حق التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی ہمت اقتضا کری فقیر کو پہونچی۔» (٢)

احباب کی تقاضی

اس مجموعہ کی ترتیب مین مختلف اصحاب کے پاس سے خطوط کی نقلین منگائی گئی تھین۔ اسلئے پبلک مین کافی شہرت ہوچکی تھی۔ جب اشاعت مین زیادہ تاخیر ہوگئی تو میرزا صاحب کے پاس تقاضے کے خطوط آنے لگے۔ ان تقاضون سے پریشان ہوکر میرزا صاحب نے ٧ مارچ سنہ ١٨٦٤ ع کو بیخبر کے نام حسبِ ذیل خط لکھا:

«ھان حضرت! کہیے۔ منشی ممتاز علیخان کی سعی بھی مشکور ہوگی؟ وہ مجموعۂ اردو

(١) عود ہندی، ص ١٣٨ (٢) ایضاً، ص ١٢٥

چھپےگا یا چھپا ہی رہیگا؟ احباب اوسکے طالب ہین ۔ بلکہ بعض نے طلب کو بسرحد تقاضا پہنچا دیا ہے ۔» (۱)

پنجاب احاطی کی مانگ

ان تقاضا کر نیوالے احباب مین سب سے زیادہ حصہ زندہ دلان پنجاب نے لیا تھا ۔ ان سے مجبور ہوکر میرزا صاحب نے منشی ممتاز علیخان صاحب کو ملزم ٹہراتے ہوے بیخبر کو تحریر کیا :

«اجی حضرت! یہ منشی ممتاز علیخان کیا کر رہے ہین؟ رقعے جمع کئے اور نہ چھپوائے ۔ فی الحال پنجاب احاطہ مین اونکی بڑی خواہش ہے ۔ جانتا ہون کہ وہ آپکو کہان ملینگے جو آپ اون سے کہین ۔ مگر یہ تو حضرت کے اختیار مین ہے کہ جتنے میرے خطوط آپکو پہنچے ہین وہ سب یا اون سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجکو بھیجدین ۔ جی یون چاہتا ہے کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو ۔» (۲)

میرزا صاحب کا دیباچہ

غالباً اس کے جواب مین خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کو لکھا کہ آپ مجموعۂ نثر اردو کیلئے دیباچہ لکھکر روانا فرمائین تو کتاب پریس کو بھیجی جائے ۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نے تحریر کیا :

«مین صاحب فراش ہون ۔ اوٹھنا بیٹھنا ناممکن ہے ۔ خطوط لیٹے لیٹے لکھتا ہون ۔ اس حال مین دیباچہ کیا لکھون؟» (۳)

بیخبر نے اسکے بعد بھی دیباچہ لکھنے کی درخواست کی تو اونہین ظریفانہ انداز مین لکھا :

«بندہ پرور! اگر ایک بندۂ قدیم، کہ عمر بھر فرمان پزیر رہا ہو، بڑھاپے مین ایک حکم بجا نہ لاوے تو مجرم نہین ہو جاتا ۔ مجموعۂ نثر اردو کا انطباع اگر میری لکھی ہوی دیباچہ پر موقوف ہے، تو اوس مجموعہ کا چھپ جانا بالفتح مین نہین چاہتا، بلکہ چھپ جانا بالضم چاہتا ہون ۔ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہین :

رسم است کہ مالکان تحریر * آزاد کنند بندۂ پیر

آپ بھی اوسی گروہ یعنی مالکان تحریر مین سے ہین ۔ پھر اس شعر پر عمل کیون نہین کرتے؟» (٤)

(۱) عود ہندی، ص ۱۲٤ (۲) ایضاً، ص ۱۳۵ (۳) ایضاً، ص ۱۳۸ (٤) ایضاً، ص ۱۲۷

عود ہندی

خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے میرزا صاحب کا عذر تسلیم کرکے اپنے جمع کردہ خطوط منشی ممتاز علیخان صاحب کے پاس بھیجدیے۔ منشی صاحب نے چودھری عبــد الغفور سرور اور خواجہ صاحب کے مجموعہای مکاتیب کو یکجا کرکے «عودِ ہندی» نام رکھا، اور خود دیباچہ لکھکر جمع و ترتیب مین سعی کرنیوالے اصحاب کی محنت کی اسطرح داد دی:

«... نجم الدولہ اسد اللہ خان بہادر غالب، جنکی ذات باکمالات محتاج تعریف نہین ... سارا ہند اونہین جانتا ہو۔ ایران تك اونکی جادو بیانی کا چرچا ہو۔ مجھی مدت سی اسکا خیال تھا کہ فارسی تصنیفین تو اونکی بہت مرتب ہوئین، اور چھاپی گئین۔ ... مگر کلام اردو نی سوای ایك دیوان کی ترتیب نپائی۔ یہ دولت ارباب شوق کی ھاتھ نہ آئی۔ حالانکہ نثر اردو اونکی اورون کی فارسی سی ہزار درجہ بہتر ہو۔ یہ سلاست بیان، یہ شستگی زبان، روزمرہ کی صفائی، اداؤن کی شوخی، کسی کو کب میسر ہو؟ اوسی بھی ترتیب دیجئی۔ قدر دانون پر احسان کیجئی۔ میری عنایت فرما اور مرزا صاحب کی شاگرد یکتا چودھری عبد الغفور صاحب سرور تخلص سی یہ ذکر آیا، تو اونھون نی جتنی خطوط مرزا صاحب کی اونکی نام آئی تھی، سب کو ایك جا کرکی اور اوسپر ایك دیباچہ لکھ کی، وہ مجموعہ عنایت کیا۔ عرصہ تك سرگرم تلاش رھا۔ جابجا سی اور تحریرین مرزا صاحب کی بہم پہچائین۔ بڑی محنت اوٹھائی، تب تمنا برآئی، اور مجموعہ مرتب ہوا۔ آج پورا اپنا مطلب ہوا۔

خواجہ غلام غوث خانصاحب بہادر بیخبر تخلص، جو نواب معلی القاب لفٹنٹ گورنر بہادر ممالك مغربی و شمالی کی میر منشی اور میری مخدوم خاص اور حضرت غالب صاحب کی مخلص با اختصاص ہین، اس تلاش مین میری معین اور مددگار رھی۔ بہت کچھ ذخیرہ اونکی بدولت بہم پہنچا۔

اس کتاب کی دو فصل اور ایك خاتمہ ہو۔ پہلی فصل مین چودھری صاحب کی مرتب کیی ہوی خطوط اور اونکا لکھا ہوا دیباچہ، دوسری فصل مین میری جمع کیی ہوی رقعات، اور خاتمہ مین چند نثرین ہین، جو جناب غالب نی اورون کی کتابون پر تحریر فرمائی ہین۔ «عود ہندی» اس کتاب کا نام ہو۔» (۱)

عود ہندی کا سال طباعت

عودِ ہندی کا یہ اڈیشن منشی ممتاز علیخان نے اپنے مطبعِ مجتبائی واقع

(۱) عود ہندی، ص ۲ و ۳

شہرِ میرٹھ مین طبع کیا ۔ کتاب ۱۸۸ صفحون پر تمام ہوئی ۔ خاتمہ حکیم غلام مولانا قلق میرٹھی نے لکھا ۔ آخر مین چار تاریخی قطعے اضافہ کیے گئے ۔ ان مین ایك قلق کا ، ایك اونکے شاگرد منشی عبد الحکیم محو میرٹھی کا ، اور بقیہ دو غالباً خود منشی ممتاز علیخان صاحب کے ہین ۔

ان قطعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۲۸۵ ھجری مین طباعت پایۂ تکمیل کو پہنچی ۔ آخری صفحے کے نچلے گوشہ مین ۱۰ رجب سنہ ۱۲۸۵ ھجری درج ہے ، جس سے تاریخ و ماہ بھی متعین ہو جاتے ہین ۔

میور صاحب کی نذر

آخری قطعہ کے مطالعہ سے ایك نئی بات یہ معلوم ہوتی ہے ، کہ منشی ممتاز علیخان نے میور صاحب (غالباً سر ولیم میور گورنرِ ممالك مغربی و شمالی) کی خدمت مین عود کا مطبوعہ نسخہ نذر گزرانا تھا ۔ سر ولیم میور علومِ مشرقیہ کے عالم تھے ۔ خواجہ غلام غوث خان بہادر بیخبر نے ، جو عودِ ہندی کی جمع و ترتیب مین برابر کے شریك تھے ، طابع کو مشورہ دیا ہوگا کہ مطبوعہ نسخہ صوبہ کے اعلی حاکم کے نام معنون کرکے اوسکے نشر و اشاعت کی تکمیل پر مہرِ توثیق ثبت کرین ۔ اوس زمانہ مین اردو زبان مین ایسی نادر کتابین معدودے چند شایع ہوئی تھین ۔ گورمنٹ بعض سیاسی مصالح کے ماتحت نئی مفید کتابون کی اشاعت مین انعام کے نام سے یا امدادِ طبع کہکر اخراجات کا بار اوٹھا لیا کرتی تھی ۔ اسلئے بعید نہین کہ منشی صاحب کو بھی کچھ روپیہ ملگیا ہو ۔

میرزا صاحب کا حق تصنیف

ایکبار میرزا صاحب نے کتاب کی فوری اشاعت کا تقاضا کرتے ہوے بیخبر کو لکھا تھا :

«اور ہان حضرت ! وہ مجموعہ چھپیگا بالفتح یا چھپیگا بالضم ۔ چھپ چکا ہو تو حق

التصنیف کی جتنی جلدین منشی ممتاز علیخان صاحب کی همت اقتضا کری نقیر کو بهیجی . « (۱)
یه امر یقینی هے که عودِ هندی میرزا صاحب کی زندگی مین شایع هوئی . اسلئے بظاهر یه خیال هوتا هے که میرزا صاحب نے حق التصنیف حاصل کیا هوگا . لیکن اونکے مکاتیب مین اسکی طباعت یا حق التصنیف کے نسخون کی وصولیابی کا مطلق ذکر نهین پایا جاتا . بنابرین اس باره مین کسی قطعی رای کا اظهار غیر مناسب هے .

عود کی رقعات کی تعداد

عودِ هندی کے کل رقعات کی تعداد ۱٦۲ هے . ان مین ۲۵ چودهری عبد الغفور سرور کے نام ، ۲ صاحبعالم مارهروی کے نام ، ۲ شاه عالم مارهروی کے نام ، ۲۰ نواب انور الدوله بهادر شفق کے نام ، ۲ یوسف علیخان عزیز کے نام ، ۳۱ میر مهدی مجروح کے نام ، ۱ میر سرفراز حسین کے نام ، ۱ میرزا علاء الدینخان بهادر علائی کے نام ، ۱ مرزا تفته کے نام ، ۱۸ مرزا حاتم علی مهر کے نام ، ۲۵ خواجه غلام غوث خان بهادر بیخبر کے نام ، ۱ مولوی عبد الغفور خان نساخ کے نام ، ۱ ظهیر الدینخان کیطرف سے اونکے چچا کے نام ، ۱ نواب مصطفی خان شیفته کے نام ، ۱ نواب مردان علیخان رعنا کے نام ، ۱ مرزا رحیم بیگ کے نام ، ۱۰ مولوی عبد الرزاق شاکر کے نام ، ۱۵ قاضی عبد الجمیل صاحب بریلوی کے نام ، ۱ مولوی عزیز الدین کے نام ، ۱ سید محمد عباس صاحب کے نام اور ۱ منشی غلام بسم الله صاحب کے نام هے .

ان خطوط کے علاوه دو تقریظین ، مرزا حاتم علی مهر کی مثنوی کی تقریظ اور رجب علی بیگ سرور کی گلزار سرور کی تقریظ ، اور تین دیباچے ، حدایق الانظار کا دیباچه ، قواعدِ تذکیر و تانیث کا دیباچه ، اور مرزا کلب حسین خان بهادر کے مجموعهٔ قصاید کا دیباچه بهی کتاب مین شامل هین . نیز

(۱) عود هندی ، ص ۱۲۵

ایك خط بیخبر کا بھی درج کیا گیا ھے ، جو میرزا صاحب کے خط کا جواب تھا اور اپنی ادبی خوبیون کی وجہ سے منشی ممتاز علیخان بہادر کی نظر مین شاملِ مجموعہ ہونے کے قابل تھا ۔

مکاتیب غالب کا تیسرا مجموعہ

ابھی عودِ ہندی طبع ہونے نہ پائی تھی ، کہ اطرافِ ہند سے میرزا صاحب کے مجموعۂ خطوط کی مانگ شروع ہوگئی ۔ میرزا صاحب نے خواجہ غلام غوث خان بہادر کو اونکے مرتب کردہ مجموعہ کی طباعت کے متعلق بار بار لکھا ۔ لیکن جب سال پر سال گزرنے لگا اور کسی طرح کتاب نہ چھپی ، تو انھین اوسکی طباعت کی طرف سے مایوسی ہوگئی ۔ احبابِ دہلی نے یہ دیکھ کر ، کہ میرٹھ اس ادبی انقلاب مین پہلا قدم اوٹھانے سے قاصر نظر آتا ھے ، تہیا کیا کہ اس شرف کو خود حاصل کرین ، اور مالكِ اکمل المطابع دہلی کو اخراجاتِ طباعت برداشت کرنے پر آمادہ کرلیا ۔ اب خطوط کی فراھمی کا مسئلہ باقی رہتا تھا ۔ وہ اسطرح حل ہوگیا کہ خود میرزا صاحب ، جو اپنی انشا کی حقیقی قدر و قیمت اور بازاری مانگ سے باخبر ہوچکے تھے ، اس مین ہاتھ بٹانے کیلئے تیار ہوگئے ۔ چنانچہ چارون طرف اصلِ خطوط یا اونکے نقول کی طلب مین خطوط لکھے گئے ، اور رفتہ رفتہ کافی ذخیرہ فراھم ہوگیا ۔ اس سلسلہ مین خود میرزا صاحب نے جن احباب کو لکھا اون مین سے نواب علاء الدین خان بہادر علائی کے متعلق دستاویزی ثبوت موجود ھے ۔ بقیہ اصحاب نے میرزا صاحب کے تقاضائی خطوط کی نقلین نہین بھیجین ۔ اسلئے کچھ نہین کہا جاسکتا کہ وہ کون بزرگ تھے جنھین خود میرزا صاحب نے ارسالِ نقول کیلئے لکھا تھا ۔

نواب علاء الدین خان بہادر کو سب سے پہلا خطوط طلب مکتوب اونکے لوہارو پہنچنے کے بعد لکھا ھے ۔ فرماتے ھین :

«مقصود ان سطور کی تحریر سی یہ ھی کہ مطبع اکمل المطابع مین چند احباب میری مسودات اردو کی جمع کرنی پر اور اوسکی چھپوانی پر آمادہ ھوی ھین. مجھسی مسودات مانگی ھین، اور اطراف و جوانب سی بھی فراھم کیے ھین. مین مسودہ نہین رکھتا. جو لکھا وہ جہان بھیجنا ھو وھان بھیجدیا. یقین ھی کہ خط میری تمھاری پاس بہت ھونگی. اگر اونکا ایك پارسل بناکر بسبیل ڈاك بھیجدوگی، یا آج کل مین کوئی ادھر آنیوالا ھو اوسکو دیدوگی، تو موجب میری خوشی کا ھوگا، اور مین ایسا جانتا ھون کہ اوسکی چھاپی جانی سی تم بھی خوش ھوگی.» (۱)

نواب علاء الدین خان بہادر نے اس خواھش کی تکمیل مین پس و پیش کیا. میرزا صاحب نے سمجھا کہ غالباً نواب صاحب نجی معاملات کی اشاعت کے خیال سے گریز کررھے ھین. اگرچہ کچھ عرصہ قبل خود میرزا صاحب نے تفتہ کو یہ کہکر اشاعتِ خطوط سے روکا تھا کہ نجی واقعات کو منظرِ عام پر لانا کیا ضرور ھے؟ لیکن اب اونکا ادبی عقیدہ بدل چکا تھا. چنانچہ نواب صاحب کے اس خیال کی تردید مین تحریر کیا:

«میری خطوط اردو کی ارسال کی باب مین جو کچھ تمنی لکھا تمھاری حسن طبع پر تم سی بعید تھا. مین سخت بیمزہ ھوا. اگر بیمزگی کی وجوہ لکھون تو شاید ایك تختۂ کاغذ سیاہ کرنا پڑی. اب ایك بات موجز و مختصر لکھتا ھون. سنو بھائی! اگر اون خطوط کا تمکو اخفا منظور ھو، اور شہرت تمھاری منافی طبع ھو، تو ھرگز نہ بھیجو. قصہ تمام ھوا. اور اگر اونکی تلف ھونی کا اندیشہ ھی، تو میری دستخطی خطوط اپنی پاس رھنی دو، اور کسی متصدی سی نقل اوترواکر، چاھو کسی کی ھاتھ چاھو بسبیل پارسل، ارسال کرو، لیکن جلد. خدا کی واسطی! کہین غصہ مین آکر «عطای تو بلقای تو» کہکر اصل خطوط نہ بھیجدینا، کہ یہ امر میری مخالف مقصود ھی.» (۲)

معلوم ھوتا ھے کہ اس خط کے بعد بھی علائی نے ارسالِ نقول مین توقف کیا تھا؛ مگر میرزا صاحب نے پھر اس کے متعلق کچھ نہ لکھا، اور جب اونھون نے اصلِ خطوط بھیجکر میرزا صاحب کے ترکِ طلب کا سبب دریافت کیا، تو صبح شنبہ ۳۰ مئی سنہ ۱۸۶۳ع کو از راہِ معذرت لکھا:

«لاموجود الا اللہ. اوس خدا کی قسم! جسکو مین نی ایسا مانا ھی، اور اوسکی سوا کسی کو موجود نہین جانا ھی، کہ خطوط کی ارسال کو مکرر نہ لکھنا از راہ ملال

(۱) اردوی معلی، ص ۳۹۸ (۲) ایضاً، ص ۴۲۳

نه تها . طالب کی ذوق کو سست پاکر مین متوقف هوگیا . متوسط ایك جلیل القدر آدمی اور طـالب کتب کا سوداگر هی . اپنا نفع نقصان سونچیگا . لاگت بچت کو جانچیگا . مین متوسط کو مهتمم سمجها تها ، اور یه خیال کیا تها که یه چهپوائیگا . ۳۰ رقعی ایك جگه سی لیکر اونکو بهیجی . اوسکی رسید مین تقریباً اونهون ن طلب رقعات به تکلیف سوداگر لکهی ، اور اوس سوداگر کو مفقود الخـبر لکها . ظاهرا کتابین لیکر کهین گیـا هوگا . (یا) کتابین لیی گیا هوگا . یه ۲۳ لفـافی اور ۳٤ خط بدستور میری بکس مین موجود و محفوظ رهین گی . اگر متوسط بتقاضا طلب کریگا ان خطوط کی نقلین اوسکو اور اصل تمکو بهیجـدونگا . ورنه تمهاری بهیجی هوی کاغذ تمکو پهنچ جائینگی . » (۱)

غالباً اس خط کی روانگی کے بعـــد هی مهتمم ِ طبع نے خطوط کی نقلین حاصل کرلین . میرزا صاحب یکشنبه ۳۰ محرم الحرام سنه ۱۲۸۰ ھ مطابق ۲۱ جون سنه ۱۸٦۳ ع کو اصل ِ خطوط واپس کرکے لـکهتـے هین :

« میری جان ! مرزا علی حسین خان آئی اور مجهسی ملی . مین ن خطوط مرسله تمهـاری یکمشت اونکو دیی . اب تمهاری پاس بهیجنی کا اونکو اختیار هی . رسید کا البته مجهی انتظار هی . » (۲)

اردوی معلی

مکاتیب کا یه تیسرا مجموعه « اردوی ِ معلی » کے اسم سے موسوم هوا . میر مهدی مجروح نے اسکا دیباچه اور میرزا قربان علی بیگ سالك نے خاتمه لـکها . کتاب دو حصون مین منقسم هوئی . « پهلـے حصه مین صاف صاف عبارت کے خط تحریر کیـے . تا طلبای ِ مدرسه فائده اوٹهائین . دوسرـے حصے مین مطالب ِ مشکله کی تحریر اور تقریظ وغیره لـکهی » . (۳) لیکن غالباً پهلی بار صرف حصۀ اول شایع هوسکا . اس لئے که کتب خانۀ عالیـۀ رامپور مین جو نسخه موجود هے وه مکمل هو تے هو ے صرف ِ حصۀ اول پر مشتمل هے .

اردوی معلی کا سال طباعت

بظـاهر یه یقین کر نے کے تمـام وجوه موجود تهـے که مکاتیب کا یه مجموعه جلد از جلد شایع هوگا . لیکن قدرت نے اس ادبی انقلاب کی اولیت کا شرف میرٹه هی کو ودیعت کیـا تها . عود ِ هندی ۱۰ رجب سنه ۱۲۸۵ ھ

(۱) اردوی معلی ، ص ٤۲۸ (۲) ایضاً ، ص ٤۰۸ (۳) ایضاً ، ص ٥

کو شایع هوگئی ، اور اردوی معلی کو یه دن بهی نصیب نهوا که اپنے خالقِ مجازی کا دیدار کرلیتا . اسلئے که حسبِ تصریحِ خاتمۂ طبع یه مجموعه جمعه کے دن ۲۱ ذیقعده سنه ۱۲۸۵ ه مطابق ٦ مارچ سنه ۱۸٦۹ع کو چهپ کر تیار هوا ،[۱] اور میرزا صاحب نے ۲ ذیقعده سنۂ مذکور کو وفات پائی . اس حساب سے اونکے انتقال سے ۱۹ دن کے بعد کتاب تمام هوئی . سالك نے سالِ طبع لکها :

کیا کہون ! کچه کها نهین جاتا ٭ لب په نالون کا ازدحام هوا
صدمۂ مرگِ حضرتِ غالب ٭ سببِ رنجِ خاص و عام هوا
هے یهی سالِ طبع و سالِ وفات ٭ «آج اونکا سخن تمام هوا»
۱۲۸۵

مقام طباعت اور حق تصنیف

اردوی معلی دلی کے مطبعِ اکمل المطابع مین طبع هوا . حکیم غلام رضا خان اس کے مالك ، میر فخر الدین مهتمم ، اور لاله بهاری لعل منشی تهے .[۲]

کتاب کے آخر مین ایك اعلان شایع هوا که اسکا حقِ تصنیف میرزا صاحب نے حکیم غلام رضا خان صاحب کو عطا کردیا هے ، اور ایك رقعه بطورِ سند لکهدیا هے . لهذا کوئی صاحب حکیم صاحب کی بلا اجازت رقعات چهاپنے کا قصد نکرین . اسکے بعد میرزا صاحب کی حسبِ ذیل تحریر چهپی :

« پیکر بی روح و روان فقیر اسد الله خان غالب تخلص هیچمدان کہتا هی اور لکهدیتا هی که یه جو اردوی معلی تصنیف فقیر مطبع اکمل المطابع دهلی مین چهاپا هوا ، سو مین نی از راه فرط محبت اپنا حق تالیف نور چشم اقبالنشان حکیم (غلام) رضا خان کو بخشدیا هی اور اوس حق کو خاص اونکا حق کیا . اب اور کوئی صاحب اگر مالك اکمل المطابع حکیم (غلام) رضا خان کی بی اطلاع اردوی معلی کی چهاپنی کا قصد کرین گی تو مواخذه سی محفوظ نرهین گی . اور فوراً حسب منشاء قانون بستم، سنه ۱۸٤۷ع سزا پائینگی . (مهر نجم الدوله دبیر الملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ ۱۲٦۷) » (۳)

---

(۱) اردوی معلی ، ص ٤٥٨ (۲) ایضاً ، ص ٥ و ٤١٤ (۳) ایضاً ، ص ٤٦٤

اردوی معلی کا پہلا ایڈیشن

اردوی معلی حصۂ اول کا پہلا ایـڈیشن ٤٦٤ صفحات پر مشتمل ھے. ان مین ٥ صفحے میر مہدی مجروح کے دیباچه کے ھین. پانچوین صفحے کی پندرھوین سطر سے خطوط شروع ھوکر صفحۂ ٤٥٨ کی تیرھوین سطر پر ختم ھوتے ھین، اور باقی چار سطرین خاتمة الطبع پر مشتمل ھین. صفحۂ ٤٥٩ سے ٤٦١ کی ساتوین سطر تك میرزا قربان علی بیگ سالك کا خاتمه ھے. اسکے بعـد منشی جواھر سنگھ جوھر کی تاریخِ طبع ھے، اور پھر اسی صفحه کی گیـارھوین سطر سے صفحۂ ٤٦٤ کی تیرھوین سطر تك تصحیحِ اغلاط کا نقشه دیا ھوا ھے. بعد ازان میرزا صاحب کا اعلانِ عطیۂ حقِ تالیف ھے. شروع مین زرد رنگ کا ٹائٹل پیج ھے. یه میرزا صاحب کی زندگی ھی مین چھپ گیا تھا. اسلئے اس مین اونھین مرحوم نہین لکھا گیـا ھے.

رقعات کی تعداد

اردوی معلی کے اس ایڈیشن کے رقعات کی کل تعداد ٤٧٢ ھے. ان مین ۱۰ نواب میر غلام بابا خان بہادر کے نام، ۲۹ منشی میان داد خان سیاح کے نام، ۱۰ منشی حبیب الله خان ذکا کے نام، ۸۹ منشی ھرگوپال تفتـه کے نام، ۳ شاھزاده بشیر الدین صاحب بہادر کے نام، ٥ سید بدرالدین المعروف بفقیر کے نام، ۱٦ چودھری عبدالغفور سرور مارھروی کے نام، ۲ میر سرفراز حسین صاحب کے نام، ٤۳ میر مہدی مجروح کے نام، ۲ شـاه عالم صاحب کے نام، ۲ صاحب عالم صاحب کے نام، ۱ مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ کے نام، ۱ مرزا یوسف علیخان عزیز کے نام، ۱۱ قاضی عبـد الجمیل صـاحب بریلوی کے نام، ۲ مردان علیخان رعنا مرادآبادی کے نام، ۲ مولوی عبدالرزاق شاکر کے نام، ۱ مولوی عزیزالدین صاحب کے نام، ۱ مفتی سید عباس صاحب کے نام، ۲۳ عضد الدوله حکیم غلام نجف خان صاحب کے نام، ۱ حکیم ظہیر الدین

احمد خان کے نام، ۱ نجم الدین حیدر خان کے نام، ۵ نواب میر ابراهیم علیخان بہادر وفا کے نام، ۲ مولوی احمد حسن صاحب قنوجی کے نام، ۱۱ حکیم سید احمد حسن صاحب مودودی کے نام، ۱ تفضل حسین خان کے نام، ۱۸ مرزا حاتم علی مہر کے نام، ۲ منشی نبی بخش صاحب کے نام، ۱ منشی عبداللطیف ابن منشی نبی بخش کے نام، ۱٤ خواجه غلام غوث خانصاحب میر منشی المتخلص به بیخبر کے نام، ۱ نواب ضیاءالدین احمد خانصاحب بہادر نیر کے نام، ۷ مرزا شہاب الدین احمد خانصاحب کے نام، ۱۹ نواب انور الدوله سعدالدین خانصاحب شفق کے نام، ۳ میر افضل علی عرف میرنصاحب کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ سالك کے نام، ۲ مرزا شمشاد علی بیگ خانصاحب رضوان کے نام، ۲ مرزا قربان علی بیگ صاحب کامل کے نام، ٤ ذوالفقار الدین حیدر خان عرف حسین مرزا صاحب کے نام، ۱۲ یوسف مرزا صاحب کے نام، ۳۳ منشی شیونراین کے نام، ۲ بابو هرگوبند سہای صاحب کے نام، ٦ نواب امین الدین احمد خان بہادر رئیسِ لوهارو کے نام، ٥٦ مرزا علاءالدین احمد خانصاحب بہادر علائی کے نام، ۱ مرزا امیرالدین احمد خان عرف فرخ مرزا کے نام، ۲ میر احمد حسین میکش کے نام، ۱ حکیم غلام مرتضی خان کے نام، ۱ حکیم غلام رضا خان کے نام، ۳ ماسٹر پیارے لال صاحب کے نام، ۲ منشی جواهر سنگھ جوهر کے نام، ۱ منشی هیرا سنگھ کے نام، اور ۲ منشی بہاری لال مشتاق کے نام هین۔

اردوی معلی حصهٔ دوم

غالباً میرزا صاحب کے یکایك انتقال کے صدمه نے مہتممینِ اشاعتِ اردویِ معلی کو حصهٔ دوم کی ترتیب و طباعت کیطرف سے برداشته خاطر کردیا، اور یه حصه دیباچه کے وعده کے باوجود شایع نہوسکا۔

سنه ۱۸۹۹ع مین مولوی عبد الاحد مرحوم، مالكِ مطبعِ مجتبائی دهلی، نے اردوی معلی کی اشاعت کا ارادہ کیا. خواجه الطاف حسین حالی مرحوم نے حصۂ دوم کیلئے کچھ مواد عطا فرمایا، جو مهتممِ طباعت نے حصۂ دوم کے نام سے آخر مین شامل کردیا. خود عبد الاحد مرحوم کے الفاظ مین «اس حصه مین خاصکر وه رقعات هین جن مین انهون نے (میرزا صاحب نے) لوگون کو اصلاحین دی هین، یا شاعری کے متعلق کوئی هدایت کی هے، یا کوئی نکته بتایا هے، اور بعض کتابون کے دیباچے اور ریویو بهی هین».

چونکه میر مهدی مجروح نے بهی تقریباً اسی قسم کے خطوط مرتب کرنے کا وعده کیا تها، اسلئے کہا جاسکتا هے که موجوده حصۂ دوم نے اونکے اراده کی تکمیل کردی. لیکن جهان تك مواد کا تعلق هے اغلب یه هے که میر مهدی مجروح کا ذخیره خواجه صاحب کو نہین ملا. ورنه مولوی عبد الاحد مرحوم اسکا ذکر کرتے.

مجتبائی ایڈیشن کا حصۂ دوم ٥٦ صفحات پر مشتمل هے. ابتدا مین ۷ سطرون کا ایك مختصر تقریبی نوٹ هے. اسکے بعد سراج المعرفت اور حدایق الانظار کے دیباچے هین. بعد ازان شاہِ ظفر کی ایك کتاب اور مرزا رجب علی بیگ سرور کی گلزارِ سرور کی تقریظین هین. انکے بعد دیوانِ ذکا، میرزا کلب حسین خان کی ایك کتاب، نیز رسالۂ تذکیر و تانیث مصنفۂ سید احمد حسن بلگرامی کے دیباچے هین. یه تمام دیباچے اور تقریظین صفحات ۱-۱۳ پر درج هین. انکے بعد اسی صفحه سے اصلاحی خطوط شروع هوتے هین، جن مین ۳٤ خطوط مرزا تفته کے نام، ۱ ماسٹر پیارے لال کے نام، ٥ منشی حبیب الله ذکا کے نام، ٥ سیف الحق سیاح کے نام، ۲ شاهزاده بشیرالدین کے نام، ۱ کیسول رام هشیار کے نام، ۱ مولوی کرامت علی کے نام، ۱ جواهر

سنگھ جوھر کے نام، ۱ منشی ھیرا سنگھ کے نام، اور ۲ میر مہدی مجروح کے نام ھین۔

ضمیمۂ اردوی معلی

سنہ ۱۹۲۹ع مین شیخ مبارك علی صاحب، تاجرِ کتب لاھور، نے اردوی معلی کے حصۂ اول و دوم کے ساتھ مسٹر شیر محمد خان سرخوش کا مرتب کیا ھوا ایك ضمیمه بھی شایع کیا ھے، جو اوسوقت تك غیر شایع شده ۲۳ خطوط پر مشتمل ھے. ان مین سے ۲۲ سید غلام حسنین قدر بلگرامی کے نام اور ایك شیخ لطیف احمد بلگرامی کے نام ھے.

اس ضمیمه کے آغاز مین دو خط اور شامل کئے گئے ھین، جو پبلشر کو آغا محمد باقر، ایم-اے، نبیرۂ حضرتِ آزادِ دھلوی سے دستیاب ھوے تھے.

مکاتیب غالب. میرزا صاحب کی خطوط کا آخری مجموعه

مذکورۂ بالا مجموعون کی اشاعت سے ساٹھ پینسٹھ برس بعد ریاستِ عالیۂ رامپور کی طرف سے میرزا صاحب کے اون خطوط کا مجموعه «مکاتیبِ غالب» کے نام سے شایع کیا جا رھا ھے، جو موصوف نے نواب فردوس مکان، نواب خلد آشیان یا وابستگانِ دربار کو لکھے تھے.

میرزا صاحب کی دربارِ رامپور سے مراسلت باره سال تك جاری رھی. اگر اس طویل مدت کے تمام خطوط محفوظ ھوتے تو اونکی تعداد چار پانچ سو تك پہنچ جاتی. لیکن سوءِ اتفاق سے انکا بڑا حصه محفوظ نہین ره سکا. صرف وه خطوط دست بردِ زمانه سے بچ گئے ھین، جو دارالانشا کے سپرد کردیے گئے تھے.

سرکاری خط و کتابت سے قطعِ نظر خود شہر کے اربابِ ذوق سے بھی میرزا صاحب کے خاصے تعلقات تھے، اور ان مین سے اکثر اصحاب سے مراسلت بھی رھتی تھی؛ لیکن بدقسمتی که بجز ایك خط کے شہر کے کسی گوشه سے

کوئی مکتوب دستیاب نہوا. ایک خط اگرچہ ایک غیر سرکاری مکتوب الیہ کے نام تھا، لیکن حسنِ بخت سے دارالانشا کی مِثلون مین ملا، جو اس مجموعہ مین شامل کردیا گیا ہے.

مکاتیب کی تعداد

مجموعۂ ھذا کے مکاتیب کی تعداد ۱۱۵ ہے. ان مین سے ٤۱ نواب فردوس مکان کے حضور مین، ٦٤ نواب خلد آشیان کی خدمتِ مبارک مین، ۲ صاحبزادہ سید زین العابدین خان بہادر کے نام، ٦ منشی سیلچند میر منشیِ دارالانشا کے نام، ۱ خلیفہ احمد علی رامپوری کے نام، اور ۱ مولوی محمد حسن خان ایڈیٹر اخبارِ دبدبۂ سکندری کے نام ہے.

نواب فردوس مکان کے نام کے عرایض مین ٤ بزبانِ فارسی اور بقیہ اردو مین ہین. چونکہ مجموعہ مین ایک فارسی قصیدہ اور ایک قطعہ مستقل نمبرون کے تحت درج کئیے گئیے ہین، بنابرین کل خطوط کی تعداد ۱۱۷ ہوتی ہے، جن مین سے ٤۲ نواب فردوس مکان کے اور ٦٥ نواب خلد آشیان کے نام ہین.

مکاتیب غالب کی طباعت

آخر مین مکاتیبِ غالب کی طباعت کے متعلق دو چار لفظ کہنا بھی ضروری ہے. جیسا کہ ناظرین ملاحظہ کرین گے کتاب کی طباعت نہایت خوشنما نسخ ٹائپ مین کرائی گئی ہے. اس اقدام کا واحد منشا یہ ہے کہ اردو خوان پبلک میرزا صاحب کے کلام کی خاطر ٹائپ کے حروف پڑھنے کی جرات کرے، اور اسطرح ان حروف کی عادی ہوکر اھلِ مطابع سے اسی قسم کی طباعت کی خواھان ہو. جب تک اردو کتابین پتھر کے چھاپے کے بجائے لوھے کے حروف مین طبع ہونا شروع نہونگی، اردو پریس دیگر ترقی یافتہ اقوام کے پریس کے دوش بدوش چلنے کے قابل نہین ہوسکتا. کیونکہ پتھر کی چھپائی

مین صحت ، خوشنمائی اور یکسانیت کی وہ خوبیان یك قلم مفقود هین ، جو بڑے سے بڑے ٹائپ مین بھی پائی جاتی هین. اسکے علاوہ تعلیمی نقطۂ نگاہ سے بھی پتھر کا چھاپا سراسر ناقص ہے. اگر اسکے بجائے ٹائپ اختیار کرلیا جائے تو مبتدی کی چھ مہینے کی محنت گھٹکر صرف دو ماہ رهجائے گی ، اور اسطرح برادرانِ وطن کا تعلیمی نقطۂ نظر سے اس عجیب و غریب خط پر اعتراض یك لخت دفع هو جائے گا.

خاتمہ

دیباچہ کے مباحث نے امید کے خلاف کافی وقت لیا ، اسلئے اس عذر کیساتھ سلسلۂ کلام ختم کرتا هون :

لذیذ بود حکایت ، دراز تر گفتم
چنانکہ حرفِ عصا گفت موسی اندر طور

والحمد لله رب العلمین.

شبیہ مبارک جناب نواب سید محمد یوسف علیخان بہادر فردوس مکان طاب ثراہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

«بحضور نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض و عمانِ احسان جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر دام اقبالہ مقبول باد» [1]

(نواب سید یوسف علیخان بہادر فردوس مکان طاب ثراہ نواب سید محمد سعید خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر ابن نواب سید علی محمد خان بہادر بانیِ ریاستِ روھیلکھنڈ کے فرزندِ اکبر تھے. آپ جنابعالیہ فتح النسا بیگم صاحبہ بنتِ محمد نور خان بڑیچ ہمشیرزادۂ نواب سید فیض اللہ خان بہادر کے بطن سے دو شنبہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۳۱ ھجری مطابق ۵ مارچ سنہ ۱۸۱۶ ع کو متولد ہوے، اور دو شنبہ ۱۳ رجب سنہ ۱۲۷۱ ھ مطابق یکم اپریل سنہ ۱۸۵۵ ع کو مسندِ حکم رانی پر قدم رکھا. جلوس سے دو سال دو ماہ بعد ۱۴ رمضان سنہ ۱۲۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنہ ۱۸۵۷ ع کو مشہور واقعۂ غدر رونما ہوا. آپ نے اس فتنہ کے فرو کرنے مین حکومتِ ہند کی اعانت کر کے بسلسلۂ اعترافِ خدمات خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ، ایك لاکھ بیس ہزار سالانہ آمدنی کا جدید علاقہ، اور «فرزندِ دلپزیرِ دولتِ انگلشیہ» کا خطاب حاصل کیا. سلامی گیارا ضرب توپ کے بجائے تیرا ضرب مقرر کیگئی، اور مراسلت مین القاب وآداب «نواب صاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمای مخلصان سلامت، بعد از شوقِ ملاقاتِ

(۱) یہ عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکھا کرتی تھی. مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی ھی.

مسرت آیات مشهودِ خاطرِ الطاف ذخائر میدارد» طے پایا . آپ نے خود اس عطیہ کی حسبِ ذیل تاریخ ارشاد فرمائی ھے :

جب گورمنٹ سے ہوا حاصل ملك مجکو بصیغۂ انعام
ناظم از روی ہمتِ عالی سالِ بخشش ھے بخششِ حکام

آپ نے عربی و فارسی کی باقاعدہ اور ایك حد تك مکمل تعلیم پائی تھی . فارسی مین خلیفہ غیاث الدین عزت مصنف غیاث اللغات اور میرزا غالب سے، اور علوم عربیہ و حکمیہ مین مفتی صدر الدین آزردہ اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا . تخت نشینی کے بعد شعر وسخن کا مشغلہ بھی شروع کردیا تھا . ناظم تخلص کرتے تھے ، اور میرزا غالب سے مشورۂ سخن تھا . نکتہ رس ذھن ، رنگین و شوخ طبیعت ، اور اعجوبۂ روزگار استاد نے اونکو زبانِ اردو کا ایك بلند پایہ شاعر بنادیا . مومن وغالب کے بعد انکی نظیر «الا ما شاء اللہ» کا حکم رکھتی ھے . دیوان دو بار شایع ھوا ، لیکن اب کمیاب ھے .

آپ فنونِ سپہگری مین بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے . جسم ورزشی اور مضبوط ، اور چہرہ نہایت خوش قطع تھا . داڑھی مونچھ صاف کراتے ، اور اکثر رنگین و زرتار لباس زیبِ تن فرمایا کرتے تھے .

آپنے دس سال چند ماہ حکومت کرکے جمعہ کے دن ۲٤ ذیقعدہ سنہ ۱۲۸۱ ھ مطابق ۲۱ اپریل سنہ ۱۸٦٥ ع کو اس دارِ فانی سے رحلت کی ، اور قلعۂ معلے کے اندر امام باڑے مین اپنے والدِ ماجد کے برابر مدفون ھوے .)

(۱)

بحضورِ سراسر سرور ، جنابِ مستطاب ، نوابِ ہمایون القاب ، جہانیان کام بخش ، جہان جہان کامیاب ، دام بقاءہ بقبول الاقبال .

سجدہ فشانیِ قلم باپوزش گستریِ عریضہ نگار توام افتادہ . همانا آن درگاہِ اسکندر و دارا گزرگاہ پیوستہ در نظر است ، کہ ہم از دور در

زمرۂ نزدیکان بندگی بجا می آورد. سپاسِ این معنی خود از اندازہ افزون تواند بود، کہ بعنوانِ روشناسیِ ذرہ با مہر، وآشنائیِ قطرہ با بحر، گدا را با شاہ بیگانگی درمیان نیست. در آن روزگارِ رنگین تر از نوبہار، کہ بہ فرِ فرخندگیِ وجودِ مسعود، وسادہ با سپہرِ سادہ دم از برابری زد، نگاشتن وروان داشتنِ قطعۂ تاریخِ جلوس[1] بہ توانائیِ آن دانائی و روان آسائیِ آن شناسائی صورت پزیرفت. اکنون کہ گیتی خدایِ قلمروِ دانش، آن بہ فرتابِ تابِ نظر با برجیس جلیس، وآن بہ فروزۂ فروزشِ عمل با عقلِ فعال ہمال، امیر الدولہ مولوی حافظ محمد فضل حق خان بہادر[2] بہ بندۂ فرمان پزیر فرمان فرستادند، کہ غالب بہ

(۱) میرزا صاحب کی اس قطعۂ تاریخ کا پتا نہین چلا.

(۲) مولانا فضل حق مولانا فضل امام صاحب کی صاحبزادی اور خیرآباد کی رہنی والی تھی. علوم عقلیہ و نقلیہ اپنی والد ماجد سی اور حدیث مولانا شاہ عبد القادر دہلوی سی حاصل کی. امیر مینائی «انتخاب یادگار» (ص ۲۹۱) مین لکھتی ہین: «فنون حکمیہ مین مرتبۂ اجتہاد، بڑی ادیب، بڑی منطقی، نہایت ذہین، نہایت زکی، طلیق و ذلیق، انتہا کی صاحب تدقیق و تحقیق، ... جس شہر مین آپ رونق افروز ہوی، صدہا آدمی بہرہ اندوز ہوی. شاہجہان آباد مین اگرچہ عدالتین کی سررشتہ دار تھی، مگر بڑی ذی اقتدار وصاحب اختیار تھی. جھجھر مین مشاہرۂ جلیلہ پر نوکر رہی. الور اور سہارنپور اور ٹونك سب جگہ معزز و موقر رہی. لکھنو مین صدر الصدور تھی، اور اس دار الریاست (رامپور) مین پہلی محکمۂ نظامت اور پھر مرافعۂ عدالتین پر مامور تھی. جناب مستطاب نواب فردوس مکان کو بھی آپ سی تلمذ رہا ہی، اور بندگان حضور (نواب خلد آشیان) نی بھی کچھ پڑھا ہی. آٹھ برس بہت اعزاز واکرام کیساتھ رہی. پھر یہان سی تشریف لیگئی». مولانا سنہ ۱۲ ۱۲ھ مین پیدا ہوی، اور ۲ صفر سنہ ۱۲۷۸ ھ کو ٦٦ سال کی عمر مین جزائر انڈمان مین، جہان بجرم بغاوت سنہ ٥٧ ع آپکو جلاوطن کردیا گیا تھا، وفات پائی. آپنی متعدد تصنیفات چھوڑی ہین، ان مین سی ہدیۂ سعیدیہ، جو نواب سید محمد سعید خان بہادر کی نام معنون ہی، نواب فردوس مکان کیلئی لکھی گئی تھی. میرزا غالب انکی مخلص دوست اور معتقد خاص تھی. جب مولانا نی سررشتہ داری عدالت دہلی سی استعفا دیا اور نواب فیض محمد خان کی دعوت پر جھجھر تشریف لیجانی لگی، تو میرزا صاحب اور دیگر اہل دہلی کو بیحد قلق تھا. حتی کہ خود شاہ ظفر، جو اوسوقت ولی عہد تھی، اسپر متاسف تھی. میرزا صاحب نی مولوی سراج الدین احمد کی نام ایك مکتوب مین یہ تمام واقعہ لکھکر خواہش کی ہی کہ اسکو اخبار آئینۂ سکندر مین شائع کرین. اسی مکتوب مین مولانا کی علمی منزلت کی باری مین تحریر کرتی ہین: «نہفتہ مباد کہ بی تمیزی وقدر شناسی حکام رنگ آن ریخت کہ فاضل بی نظیر والمعی یگانہ مولوی حافظ محمد فضل حق از سررشتہ داری عدالت دہلی استعفا کردہ خود را از ننگ و عار وارہاند. حقا کہ اگر پایۂ علم و فضل و دانش وکنش مولوی فضل حق آن مایہ بکاہند کہ از صد یك واماند، و باز آن پایہ را بسررشتہ داری عدالت دیوانی سنجند، ہنوز این عہدہ دون مرتبۂ وی خواہد بود» (کلیات نثر غالب، ص ١٤٧).

پرستشگری کمر بندد ، و در مشاطگیِ شاهدانِ افکار حسنِ خدمت عرضه دهد ، اندیشهٔ مهر پیشه درنگ برتافت . وهم امروز که فردایِ ورودِ نوازشنامهٔ مولاناست ، این نامه ، که بخطِ بندگی ماناست ، روان داشته آمد . چشمداشت آن ست که دوریِ راه تفرقه درمیان نیندازد . وسپس در حاضرانِ آن حضرت ، و دعاگویانِ دولت بشمار آیم . زیاده حدِ ادب . بختِ ازل آورد در روز افزونیِ دولتِ ابد پیوند باد . عرضداشتِ هوا خواه اسد الله . نگاشته و روان داشتهٔ چار شنبه ۲۸ جنوری سنه ۱۸۵۷ ع . (مهر نجم الدوله دبیرالملك اسد الله خان بهادر نظام جنگ ، سنه ۱۲۶۷)[1] .

(۲)

(همانا اگر گوهرِ جان فرستم — به نواب یوسف علی خان فرستم
ز نامش نشانے بعنوان طرازم — ز مدحش طرازے بدیوان فرستم
ز دخلش حسابے به معدن نویسم — ز بذلش صلائے بعمان فرستم
ز لطفش، که عامست در کام بخشی ، — نویدے به گبر و مسلمان فرستم

(۱) اس عریضه مین میرزا صاحب نی جس سابق تعلق کی طرف اشاره کیا هی وه رشتهٔ استادی و شاگردی تها . نواب فردوس مکان اپنی والد ماجد کی تخت نشینی سی پهلی دهلی مین قیام پزیر هوی تهی . طلب علم کا زمانه تها . انکی چچا نواب سید عبدالله خان بهادر صدرالصدور میرٹهه اور نواب سید عبد الرحمن خان بهادر میرزا صاحب کی محب تهی . ان دونون کی حسب ارشاد نواب فردوس مکان نی میرزا صاحب سی فارسی کی تعلیم پائی . اس عریضه کی جواب مین نواب صاحب نی ٥ فروری سنه ٥٧ ع کو ارقام فرمایا: «نمیقهٔ انیقهٔ بلاغت آگین مشعر رسید خط مولوی صاحب مخدوم محمد فضل حق صاحب با دیگر مراتب محبت واشفاق بعبارت رنگین و دقیق در عین انتظار سرمه کش عیون وصول نشاط شمول گردیده ، باطلاع خیریتها سرمایهٔ سرور نا محصور افزوده ، از مزید شفقت وایتلاف قلبی متصور شد . مشفقا ! هر چند که کاتب را اتفاق موزونیت یك مصرعه هم اتفاق نشده بود لیکن محض بجهت سماعت کلام سامی زبانی مولوی صاحب صدر الوصف دلم خواست که طریقهٔ رسل و رسائل جاری شود . چون سبیلی به ازین بنظرم نرسید ، لهذا چند ابیات واهیات موزون نموده ، بترصد اصلاح پیش آن یگانهٔ آفاق مرسل گشت. چشمداشت که بعد اصلاح غزلهای مذکور مع کدام طرح جدید لطف فرموده شوند . از آنجا که اتحاف شیرینی هم درین خصوص ازدستوراتست ، لهذا مبلغ دوصد وپنجاه روپیه بتقریب شیرینی لف رقیمة الوداد هذا میرسد . بمقتضای الطاف منظور فرموده از رسید آن مطلع فرمایند . و مخلص را لیل و نهار متمنی اخبار تصور فرموده اکثر بایصال نمایق انایق خیریت وثائق بعبارت سلیس که در خواندنش تأملی بوقوع نیاید ، مسرور و مطمئن میفرموده باشند » .

زنطقش، کہ خاصست درملک گیری　　مثالے بشیراز و شروان فرستم
زہے شہسوارے کہ گردِ سمندش　　پیِ سرمۂ چشمِ خاقان فرستم
رود سام چون بہرِ پیکار سویش　　عزا نامہ سویِ نریمان فرستم
درش را بود پایۂ در خیالم　　نگہ سویش از دور پنہان فرستم
کلیم ار عصا ارمغانم فرستد　　من این ارمغان بہرِ دربان فرستم
وجودش بود فخرِ اجرام و ارکان　　تحیت باجرام و ارکان فرستم
ز جودش بود وعدہ با زیردستان　　بشارت بہ برجیس و کیوان فرستم
ز مویش شمیمی بہ جنت رسانم　　ز کویش نسیمی برضوان فرستم
ہم از شرقِ اشراقِ وی آفتابی　　باختر شناسانِ یونان فرستم
ہم از رویِ نیکویِ وی ماہتابے　　بہ شب زندہ دارانِ کنعان فرستم
اگر بگزرد تیرش از سینۂ من　　دل از سینہ ہمراہِ پیکان فرستم
وگر سر ازین راہ دزدد جبین را　　چو گویش درین رہ بچوگان فرستم
سرشت از خزانست بدخواہِ او را　　سہ فصلِ دگر ہم بدینسان فرستم
ہم از آتشِ دوزخ آرم تموزش　　ہم از زمہریرش زمستان فرستم
دگر تا بہاران بسختی بمیرد　　در اردی بہشتش بزندان فرستم
سپہ چون کشد، گر نہ از ناتوانی　　توانم کہ خود را بمیدان فرستم
درین انزوا از نفسہائی گیرا　　برایات آیاتِ قرآن فرستم
بتوقیعِ فضلِ حق آن عینِ معنی،　　کہ آباد بر وی فراوان فرستم
گزشت اندر اندیشہ کز خامہ رشحے　　بدان قلزمِ فیض و احسان فرستم
بدل گفتم «البتہ کاریست مشکل　　نباید کہ این نامہ آسان فرستم»
سگالش چنین رفت در کار سازی　　کہ فرخ بود چون بفرمان فرستم
فرستادم، اما نیامد جوابے　　کہ تا ہرچہ فرمان رسد آن فرستم
ندانم کہ شورِ فغانِ گدا را　　چسان باز تا گوشِ سلطان فرستم

بدل گفتم «آرے فرستاده باشم گر از راهِ چاکِ گریبان فرستم
و گر جادهٔ ره نمایان نگردد هم از جیب چاکے بدامان فرستم
بدان تا روائی دهم کارِ خود را ز خون نابه موجے بمژگان فرستم
دمم در تنِ نے دمِ آتشین را فروزنده شمعے بایوان فرستم
برفتارِ ناز اندر آرم قلم را تدروے بصحنِ گلستان فرستم
سخن کوته آن به که از نظمِ جزوی بدیوانِ آن صدرِ گیهان فرستم»
فرستم ولیکن خرد چون پسندد که برگِ گیاهے به بستان فرستم
گرفتم که رنگین خیالم بگیتی شقایق به بنگاهِ نعمان فرستم
گرفتم که بحرِ روانم به معنی گهر جانبِ ابرِ نیسان فرستم
گرفتم که روشن روانم بدانش چراغے به مهرِ درخشان فرستم
درین پرده خواهم که از مورِ مسکین سلامے بسوی سلیمان فرستم
نبشتم که خدمتگزار است غالب پیِ دعویِ خویش برهان فرستم
بشب بستم این نقش و در بندِ آنم که حرزِ دعا بامدادان فرستم
بقا بهرِ داور ز دادار خواهم به آمین خروش از سروشان فرستم)[1]

(۳)

بحضورِ هور ظهور، حضرت نوابِ معلی القاب، جـاودان کامیاب، ولیِّ نعمت، آیهٔ رحمت، دام اقباله .

سپاس بجا می آورد، و پوزش همی گسترد، آن بارگاهِ سپهر کارگاه را

---

(۱) میرزا صاحب کی اس قصیده کا لفافه مثل مین موجود هی . اصل قصیده کی متعلق میر منشی صاحب لکهتی هین: «قصیدهٔ (همانا اگر گوهر جان فرستم) بتاریخ ۱۹ شعبان سنه ۱۲۷٦ﻫ بمواجه میرزا نوشه صاحب بحضور پرنور گزرانیده شده» . اس سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانه مین نواب صاحب نی قصیده دارالانشا سی منگایا، اور اپنی پاس رکهہ لیا . چونکه اوسکا شامل مثل هونا متحقق تها، اسلئی کلیات غالب فارسی (نولکشور ایڈیشن) کی صفحه ۳۲۵ سی نقل کرکی یہان قوسین مین اضافه کردیا گیا هی . قصیده کی متعلق نوابصاحب کی رای عریضه نمبر (٤) کی حاشیه مین درج هوگی . پته کی نیچی میرزا صاحب نی لکها هی : «از غالب یکرنگ بیرنگ ازروی احتیاط یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷» . روانگی قصیده کی یهی تاریخ عریضه نمبر (۳) مین بهی مذکور هی .

قبلۂ حاجات میداند، و بهنجارِ سرگزشت حکایتے بعرض میرساند. سه شنبه ۲۷ جنوری نامۂ مولینا و بالفضل اولینا(۱) بمن رسید. چهار شنبه ۲۸ جنوری عرضداشت روان داشتم. چون دو هفته گزشت، و سررشتۂ ڈاك درین بندوبستِ جدید استوار نمانده، گفتم «مگر نرسیده باشد». دی، که چهار شنبه یازدهم فروری سنه ۱۸۵۷ بود، چاشتگاه قصیدۂ بقصدِ اظهارِ فرمان پزیری فرستادم. شامگاه سرهنگِ یام(۲) منشورِ عطوفت آورد. برمردمكِ دیده سودم، وخردۂ جان نثار کردم. تا نورد از هم کشودم، دو ورق از فهرستِ گنجینۂ اسرار، یعنی اوراقِ اشعارِ گهر بار، وسفتچۂ دوصد و پنجاه روپیه درآن نورد یافتم. دفترِ شعر سجّلِ اعتبارِ من شد، و زرِ آن سفتچه بمعرضِ وصول آمد. کرم در بنده پروری بهانه می جوید، ورنه این افتتاح بشیرینی نیاز نداشت. کریمان بنده را به نمك همی پرورند، ولیِ نعمت را بنده بشکر پروردن آئین است. شکرِ این شکر بعهدۂ جانِ شیرین فرو گزاشتم. واین نامه بهرِ آن، که رسیدنِ عطیه حالی گردد، بدین زودی نگاشتم. اشعار خود بهنگامِ خویش خواهد رسید، واین سررشته هیچگاه از هم نخواهد گسست. زیاده حدِ ادب. نیرِ دولت واقبال سرچشمۂ فروغِ بے زوال باد. غالب. پنجشنبه ۱۲ فروری سنه ۱۸۵۷.

(٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

آداب بجا لاتاہون. غزلون کے مسودات صاف کرکر حضور مین بھیجتا ہون. مسودات اپنے پاس رہنے دئے ہین، اس نظر سے کہ اگر احیاناً ڈاك مین لفافه تلف ہوجائے، تو مین پھر اوسکو صاف کرکر بھیجدون، ورنه موقعِ حك واصلاح مجھے کیا یاد رہیگا.

مین نہین چاہتا کہ آپ کا اسمِ سامی اور نامِ نامی تخلص رہے. ناظم،

---

(۱) مولانا فضل حق خیرآبادی مراد ہین.

(۲) یام: ڈاك

عالی، انور، شوکت، نیسان، ان مین سے جو پسند آئے وہ رهنے دیجے. مگر یہ نہین کہ خواهی نخواهی آپ ایسا هی کرین. اگر وهی تخلص منظور هو تو بہت مبارك. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رهو قیامت تك

عنایت کا طالب غالب. روزِ یکشنبہ ۱۵ فروری ۱۸۵۷[1].

(میرزا صاحب نے ۸ مارچ ۱۸۵۷ع کو ایك عریضہ ارسال کیا تها، جو ۱۱ ماهِ مذکور کو رامپور پہنچا. اسکا لفافہ شاملِ مثل هے، اور اوسکی پشت پر یہ نوٹ تحریر هے: «عرضی حسب الحکم چاك نمودہ شد. ١٦ رجب سنہ ۱۲۷۳ ھ»)[2].

---

(۱) عرائض نمبر (۳و٤) کی جواب مین نواب فردوس مکان نی ۳ رجب سنہ ۱۲۷۳ ھ مطابق یکم مارچ سنہ ۱۸۵۷ع کو تحریر فرمایا: «... دو قطعۂ صحیفۂ شریفہ، یکی مشعر ترسیل قصیدہ بمضمون انتظار و هم در جواب رقیمۃ الوداد رسید اشعار و سفتچۂ مرسلۂ اینجا، و ثانی مع اشعار مذکور بعد نظر اصلاح و تجویز چند الفاظ جهت تخلص مخلص بایمای پسند از آنجملہ، بمضامین برجستہ و عبارات دلپسند متواتر بسبیل ڈاك گلگونہ آرای چهرۂ وصول فرحت شمول گردیدہ ... ومطالعۂ قصیدۂ نادرۂ فصاحت تضمین، کہ اگر هر شعر لغزش راگنجینۂ معانی، و معدن لآلی سخندانی، خوانند بجا، و یا گلدستۂ برجستۂ چمنستان علوم وکمال نامند زیبا، غواص فکر در بحر زخار استعارات و نکات متینش مستغرق گرداب نارسائی، و اوهام عقلاء زمان بدریافت خوبی و بلاغت آن خزینۂ اسرار معترف بہ کوتاهی، قصائد عرفی و خاقانی بمقابلۂ متانت و برجستگی مضامین نزهت آگینش هیچ، و معانی فیض قرین در الفاظ نادرش چون زلف ماهرویان پیچ در پیچ، ابواب افادہ و انشراح بی اندازہ بر روی دل صفا منزل کشود. رنگ کثافت طبعی از سجنجل خواطر مستفیضان زدود. و غزلیات کہ بنظر اصلاح «آهن کہ بپارس آشنا شد * فی الفور بصورت طلا شد» فائز گشتہ. العظمۃ للہ تغیر و تبدل الفاظ نادرہ در اشعار مذکور چون نقش بر نگین زینت تازہ گرفت، وطلای طبع خام بر محك فیض عام جلوہ پزیرفت ... ومنجملۂ الفاظ تخلص لفظ (ناظم) مطبوع طبع نیاز گشت».

(۲) اس عریضہ کی جواب مین نوابصاحب نی ۲۵ رجب سنہ ۷۳ ھ مطابق ۲۳ مارچ سنہ ۵۷ع کو تحریر فرمایا: «صحیفۂ مسرت آگین ... مشعر رسید رقیمۃ الوداد و اینکہ صحائف شرائف عبارت اردو بعد ملاحظہ چاك شدہ باشند ... وصول گردیدہ. مشفقا! حسب الارقام سامی صحیفۂ موصوفہ را بعد استفاضۂ مضمونش چاك نمودہ شد. و آیندہ هم دربارۂ همچو مکاتیب تعمیل ایمای سامی ملحوظ خواهد ماند». اس سی یہی نتیجہ نکالا جاسکتا هی، کہ میرزا صاحب کی یہ خط وکتابت بصیغۂ راز تهی. ورنہ ۱۵ فروری سنہ ۵۷ع کا خط بهی زبان اردو هی مین تها، اوسکی چاك کرنی کی هدایت کیون نہ کی. اور اگر کی تهی، تو یہان تعمیل کیون نہوئی، واللہ اعلم بحقیقۃ الحال.

(میرزا صاحب نے یکم اپریل سنہ ۱۸۵۷ ع کو ایك اور عریضہ ارسال کیا تھا، جو ۳ اپریل کو رامپور پہنچا. مثل مین اسکا بھی صرف لفافہ شامل ھے، اور اوسکی پشت پر نوٹ ھے: «عرضی از دستِ مبارك چاك شد، وبندِ غزلیاتِ مرسلہ در حضور ماند. ۹ شعبان سنہ ۱۲۷۳ ھ»).

(۵)

جنابِعالی! کچھ کم مہینا ھوا، کہ مین نے حضور کی غزلون کو دیکھکر خدمت مین روانہ کیا ھے، اور اوسکے پہنچنے سے اطلاع نہین پائی. اب ڈاك مین خط تلف بھی ھو جایا کرتے ھین. اسواسطے مین متردد ھون، اور مدعا اس تحریر سے یہ ھے، کہ اگر وہ لفافہ نہ پہنچا ھو تو مین اوس مسودہ کو پھر صاف کرکر روانہ کرون. زیادہ حدِ ادب. از غالب. نگاشتۂ صبحِ پنجشنبہ ۲۷ شعبان سنہ ۱۲۷۳ ھجری[۱].

(۶)

جنابِعالی! آداب بجا لاتا ھون. اور عرض کرتا ھون، کہ اجورہ دار پہنچا. مگر لٹا ھوا، اور بھیگا ھوا، اور بھاگتا ھوا. گوجرون نے اوسے لوٹ لیا. روپیہ کتمل سب لے لیا. خط اوس داروگیر مین گرپڑا. بھیگ گیا. لفافہ مجھ تك نپونچھا[۲]. خط مع ھنڈوی کے پہنچا. خط مین سے القاب بتکلف پڑھا. اور یہ جملہ «سفتچۂ مبلغ دو صد و پنجاہ روپیہ» پڑھا گیا. اور باقی خیر و عافیت. «مکرر آنکہ» اسکے بعد جو کچھ لکھا تھا، اوس مین سے «مولوی» یہ لفظ، اور بعد ایك لفظ کے «خانصاحب» یہ پڑھا گیا. اور کچھ

---

(۱) نواب فردوس مکان نے اس عریضہ کے جواب مین ٤ رمضان سنہ ۷۳ ھ مطابق ۹ مئی سنہ ۵۷ ع کو تحریر فرمایا: «... مشفقا! این مرتبہ کہ توقف در تسطیر رقیمۃ الاخلاص بظھور آمدہ باعث آن عدم فرصتی تصور توان نمود. حالا کہ فرصت دست داد، بہ ترقیم ما فی الضمیر اتفاق افتاد».

(۲) یہ میرزا صاحب کا خود نوشتہ املا ھے. در اصل اونھین سہو ھوا. ورنہ یہی لفظ اسی سطر مین اونھون نے درست لکھا ھے.

نہین . مجکو غم یہ ہے کہ غزلہـایِ اصلاحی اور دیوانِ اردو کی رسید مین نے نہ پائی[۱] .

هنڈوی کا بعینہ وہ حال جو میرے خط کا تھا . کچھ پڑھا جائے ، کچھ نہ پڑھا جائے . آپ کا نام اور ڈھائی سو روپیہ یہ پڑھا گیا . چونکہ مہـاجن مجکو جانتـا تھـا ، اوسنے اوس بھیگے ہوئے کاغذ کو اپنی چٹھی مین لپیٹ کر رامپور اوس مہاجن کے پاس بھیجا ہے . جب وہ صحیح کرکر بھیجیگا ، تب وہ مجکو روپیـــہ دیگا . اوسکے صحیح کرنے مین کیـا تامل ہے . مین نے صرف بطریقِ اطلاع لکھا ہے . اور غزلون کی اور دیوان کی رســـید اور جو اس

(۱) میرزا صاحب کی دیوان اردو کا یہ نسخہ کتبخانہ مین موجود هی . سائز ۱۱½×۷¾ ، اوراق ۷۳ اور فی صفحہ ۱۵ سطرین هین . خط صاف اور روشن نستعلیق اور ابتدائی دو صفحی طلاکار هین . هر غزل کی خاتمہ پر رنگین بیل بوٹی هین اور تمام صفحات کی جدولین رنگ آمیز هین . آخرمین نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نیر کی تقریظ هی . اس نسخۂ دیوان کی متعلق مرزا صاحب نی منشی شیونراین کو لکھا هی : « اب تم سنو . دیوان ریختۂ اتم و اکمل کہان تھا . مگر هان مین نی غـدر سی پہلے لکھواکر نواب یوسف علی خان بہادرکو رامپور بھیجدیا تھا . اب جو مین دلی سی رامپور جانی لگا ، تو بھائی ضیاء الدین خان صاحب نی مجکو تاکید کردی تھی ، کہ تم نواب صاحب کی سرکار سی دیوان اردو لیکر کسی کاتب سی لکھواکر مجکو بھیجدینا . مین نی رامپور مین کاتب سی لکھواکر بسبیل ڈاك ضیاءالدین خان کو دلی بھیجدیا تھا » (اردوی معلی ، ص ۳۸۱) . بعدازان ۳ جولائی سنہ ۶۰ع کو اس کی مکمل هونی کی باری مین لکھـا هی : « میان تمہاری باتون پر هنسی آتی هی . یہ دیوان ، جو مین نی تم کو بھیجا هی ، اتم و اکمل هی . وہ اورکونسی دو چار غزلین هین جو مرزا یوسف علی خان عزیز کی پاس هین ، اور اس دیوان مین نہین . اسطرف سی آپ اپنی خاطر جمع رکھین ، کہ کوئی مصرع میرا اس دیوان سی باهر نہین هی . معہذا اون سی بھی کہونگا . اور وہ غزلـین اون سی منگا کر دیکھونگا » (ایضاً ، ص ۳۸٤) . اس نقل سی منشی شیونراین نی اپنی مطبع واقع شہر آگرہ مین دیوان کی طباعت کا انتظام کیا تو اسکی متعلق میرزا صاحب نی نواب علاء الدین خان بہادر علائی کو لکھا : « اردو کا دیوان رامپور سی لایا هون ، اور وہ آگرہ گیا هی . وهان منطبع هوگا . ایك نسخـہ تمہاری پاس بھی پہنچ جائیگا » (ایضاً ، صفحہ ٤۳٦) . لیکن بعد ازان آگرہ مین انطباع سی قبل هی میرزا صاحب نی دهلی مین طبع کرا لیا . ان تمام خطوط سی معلوم هوتا هی ، کہ اسوقت دیوان غالب کی جسقدر ایڈیشن شایع هو چکی هین ، وہ سب کی سب نسخـۂ رامپور کی نقل اور نقل در نقل هین . میرزا صـاحب نی خود اپنـا کلام کبھی جمع نکیا (ایضاً ، صفحہ ۱۳۷) . نواب ضیاء الدین خان نـیر اور ناظر حسین مرزا کی کتب خانہ مین اس کی نسخی موجود تھی ، لیکن اونکی ذخیرۂ کتب کی ساتھ هنگامۂ غدر مین لٹگئی . (عود هندی ، صفحہ ۲۷ و ۲۹ و ٦۵ ، واردوی معلی ، صفحہ ۲۰۳ و ۲۰٦ و ۲۵۹ و ۳٦۳) . اگر رامپور مین اصل نسخہ محفوظ نہوتا تو میرزا صاحب کی کلام کا موجودہ مجموعہ دستیاب هونا تقریباً ناممکن تھا .

خط مین «مکرر آنکہ»[۱] بعد مطالب مندرج تھے، وہ پھر ایسے ھی باریك کاغذ پر لکھکر اس ساھوکار کو دیجیے گا، اور اوسکو تاکید کیجیے گا، کہ اسکو بھیجدے. یہان کے ساھوکار نے میری خاطر سے اس رقعہ کو اپنی چٹھی مین روانہ کیا ھے. غالب. پنجم ذی الحجہ[۲].

(۷)

بوالا خدمت، رفعات درجت، جناب نواب صاحب والا مناقب عالیشان، قلزمِ فیض ومحیطِ احسان، عز نصرہ و دام ملکہ.

آدابِ نیاز بجا می آرد، ونیازمندانہ عرضہ می دارد. در زمانِ چیرہ دستیِ کور نمکانِ سپاہِ روسیاہ سررشتۂ یام از ھم گسست. ناچار بفرستادنِ نامہ بر رساندنِ نامہ و پیام صورت بست. درین روزگار، کہ فرمانِ داورانِ دادگر روائی، وسلسلۂ آمد شدِ نامہ رسائی یافت، نامہ در یام روان داشتہ شد. و نارسیدنِ پاسخِ آن را چنان پنداشتہ شد، کہ مگر آن نیایشنامہ نرسیدہ باشد. یا فرطِ احتیاط مانعِ تحریرِ جواب گردیدہ باشد. ھر آئینہ در دل چنان گزشت، کہ درین باربد انسان سخن سرای توان گشت، کہ سرگزشتِ من از ولیِّ نعمت نہان، و حجابیے درمیان نماند.

حالیِ رایِ جہان آرای باد، کہ دیرینہ نمکخوارِ سرکارِ انگریزم. و از سر آغازِ سالِ یکہزار وھشت صد وشش، کہ دران گاہ شمارِ سنینِ عمرِ من از دہ نگزشتہ بود، بعوضِ جاگیرِ عمِ حقیقیِ نسبیِ خود نصراللہ بیگ خان بہادر[۳]،

---

(۱) یہان لفظ «کہ» ساقط معلوم ھوتا ھی.

(۲) نوابصاحب کی محولہ فرمان کا مسودہ مثل مین منسلك ھی، لیکن اوس مین قابل نقل بات کوئی نہین.

(۳) نصراللہ بیگ خان ابتداء مرھٹون کیطرف سی آگرہ کی صوبیدار تھی. بعد فتح آگرہ اپنی برادر نسبتی نواب احمد بخش خان والی لوھارو وفیروزپور جھرکہ (متوفی سنہ ۱۸۲۷ع: حالات کیلئی ص ۱۲، نوٹ ۲، ملاحظہ ھو) کی سفارش سی انگریزی فوج مین رسالدار ھوگئی، اور مدد معاش کیلئی نواحی اکبرآباد مین پرگنۂ سونك سونسا مرحمت ھوا. انھون نی سنہ ۱۸۰۶ع مین انتقال کیا.

که با جمعیتِ رسالهٔ چهار صد سوار بمعیتِ جرنیل لارڈ لیك بهادر[۱] در فتحِ هندوستان کوششهای نمایان کرده، و پرگنهٔ «سونك سونسا» بقیدِ حینِ حیـات جاگیر یافته، و هم درآن عهد بمرگِ ناگاه از جهان رفته بود، بفرمانِ جرنیل لارڈ لیك بهادر ومنظوریِ گورمنٹ مشتِ زرے شاملِ جاگیرِ عمِ سبیِ من نواب احمد بخش خان بهـادر[۲] در وجهِ معاشِ من منجملهٔ زرِ استمراریِ سرکاری، که بذمهٔ نواب احمد بخش خان بهرِ دوام واجب الادا بود، قرار یافت. چون جانشینِ احمد بخش خان[۳] کیفرِ کردار یافت، و جاگیر بسرکار باز یافت شد، رسیدنِ آن وجهِ مقرری از خزانهٔ کلـکتریِ دهلی صورت پزیرفت. چنـانکه تا انجامِ اپریل سنه ۱۸۵۷ از کلـکتریِ دهلی یافته ام. و از مئی خود آشکار است که حال چیست. پیوندِ تعلق با بهادر شـاه[٤] جز آن نبود، که از هفت هشت سال بتحریرِ تاریخِ سلاطینِ تیموریه، واز دو سه سال به اصلاحِ اشعارِ شهریار

---

(۱) لارڈ لیك سنه ۱۷٤٤ع مین پیسدا هوئی. سنه ۱۷۵۸ع مین پیدل فوج مین نام لـکھایا. اور مختلف عهدون پر فائز رهکر سنه ۱۸۰۲ع مین جنرل مقرر هوگئی. سنه ۱۸۰۱ع سی سنه ۱۸۰۵ع تك هندوستان کی افواج کی کمانڈر انچیف اور کونسل کی ممبر رهی. انهون نی مرهٹون سی کامیاب جنگ کی. اور انگلستان واپس جاکر ۲۰ فروری سنه ۱۸۰۸ع کو فوت هوئی. یه بهت نامور اور هردلعزیز سپه سالار مانی جاتی تهی.

(۲) نواب احمد بخش خان فیروزپور جهرکه کی رئیس اور لوهارو کی جاگیردار تهی. حکومت انگریزی مین انکی بڑی عزت اور منزلت تهی. نواب الهی بخش خان معروف، میرزا غالب کی خسر، انکی چهوٹی بهائی تهی. احمد بخش خان نی آخر عمر مین حکومت سی کناره کشی اختیارکرکی اپنی بڑی لڑکی نواب شمس الدین احمد خان کو فیروزپور جهرکه کی ریاست، اور نواب ضیاء الدین خان نیر و نواب امین الدین خان کو لوهارو کی جاگیر عطا کردی تهی. میرزا غالب کی پنشن ریاست فیروزپور سی متعلق تهی.

(۳) احمد بخش خان کی جانشین سی نواب شمس الدین احمد خان والی فیروزپور مراد هین. یه مزاج کی درشت اور فساد پیشه تهی. اسلئی نواب هوکر اهل خاندان سی تعلقات درست نه رکهه سکی. میرزا غالب بهی ان سی ناراض تهی. خط مین انکا نام نه لینی کی یهی وجه هی. مسٹر ولیم فریزر ریزیڈنٹ دهلی کی قتل کی الزام مین اکتوبر سنه ۱۸۳۵ع کو انهین پهانسی دیدیگئی، اور ریاست فیروزپور ضبط هوگئی.

(٤) بهادر شاه هندوستان کی مغلیه فرمانرواؤن کی آخری چشم وچراغ تهی، یه سنه ۱۸۳۷ع مین تخت نشین هوئی. غدر سنه ۱۸۵۷ع مین باغیون نی انهین اپنا مطلق العنان بادشاه بنایا. بعد فتح دهلی الزام بغاوت مین رنگون کی طرف جلاوطن کئی گئی، اور وهین ۷ نومبر سنه ۱۸٦۲ع کو فوت هوئی. میرزا صاحب نی ایك خط مین میر مهدی کو لکها هی: «۷ نومبر، ۱٤ جمادی الاول سال حال جمعه کی دن ابو ظفر سراج الدین بهادر شاه قید فرنگ وقید جسم سی رها هوئی».

می پرداختم . درین هنگامه خود را بکنار کشیدم . و بدین اندیشه که مبادا گر یك قلم ترکِ آمیزش کنم ، خانهٔ من بتاراج رود ، وجان در معرضِ تلف افتد ، بباطن بیگانه و بظاهر آشنا ماندم . هرگاه شهر بر دستِ سپاهِ انگریز فتح شد ، همه جا گیر داران و پنسنداران از شهر بدر رفتند . چنانکه تا امروز آوارهٔ دشت و کوه اند . من از جا نه جنبیدم . وهم چنان گوشه گیر ماندم . درین بندوبست که خاصه از بهرِ سیاستِ مجرمان ست ، وتحقیقاتِ جرم از روی دفترِ قلعه واظهارِ مخبران می کنند ، هیچ گونه آلایشِ دامنِ من پدید نیامد . وداروگیر وباز پرس رو نه داد . بودنِ من در شهر از حکام نهان نیست . اما چون پرسشے درمیان نیست ، لاجرم محفوظ مانده ام . می بایست که خود سلسله جنبان گشتمے ، وبا حکام پیوستمے . درین باره سخن آنست ، که درین فرماندهان با هیچ کس سابقهٔ معرفتے ندارم . ومعهذا هنوز موقع ومحلِ آن نمی نگرم ، که نامه نویسم ، وخواهشِ ملاقات بمیان آورم . راستی اینکه درین فتنه وآشوب خدمتے بجا نیاورده ام . لیکن مقامِ شکر است ، که به تقدیم نرسیدنِ خدمت از راهِ بیدستگاهی است ، و ذریعهٔ اخلاص وخلوص همان بیگناهی است . حالِ خود را ، اگرچه پرسش از جانبِ آن والا مناقب نبود ، گفتم[1] . وخون میخورم که صحت وعافیتِ ذاتِ همایونِ اقدس ، که یا رب ! جاودان سلامت باد ، چگونه دریابم . همدرین کنج ، که مسکنِ من ست ، شنیده ام که والا شان زین العابدین خان بهادر[2] بشهر آمده اند . نیازمندیِ من با مرحومی نواب عبد الله خان بهادر[3] ، ومهرورزیِ من

---

(۱) مزید تفصیل کی لئی ملاحظه هو اردوی معلی ، صفحه ۳۵ .

(۲) زین العابدین خان بهادر کا تذکره مکتوب نمبر ۱۰۷ کی ذیل مین ملاحظه هو .

(۳) نواب سید عبد الله خان بهادر ابن نواب سید غلام محمد خان بهادر نواب فردوس مکان کی چچا تهی . شعر و سخن سی دلچسپی رکهتی تهی . زور آزمائی کا بهی شوق تها . دهلی مین عرصه تك مقیم رهی . میرزا صاحب اور ان مین بهت ارتباط وخاوص تها . پنج آهنگ مین میرزا صاحب کا ایك خط انکو نام بهی درج هی (کلیات نثر غالب، صفحه ۲۱۸) . یه عرصه تك میرٹهه کی صدر الصدور رهی تهی ؛ اور وهین ستر برس کی عمر مین بعارضهٔ تپ سنه ۱۲۷٤ ه کو رحلت فرمائی ، اور درگاه چشتی پهلوان مین مدفون هوی . ان کا ایك شعر امیر مینائی مرحوم نی تذکرهٔ انتخاب یادگار (صفحه ۲۱۱) مین درج کیا هی . فرماتی هین :

منحصر تجهه پر شفاعت هی ، بهلا جائین کهان * ای شفیع عاصیان ! هم تیرا دامان چهوڑ کر

با اصغر علیخان مرحوم[١]، ومحبت وخلتِ من با نواب عبد الرحمن خان بهادر مغفور[٢] کجا دیده اند، وآن مدارج کی در نظر دارند، که ایشان را در ضمیر میگزشت، که گدای گوشه نشین را باید دید. من خود پائی، که رفتار داشته باشد، ندارم. واز زاویه برون آمدن نتوانم. به نگاشتنِ این نامه زحمتِ اوقاتِ ملازمان از آن رو روا داشته ام، که اگر نفرستادنِ نامه محض از رویِ احتیاط است، هویدا گردد، که در عنایت تفریط ودر رعایت افراط است. چشم دارم که بمشاهدهٔ سوادِ نوازشنامه فروغِ نظر اندوزم. شغلِ شعر وسخن هر آئینه یقین دارم که درین چنین فتنهٔ وآشوب دل بدان کار چگونه گراید. دولت پاینده ونصرت طرب فزاینده باد. از اسد اللہ غالب. نگاشته وروان داشتهٔ پنجشنبه ١٤ جنوری سنه ١٨٥٨.

له - دبیرانِ خاص بر عنوانِ نامه هایِ پیشین نشانِ کلبهٔ این درویشِ دلریش عقبِ مسجدِ جامع نبشته اند. و من از هفت هشت سال در محلهٔ بلّی‌مار می مانم. سپس نشانِ این محله نگاشته شود[٣].

(٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

منشورِ عطوفت کے دیکھنے سے زندگی کی صورت نظر آئی. مخمس اور

---

(١) سید اصغر علی خان مرحوم نواب سید عبد اللہ خان بہادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا زاد بہائی تہی، امیر مینائی تذکرۂ مذکور (صفحه ٢٥) مین لکھتی هین: «شاعر خوش مذاق هین. آفرینش مضامین عاشقانه مین طاق هین. مومن خان صاحب دهلوی کی شاگرد رشید. کلام انکا لایق دید وقابل شنید. ٣٨ برس کی عمر پائی. بارهوین رجب کو سنه ١٢٧٣ هجری تهی که عارضۂ خناق مین مبتلا هوکر میرٹھ مین رحلت فرمائی: وهان سی جنازه اونکا دهلی کو گیا. اور درگاه حضرت خواجه باقی باللہ مین دفن هوی». ان کا دیوان شائع هوگیا هی.

(٢) نواب سید عبد الرحمن خان بهادر، نواب سید غلام محمد خان بهادر کی صاحبزادی اور نواب فردوس مکان کی چچا تهی.

(٣) اگر میرزا صاحب کی تخمینه کو صحیح مانا جائی، تو اونهین سنه ١٨٤٩ع یا سنه ١٨٥٠ع سی محله بلی مار مین مقیم هونا چاهئی. میر مهدی مجروح کی نام کی خط مین سنه ١٨٥٠ع کی تصریح موجود هی. اسلئی یہی سنه درست معلوم هوتا هی. فرماتی هین: «.... یه لکھی که اسد اللہ خان پنشن دار سنه ١٨٥٠ع سی حکیم پٹیالی والی کی بہائی کی حویلی مین رهتا هی» (عود هندی، صفحه ٨٣، و اردوی معلی، صفحه ١٩٤).

غزلون کے پہنچنے کی اطلاع پائی. یہ بھی ایك بخشش کا بہانہ پیدا کرنا ہے. ورنہ حضور کے کلام کو اصلاح کی احتیاج کیا ہے. میری کیا سخنوری اور سخن سرائی ہے. آپ کی قدر دانی بلکہ قدر افزائی ہے. تکلف ہے اگر کہون کہ تا قیامت رهو. بے تکلف دعا یہ ہے، کہ خدا کرے ایك سو بیس برس تك سلامت رهو.

اس قرینے سے، کہ بسبب کم فرصتی کے اون کا ملاحظہ نکرنا مرقوم هوا، ریختہ کے دیوان اور اس کتاب کا پہنچنا معلوم هوا. دیوان کے دیکھنے ندیکھنے مین آپکو اختیار ہے. مگر یہ چار جزو کا رسالہ جو اب بھیجا ہے، اسکا دیکھنا ضرور درکار ہے. فارسیِ قدیم اور پھر حسنِ معنی اور صنعتِ الفاظ. با این همه هر امر کی احتیاط، اور هر بات کا لحاظ[1].

جنابعالی! طرفہ معاملہ ہے. خدا کا شکر ہے، اور اپنی قسمت کا گلہ ہے. خدا کا شکر یہ کہ باوجودِ تعلقِ قلعہ کسی طرح کے جرم کا بہ نسبت میرے احتمال بھی نہین. قسمت کا گلہ یہ کہ عطایِ پنسن[2] قدیم کا حکام کو خیال بھی نہین. یہ نومبر سنہ ۱۸۵۸ انیسوان مہینا ہے. گویا بن کھائے جینا ہے. کہتے هین کہ جنوری شروع سال مین پنسندارون کو روپیہ ملے گا. دیکھئے کیا نیا گل کھلے گا. پہلی نومبر کو یہان اشتہارِ عام هوگیا ہے، کہ اب قلمروِ هندوستان مین عملِ ملکۂ معظمۂ عالیمقام هوگیا ہے. مین پہلے سے مداحون مین اپنا نام لکھوا چکا هون. اور وزرایِ ملکۂ دارا دربان کے دو سارتی فکٹ پا چکا هون. اگر اس اجمال کو بہ تفصیل معلوم کیا چاهئے، تو اسی کتاب موسوم بہ دستنبو مین دیکھا چاهئے. خوشنودی کا طالب غالب.

نگاشتۂ روزِ یکشنبہ هفتم نومبر سنہ ۱۸۵۸ ع.

---

(۱) اس چار جزو کے رسالہ سے «دستنبو» مراد ہے. چنانچہ آخر عریضہ مین اسکے نام کی تصریح کرکے مرزا صاحب نے ابہام دور کر دیا ہے.

(۲) میرزا صاحب نے اس لفظ کا إملا «شین» کی بجائے «سین» سے لکھا ہے. اسی طرح لفظ سارٹیفکٹ مین پہلی «ٹ» کو «ت» تحریر کیا ہے.

(۹)

خداوندِ نعمت سلامت.

جو آپ بن مانگے دین، اوسکے لینے مین مجھے انکار نہین. اور جب مجکو حاجت آپڑے، تو آپسے مانگنے مین عار نہین.

بارِ گرانِ غم سے پست ہو گیا ہون. آگے تنگدست تھا، اب تہی دست ہو گیا ہون. جلد میری خبر لیجے. اور کچھ بھجوا دیجیے. عنایت کا طالب غالب. چار شنبه یازدھم ربیع الثانی سنه ۱۲۷۵ ھجری و ۱۷ نومبر سنه ۱۸۵۸ع[1].

(۱۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد آداب بجالانے کے عرض کرتا ہون، کہ منشورِ رافت لکھا ہوا ۲۵ نومبر کا جمعه کے دن تیسری دسمبر کو اس دعا گویِ دولت کے پاس پہنچا. ڈھائی سو روپیه کی ھنڈوی معتمد کے حواله کی گئی. آج یا کل روپیه آجایگا. خاطرِ عاطرِ اقدس جمع رہے.

میرے حاضر ہونیکو جو ارشاد ہوتا ھے، مین وھان نه آؤنگا، تو اور کہان جاؤنگا. پنسن کے وصول کا زمانه قریب آیا ھے. اسکو ملتوی چھوڑ کر کیونکر چلا آؤن. سنا جاتا ھے، اور یقین بھی آتا ھے، کہ جنوری آغازِ سال

---

(۱) نواب فردوس مکان نے عرایض مورخۂ ۷ نومبر و ۱۷ نومبر کے جواب مین تحریر فرمایا: «... دو قطعۂ صحیفۂ تلطف طراز، اولین حاوی حالات نه ملنی زر پنشن آپکی، اور دوسرا مورخه اٹھاروین ماه نومبر سنه حال مشعر نوید خیریت مزاج وھاج کی، متواتر رنگ افروز چہرۂ وصول نشاط شمول کا ھوا. اور مراتب مندرجه سے مطلع فرمایا. مشفقا! جو که مخلص کو اشتیاق معانقه اور مکالمه آپ کا بدرجۂ کمال ھے، اور اب تشریف آوری آپکی اس جگہ مناسب ھے، اسواسطے حواله خامۂ محبت نگار کے ھوتا ھے، که آپ دیدار فایض الانوار اپنے سے مخلص کو مسرور فرمائیے. اور قطعۂ ھنڈوی مبلغ دو سو پچاس روپیه کا واسطے مصارف خدام آپ کے بلف رقیمة الوداد ھذا کے مرسل ھے. قبول فرمائیے. ... ۱۸ ربیع الثانی سنه ۱۲۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر سنه ۱۸۸۸ع». عریضه نمبر ۱۰ ھنڈوی کی رسید اور نآنے کے عذر پر مشتمل ھے.

۵۹ عیسوی مین یہ قصہ انجام پائے. جس کو روپیہ ملنا ہے اوسکو روپیہ، جس کو جواب ملنا ہے اوس کو جواب ملجائے.

حضور نے یہ کیا تحریر فرمایا ہے، کہ ان بارہ غزلون کی اصلاح مین کلامِ خوش مطلوب ہے. اگلی غزلون کی طرح نہون. مگر اگلی غزلون کی اصلاح پسند نہ آئی، اور اون اشعار مین کلامِ خوش نتھا. حضرت کا تو اون غزلون مین بھی وہ کلام ہے، کہ شاید اورون کے دیوان مین ویسا ایك شعر بھی نہ نکلیگا. مین بقدر اپنے فہم واستعداد کے کبھی اصلاح مین قصور نہین کرتا. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ غالب. معروضۂ جمعہ ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۷۵ و ۳ دسمبر ۵۸[۱].

(۱۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

مین اس دولتِ ابد مدت کا از راہِ مودت خیر خواہ ہون. امرِ ملال انگیزِ اندوہ آور مین آرائشِ گفتار گوارا نہین کر سکتا. نواب مرزا[۲] نے دلی آکر پہلے نویدِ بزم آرائی سنائی. چاہتا تھا، کہ اوسکی تہنیت لکھون.

(۱) نواب فردوس مکان کی مسودۂ فرمان مین یہ مضمون تحریر نہین. ممکن ہی کہ مبیضہ مین اپنی قلم سی اضافہ کردیا ہو.

(۲) نواب مرزا خان داغ تخلص خلف نواب شمس الدین خان دہلوی مراد ہین. نواب فردوس مکان کی عہد مین انکی پھوپی عمدہ خانم ریاست سی وظیفہ پاتی تھین. یہ اونکی توسط سی ابتداء مورد انعام و عنایات رہی. بعد ازان تعلق خدمت بھی ہوگیا. چنانچہ نواب خلد آشیان کی عہد مین اصطبل اور فراش خانہ کی داروغہ تھی، سو روپیہ ماہوار تنخواہ پاتی تھی. نواب صاحب کی انتقال کی بعد بزم علم وادب منتشر ہوئی، تو مرزا داغ حیدرآباد چلی گئی. اور وہان حضور نظام مرحوم کی استاد مقرر ہوئی. اور وہین سنہ ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۵ع) مین انتقال کیا. داغ صاحب شیخ ابراہیم ذوق دہلوی کی شاگرد تھی. اور رامپور مین شعراء دہلی کی کامیاب نمایندہ شمار ہوتی تھی. امیر مینائی مرحوم لکھنوی اسکول کی حامی تھی، اسلئی دربار خلد آشیان مین ان دونون مین مسابقت کی سعی جاری رہتی تھی. بعض نقادون کا خیال ہی کہ اس کشمکش مین امیر مینائی مرحوم نی داغ کا رنگ اختیار کرکی اعتراف شکست کیا. مگر واقعہ یہ ہی کہ دربار رامپور کی یہ تابندہ گوہر اپنی علمی صحبتون مین ایك دوسری سی برابر استفادہ کرتی رہی ہین. اور یہ فیصلہ دشوار ہی کہ ان مین سی کس نی دوسری پر فتح پائی. تاہم نواب خلد آشیان کی دربار مین امیر صاحب کا رنگ سب سی زیادہ جما. اسلئی قیام رامپور تك اونکو فتحیاب میدان سخن شمار کرنا بیجا نہین ہی.

کل اوسنے از روی خطِ آمدِ رامپور حضرت جنابعالیہ کے انتقال[1] کی خبر سنائی. کیا کہون، کیا غم و اندوہ کا ہجوم ہوا. حضرت کے غمگین ہونیکا تصور کرکر اور زیادہ مغموم ہوا. بیدرد نہین ہون، کہ ایسے مقام مین بطریقِ انشا پردازی عبارت آرائی کرون. نادان نہین ہون، کہ آپ جیسے دانا دلِ دیدہ‌ور کو تلقینِ صبر و شکیبائی کرون.

از دستِ گدایِ بےنوا ناید ہیچ جز آن کہ بصدقِ دل دعائی بکند

حق تعالی ذاتِ ستودہ صفات کو دایماً اور ابداً جاہ وجلال و دولت و اقبال کیساتھ سلامت با کرامت رکھے. عریضہ نگار اسد اللّٰہ المتخلص بہ **غالب**. مرقومۂ یکشنبہ ۲۱ شعبان و ۲۸ مارچ سالِ حال.

(۱۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

ایک خط مشتمل اپنے حال پر اور ایک خط جناب بیگم صاحبہ و قبلہ مغفورہ کی تعزیت مین روانا کر چکا ہون. اب ایک قطعۂ تاریخ بھیجتا ہون. اگرچہ ایک کا تعمیہ ہے. لیکن تعمیہ کتنا خوب اور بےتکلف ہے. عرضداشتِ **اسد اللّٰہ**. معروضۂ ۱۳ رمضان و ۱۷ اپریل سالِ حال.

قطعہ

جنابعالیہ از بخششِ حق بفردوسِ برین چون کرد آرام

سخن پرداز **غالب** سالِ رحلت «خلود خلد» گفت از رویِ الہام

(سنہ ۱۲۷۵ ہجری)

(۱۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد تسلیم کے عرض کرتا ہون. آج دوشنبہ کا دن ۱٤ رمضان

---

(۱) جناب عالیہ نواب فردوس‌مکان کی والدۂ محترمہ کا لقب تھا. انکا نام فتح النسا بیگم ھی. یہ محمد نور خان ولد محمد شاہ خان بڑیچ کی صاحبزادی، اور محمد نور خان نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی ہمشیرزادہ تھی (گلشن فتوت قلمی، ذکر نواب فردوس مکان، و اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۱).

المبارك كی اور ۱۸ ماہِ اپریل كی صبح كے وقت ڈاك كا ہركارہ آیا ، اور منشورِ عطوفت لایا . مین نے سر پر ركھا ، آنكھون سے لگایا . تعجب ہے كہ میرے دو خطون كی رسید اس عنایت نامہ مین مرقوم نہین . آیا نہ پہنچے ، یا پہنچے اور نہ پڑھے گئے ، كچھ معلوم نہین[1] .

پہلے خط مین یہ عرض كیا ہے ، كہ مجموع پنسندارون كی مثل مرتب ہے ، اور ہنوز صدر كو روانا نہین ہوئی . نواب گورنر جنرل لارڈ كیننگ بہادر[2] نے كلكتہ سے میری پنسن كے كواغذ طلب كئے ، اور وہ كاغذ فہرست مین سے الگ ہو كر لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب كی خدمت مین ارسال ہوئے . وہان سے كلكتہ كو بھیجے جائین گے . پھر وہان سے حكمِ منظوری پنجاب ہوتا ہوا یہان آئیگا ، اور یہان مجكو روپیہ ملجائیگا . آج روپیہ ملا . كل مین نے آپ سے سواری اور بار برداری مانگی . آج سواری اور بار برداری پہنچی ، اور كل مین نے رامپور كی راہ لی . بلكہ اسی نیاز نامہ مین كچھ حسنِ طلب بھی تھا . افسوس كہ ایسا خطِ ضروری نہ پہنچے .

دوسرا خط جنابِ عالیۂ مغفورہ كی تعزیت مین تھا . اوسكا بھی ذكر اس عنایت نامہ مین نتھا . ناچار پہلے خط كا مضمون اس ورق مین مكرر لكھدیا ، اور دوسرے خط كے صرف ذكر پر اكتفا كیا . حق تعالی آپكو

---

(۱) نواب فردوس مكان كا محولۂ بالا خط حسب ذیل ہی : « . . . . حال تشریف آوری آپكا اسطرف كو ابھی تك سامعہ نواز نہین ہوا . اور دل صفا منزل مشتاق اور منتظر دریافت سرور ملاقات كا ہی . اسواسطی حوالہ خامۂ اتحاد نگار كی ہوتا ہی ، كہ آپ براہ عنایت كی نوید تشریف فرمائی اس سمت سی ، كہ كبتك ممكن الوقوع ہی ، مطلع اور مطمئن فرمائیی . ۹ رمضان سنہ ۱۲۷۵ھ ۱۳ اپریل سنہ ۵۹ ع » .

(۲) لارڈ كیننگ بہادر سنہ ۱۸۱۲ ع مین پیدا ہوئی . سنہ ۱۸۵۲ ع مین ہندوستان كی گورنر جنرل اور سنہ ۱۸۵۸ ع مین پہلی وائسرائی بنائی گئی . غدر انہی كی عہد حكومت مین رونما ہوا . اودہ حكومت كی مكمل ضبطی بھی اسی عہد كا واقعہ ہی . مارچ ۱۷۶۲ ع مین انگلستان واپس گئی ، اور ۱۷ جون سنہ ۱۸۶۲ ع كو وہین فوت ہوئی . اپنی عزم واستقلال ، تدبر ، اور خوبی انتظام كی بدولت انھون نی بڑی شہرت حاصل كی ہی .

سلامت رکھے، اور صبر و ثبات و دولت و اقبال و عمر و جاہ و جلال بطریقِ دوام عنایت کرے۔

دو غزلین منجمله باره غزلون کے بعدِ اصلاح ارسال کرچکا هون۔ خدا کرے پهنچ گئی هون۔ پرسون ایك قطعه جناب بیگم صاحب و قبله کی تاریخِ وفات کا بهیجا هے۔ یقین هے که پهنچے گا۔ از راهِ احتیاط وه قطعه اس ورق مین پهر لکهتا هون۔ اور نیز از راهِ احتیاط یه خط بیرنگ روانا کرتا هون۔ زیاده حدِ ادب۔ عریضهٔ **اسد الله خان**۔ معروضهٔ دوشنبه چهاردهم رمضان سنه ۱۲۷۵، مطابق هژدهم اپریل سنه ۱۸۵۹[۱]۔

قطعه

جنابِ عالیه از بخششِ حق بفردوسِ برین چون کرد آرام
سخن پرداز غالب سالِ رحلت «خلودِ خلد» گفت از روی الهام
(۱۲۷۵)

(۱٤)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت۔

نوازشنامه کے ورودِ مسعود کی اطلاع دیتا هون، اور هنڈوی کے پهنچنے کا شکر بجا لاتا هون۔ ستمبر سنه ۱۸۵۹ کے مهینے کے سو روپیه پهنچے۔ خاطرِ اقدس جمع رهے۔

عزمِ ولایت کا حال معلوم هوا۔ حق تعالی آپ کو هر جگه مظفر و منصور و کامیاب رکھے[۲]۔ خدمت گزار هون، اور دعا و ثنا میرا کام هے۔

---

(۱) اس عریضه کی جواب مین نواب فردوس مکان نی تحریر فرمایا: «سابق اس سی دو قطعی تلطف صحیفهٔ طمانینت افزا آپکی، اول مشعر مراتب تعزیت رحلت جناب والده صاحبه معظمه کی اس جهان فانی سی، اور دوسرا بانتظار جواب اور قطعهٔ تاریخ رحلت جناب موصوفه کی متواتر وصول هوئی ... سبحان الله کیا تاریخ آپنی تصنیف فرمائی هی، که الفاظ جامع مختصر هین، اور تعمیه بطرز نادر اور بی تکلف هی»۔

(۲) نوابصاحب کی ۷ ستمبر سنه ۱۸۵۹ع مطابق ۲۹ صفر سنه ۱۲۷۶ھ کی فرمان سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب نی سفر انگلستان کی باری مین استفسار کیا تها۔ جس کی جواب مین نوابصاحب نی مذکورهٔ بالا (باقی)

بڑھاپے نے کھو دیا. جز نفسے چند مجھ مین کچھ باقی نہین. زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ **غالب**. معروضۂ یکم اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ عیسوی.

(۱۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تقدیمِ تسلیم گزارش کرتا ہون. پرسون ایك نیازنامـــہ بھیجا ہے. یقین ہے کہ پہنچے گا، اور اوسکا جواب جـــلد عنایت ہوگا. کل نوازشـنامہ، جس مین سو روپیہ[1] کی ھنڈوی بابت ماہِ اکتوبر سنہ ۱۸۵۹ تھی، شرفِ ورود لایا. زرِ مندرجۂ ھنڈوی معرضِ وصول مین آیا. خاطرِ اقدس جمع رہے..... (شنبـہ ۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹)[2].

(۱٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون. یہ میرا دردِ دل ہے. نامـــۂ تہنیت مین اسکا اندراج مناسب نہین جانا. مین انگریزی سرکار مین علاقہ ریاستِ دودمانی کا رکھتا ہون. معاش اگرچـہ قلیل ہے، مگر عزت زیادہ پاتا ھـون. گورمنٹ کے دربار مین داھنی صف مین دسوان نمبر

(بقیہ) تاریخ کو لکھا: «مشفقا! جو آپ نے نسبت عزیمت مخلص کی بسمت انگلستان استفسار فرمایا ھی. حال یہ ھی کہ فی الحقیقت ارادہ مخلص کا جانی انگلستان کو مصمم ھی. لیکن ابھی تك کوئی زمانہ جانی کا مقرر نہین ھوا ھی. اسواسطی حوالہ خامۂ اتحاد نگار کی ھوتا ھی کہ جس وقت زمانہ جانی ولایت کا قرار پاویگا، آپکو پیشتر سی اس خصوص مین اطلاع دھی عمل مین آویگی». میرزا صاحب کا عریضہ (نمبر ۱٤) اس فرمان کا جواب ھی. یہان یہ واضح کردینا مناسب ھی کہ نواب صاحب کا یہ سفر ملکہ معظمہ وکٹوریہ کی دست مبارك سی صلۂ خدمات غدر پانی کی سلسہ مین ھونیوالا تھا. لیکن بعد ازان کسی وجہ سی سفر ملتوی ھو گیا. اور گورنر جنرل کی دربار فتح گڑھ مین خلعت وغیرہ عطا ھوا. دربار کی تفصیل عریضہ نمبر ۱۷ کی حاشیہ مین ملاحظہ ھو.

(۱) میرزا صاحب نی الفاظ کی اوپر حسابی رقم بھی لکھی ھی.

(۲) میرزا صاحب کی اس عریضہ کا آخری حصہ پھٹگیا ھی. اسلئی نام اور تاریخ متن مین موجود نہین. قوسین مین جو تاریخ درج ھی وہ لفافہ سی نقل کردیگئی ھی.

اور سات پارچے اور جیغه ، سرپیچ ، مالائے مروارید ، خلعت مقرر ہے . لاڑد[1] هاردنگ صاحب[2] کے عهد تك پایا. لاڑد دلهوسی[3] یہان آئے نہین . اب یه نوابِ معلی القاب آتے هین[4] . زمانے کا رنگ اور . کوئی حاکم کوئی سکرتر میرا آشنا نہین . بڑے میرے مربی قدردان جناب اڈمنسٹن صاحب[5] . وه بهی چیف سکرتر نرهے . لفٹنٹ گورنر هوگئے . وه سکرتر رهتے تو مجھے کچھ غم نتها . ابتك مین اپنے کو یه بهی نہین سمجھا که بیگناه هون یا گنـاهگار . مقبول هون یا مردود . مانا که کوئی خیر خواهی نہین کی ، جو نئے انعـام کا مستحق هون . لیکن کوئی بیوفائی بهی سرزد نہین هوئی ،

---

(۱) یه میرزا صاحب کا املا هی . صحیح لفظ لارڈ هی .

(۲) لارڈ هارڈنگ صاحب هندوستان کی گورنر جنرل تهی . سنه ۱۷۸۵ع مین پیدا هوئی . جولائی سنه ۱۸٤٤ع سی جنوری سنه ۱۸٤۸ع تك گورنر جنرل هند رهی . سکهہ وار مین بهت نمایان خدمات انجام دین . انتظام مملکت مین بهی مفید اصلاحات نافذ کین . جگه جگه اسکول قائم کئی . ریلوی اور آبپاشی کی محکمون مین اضافه کیا . اور اتوار کی عام تعطیل مقرر کی . آخر مین سنه ۱۸۵۲ع سی سنه ۱۸۵٦ع تك کمانڈر انچیف رهی ، اور اسی سال ماه ستمبر مین انتقال کیا .

(۳) لارڈ ڈلهوسی سنه ۱۸۱۲ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸٤۷ع مین هندوستان کی گورنر جنرل مقرر کئی گئی . اور ۱۲ جنوری سنه ۱۸٤۸ع کو آفس کا چارج لیا . انهون نی سکهون کو زیر کرکی سنه ۱۸٤۹ع مین پنجاب کا الحاق کیا . انکا اندرونی انتظام مملکت بهت عمده اور مضبوط مانا جاتا هی . محکمۂ ریلوی مین نئی ضابطی نافذ کئی . اور صوبون کی درمیان ٹیلیگراف سسٹم قائم کیا . شاهی ڈاکخانه کا نظم بهی انهی کا رهین منت هی . پبلك ورکس ڈپارٹمنٹ ، جیل ، جنگلات ، سروی اور محکمۂ تعلیمات قائم کیا . لیجسلیٹیو کونسل کا از سر نو انتظام کرکی اوسی وسعت دی . برما پر حمله کیا ، اور خان قلات اور امیر افغانستان سی معاهدی مرتب کئی . صوبه برار فوجی مصارف کی لئی حاصل کیا . ان کی هاتهون بهت سی دیسی ریاستون کا خاتمه هوا . حادثۂ غدر کی تمام تر ذمه داری بهی انهی کی کاندهون پر رکهی جاتی هی . یه بڑی جفاکش کارکن تهی . چنانچه انکی سوانح کا خلاصه فتح ، استحکام ، اور ترقی هی . انهون نی لندن واپس جاکر سنه ۱۸٦۰ع مین انتقال کیا .

(٤) لارڈ کیننگ بهادر وائسرائی مراد هین .

(۵) ایڈمنسٹن صاحب سنه ۱۸۱۳ع مین پیدا هوئی . سنه ۱۸۳۱ع مین اضلاع شمال و غرب مین تقرر هوا . ستلج کی فتح کی بعد وهان کی ریاستون کی کمشنر بنائی گئی . سنه ۱۸۵۳ع مین پنجاب کی کمشنر مالیات هوئی . سنه ۱۸۵۵ع سی سنه ۱۸۵۷ع تك گورنمنٹ آف انڈیا کی فارن سیکریٹری رهی . بعد ازان جنوری سنه ۱۸۵۹ع مین پنجاب کی گورنر هوگئی . اور فروری سنه ۱۸٦۳ع تك اس عهده پر فائز رهی . انهون نی ۲٤ ستمبر سنه ۱۸٦٤ع کو انتقال کیا .

جو دستورِ قدیم کو برہم مارے[۱]. بہر حال اس تشویش مین ہون. راہِ چارہ مسدود، اور دکھ موجود. عرفی خوب کہتا ہے:

مرا زمانۂ طناز دست بستۂ و تیغ   زند بفرقم وگوید کہ ہان سرے میخار

مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۷ نومبر سنہ ۱۸۵۹[۲].

(۱۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد بجا لانے آدابِ نیاز کے عرض کرتا ہون. منشورِ عطوفت پہنچا. نوابِ عالی جناب کی ملازمت کا حال بسبیلِ اجمال مندرج تھا. مین از روی اخبار بہ تفصیل دریافت کر چکا ہون. ہندستان مین کسی رئیس کیواسطے یہ بات کاہے کو ہوئی ہے. مسند تکیہ کسی کو کب ملا ہے. یہ کمالِ عز و شان اور استحکامِ بنایِ ریاست کا نشان ہے. لطف یہ ہے کہ اب صاحبانِ کورٹ آف ڈرکٹر حائل نہین رہے. نواب گورنر جنرل بہادر نائبِ سلطنت ہین. اس صورت مین جو کچھ انہون نے دیا ہے، وہ عطیہ حضرتِ فلك رفعت ملکۂ معظمہ کا ہے. ایسے شاہنشاہ کی سرکار سے وسادۂ سروری کا عطا ہونا بہت بڑی نوازش اور سزاوارِ صد گونہ نازش ہے. یہ چار بالشِ امارت اور «کاشی پور» کا ضمیمۂ ملكِ موروثی ہونا پہلے آپ کو اور پھر ولیعہد بہادر کو اور پھر آپ کی اولاد و اخوان و انصار کو اور سب کے بعد **غالب** دعا گویِ گوشہ نشین کو مبارك ہو. زیادہ حدِ ادب. مرقومۂ صبحِ یکشنبہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۹ ع[۳].

---

(۱) یہ فارسی کی محاورہ «برہم زدن» کا ترجمہ ہی.

(۲) نواب فردوس مکان نی جواباً تحریر فرمایا: «مشفقا! ہنگام ملاقات کی اکثر صاحبان ذیشان سی تذکار محامد اوصاف ذاتی اور صفاتی آپ کا عمل مین آیا ہی. اللہ تعالی کی فضل اور قدردانی سرکار دولتمدار سی یقین واثق ہی کہ جو مدارج شریف آپکی قدیم سی ہین، پیشگاہ گورنمنٹ سی بھی اوسی مطابق ظہور مین آویگا. کسواسطی کہ اہالی سرکار ابدقرار قدردان و قدرشناس ہین».

(۳) میرزا صاحب نی اس عریضہ مین جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہی، وہ اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۹۷-۱۱۰) کی بیان کی مطابق حسب ذیل ہی: (لارڈ کیننگ صاحب بہادر گورنر جنرل نی ۱۵ نومبر سنہ (باقی)

(۱۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

آدابِ نیاز بجا لا کر عرض کرتا ہون ، کہ سو روپیہ کی ہنڈوی بابت

(بقیہ) ۱۸۵۹ ع مطابق ۲۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۷۶ھ کو مقام فتحگڑھ مین ایک عالیشان دربار منعقد فرمایا . . . اس دربار مین بہت سی دیسی روسا اور بہت سی یوروپین معزز حکام خصوصاً کانڈر انچیف صاحب شریک تھی . . . . اس دربار عام مین گورنر جنرل نے نواب سید یوسف علیخان بہادر سی مخاطب ہو کر کہا : «مجکو بڑی خوشی اس بات کی ہے ، کہ ان خدمات کی عوض جو آپ نے ملکۂ معظمہ کی کین ، آج آپ کا شکریہ ادا کرنیکا موقع ملا . آپ اپنی ذات خاص سی زمانۂ غدر مین نہایت مستعد اور صادق رہی . اور آپ نے ، باوجود خوف جان و ریاست کی ، گرد و نواح مین نہایت مشقت اور مستعدی سی حکومت برقرار رکھی . اور ملکۂ معظمہ کی افسرون کی مدد بقدر امکان بخوبی کی . سب سی بڑھ کر یہ ہی ، کہ آپ نے ایک مجمع کثیر ہمقوم ملکۂ معظمہ کی جانین بچائین . ان کو سب آفتون سی محفوظ رکھا . اور انکو ہر طرح کی آسایش دی . حالانکہ وہ زمانہ چارون طرف خوف سی گھرا ہوا تھا . مین بڑی خوشی سی روبرو سپہ سالار افواج ہند ملکۂ معظمہ اور بہت سی معزز افسر اور حاکمان ملکی کی ، جو گرد و نواح اور دیگر مقامات ہندوستان مین عہدہ‌ہای جلیلہ پر منصوب ہین ، آپ کی حسن خدمات کا اقرار کرتا ہون . مجکو یقین ہی کہ آپ کی کارگزاریون کو یہ لوگ ہرگز نہ بھولینگی» . اس دربار مین گورنر جنرل نے نواب سید یوسف علیخان بہادر کو خلعت قیمتی بیس ہزار روپیہ کا عطا کیا . اور سلامی کی فیر گیارہ کی بجای تیرہ مقرر ہوی : علاوہ اسکی «فرزند دلپذیر» کا خطاب عنایت ہوا . القاب وآداب ان الفاظ کی ساتھ قرار پایا : «نوابصاحب مشفق بسیار مہربان کرمفرمای مخلصان سلامت») .

بعد ازان ۲۵ نومبر سنہ ۱۸۵۹ ع کو گورنر جنرل بہادر کی سکریٹری نے گورنمنٹ ممالک مغربی وشمالی کی سکریٹری کی نام حسب ارشاد گورنر جنرل بہادر ایک خط لکھا . اس خط کی دفعہ ۵ مین تحریر تھا : (گورنر جنرل نے . . . . نواب صاحب کو مطلع کیا کہ انکی مستحکم وفاداری اور اعلی درجہ کی امداد کی سبب سی ، جو انہون نے گورنمنٹ کو دی ہی ، انکو پرگنۂ کاشی پور ضلع مرادآباد جسکی جمع ایک لاکھ چار ہزار چار سو روپیہ سالانہ ہی ، معافی مین بخشا ہی ، جسکو وہ اور انکی وارث اپنی جاگیر کی ایک ٹکڑی کی طور پر اپنی قبضہ مین رکھین .)

اس عطیۂ شاہی کی تہنیت مین میرزا صاحب نے یہ قطعہ فارسی نظم کیا :

ای آنکہ خود بمہر ہمی پروری مرا	از غیب مزد کار تو اجر عظیم باد
رای تو در زمانہ بامضای کارہا	با اہتمام سہم سعادت سہیم باد
در صبح دولت تو ز گلہای رنگرنگ	دائم مشام دہر رہین شمیم باد
آن دم ، کہ مردہ را باثر زندہ ساختی ،	در باغ طالع تو بجای شمیم باد
پاشند آب گر برہت بہر دفع گرد	ہر قطرہ زان نمونۂ در یتیم باد
ہر صیغۂ، کہ وضع وی از بہر امر تست،	فارغ ز ننگ زحمت تقدیم میم باد
گر بہر خویش نیز دعای کنم چہ باک	این نغمہ ہم گزیدۂ طبع سلیم باد
آزادہ ام خلوص وفا شیوۂ من ست	راہم ورای مسلک امید و بیم باد (باقی)

مصارفِ ماہِ نومبر ۱۸۵۹ پہنچی۔ اور روپیہ وصول مین آیا۔ اور صرف ہو گیا۔ اور مین بدستور بھوکا اور ننگا رہا۔ تم سے نکہون تو کس سے کہون۔ اس مشاہرۂ مقرری سے علاوہ دو سو روپیہ اگر مجکو اور بھیج دیجیگا تو جلا لیجیگا۔ لیکن اس شرط سے کہ اس عطیۂ مقرری مین محسوب نہو اور بہت جلد مرحمت ہو۔ زیادہ حدِ ادب۔ عرضداشتِ غالب۔ معروضۂ صبحِ پنجشنبہ ہشتم دسمبر سنہ ۱۸۵۹ بمجردِ ورودِ عنایت نامۂ مرقومۂ ماہِ حال[1]۔

(بقیہ) چون رهروی که بر نمط جاده ره رود — پیوسته سیر من بخط مستقیم باد
مانند فکر من رخ بخت تو دلفروز — مانند کلك من دل دشمن دونیم باد
پابستۂ زمان و مکان نیست دردمند — گر خود رود بکعبه برین در مقیم باد
شادم بگنج امن و نگویم که بنده را — خشتی ز زر خالص و خشتی ز سیم باد
مقصود از لباس همان پوشش تنست — پوشش گر از حریر نباشد گلیم باد
بالجمله این سه بیت که سرجوش فکرتست — در خورد لطف خاص و عطای عمیم باد
«نواب مهر مهر منوچهر چهر را — حاصل جمال یوسف و قرب کلیم باد
چون غنچۂ که پهلوی گل بشگفد بباغ — ملك جدید شامل ملك قدیم باد
هر دم ترا بخلوت راز و ببزم انس — روح الامین مصاحب و غالب ندیم باد»
(کلیات غالب فارسی، ص ۲۶)

اس قطعہ کے متعلق یہ بتانا، کہ کس تاریخ لکھا گیا، اور کب رامپور پہنچا، سخت دشوار ہے۔ اسلئے کہ مثل مین ایسا کوئی خط شامل نہین، جس مین اسکا ذکر ہو۔ لیکن ۲۷ نومبر کے مکتوب مین اسکا مذکور نہونے کے باعث، قیاس یہ ہے، کہ اس تاریخ کے بعد لکھا گیا ہوگا۔ اور اسی مہینے کے کسی آخری تاریخ مین یا ماہ دسمبر کے شروع مین نواب فردوس مکان کی خدمت مین ارسال ہوا ہوگا۔ نوابصاحب کی تاریخ روانگی وآمد صاحب اخبارالصنادید نے ذکر نہین کی: لیکن خود نوابصاحب نے میرزا غالب کو ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۷۶ ھ مطابق ۸ نومبر سنہ ۵۹ ع کو لکھا ہے: «مخلص بتاریخ ۱۲ اس مہینے کے طرف فرخ آباد کے روانہ ہوگا اور بتاریخ ۱۸ اس مہینے کے معاودت کرکے رامپور پہونچے گا....»۔

(۱) میرزا صاحب کے اس عریضہ کے جواب مین نواب فردوس مکان نے القاب وتسلیمات کے بعد تحریر فرمایا: «مشفقا! بپاس ارقام سامی کے، کہ مخلص کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے محبت اور موانست قلبی ہے، ہنڈوی مبلغ دو سو روپیہ کی سوائے مشاہرۂ معینہ معطوف رقیمۃ الوداد ہذا کے مرسل ہے۔ اور چشمداشت آپ کی لطف فرمائی سے یہ ہے، کہ رسید ہنڈوی مذکور سے مطلع اور مطمئن فرمائین۔ اور سابق مین چند مرتبہ در باب تشریف فرمائی یہان کے متکلف ہوا ہون۔ لیکن ابتک آپ نے مسرور ملاقات بہجت آیات سے مسرور نہین فرمایا۔ اب لازم اشفاق کا یہ ہے کہ آپ تشریف شریف باسرع ازمنہ ارزانی فرماوین اور مخلص کو مشکور الطاف کا کرین۔

اس ارشاد کی تعمیل مین میرزا صاحب صبح پنجشنبہ ۱۹ جنوری سنہ ۶۰ ع کو دلی سے روانا ہوکر شام کو مرادنگر، اور جمعہ ۲۰ جنوری کو میرٹھ پہنچے۔ وہان ۲۱ کو قیام کرکے دوسرے دن شاہجہانپور، گڑھ مکتیسر، اور مرادآباد ہوتے ہوے، جمعہ کے دن ۲۷ جنوری کو وارد رامپور (باقی)

(۱۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

آدابِ نیاز بجا لاتا ہون ۔ اور مزاجِ اقدس کی خبر پوچھتا ہون ۔ اور بکمالِ ناچاری بصد گونه شرمساری عرض کرتا ہون که آج سه شنبه ۷ فروری کی ہے ۔ جو لوگ که میرے ساتھ ہین گوش بر آواز ہین ۔ اور جو وظیفه خوار دلی مین ہـین وہ چشم براہ ہونگے ۔ زیادہ حدِ ادب ۔ خوشنودی کا طالب **غالب** ۔ صبحِ سه شنبه ۷ فروری سنه ۱۸٦۰[1] ۔

(۲۰)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

تقدیمِ مراسمِ تسلیم مقدمه اس گزارش کا ہے، کہ عالم دو ہین ۔ ایك عالم شہـادت ، ایك عالمِ غیب ۔ جسطرح عالمِ شہادت مین آپ میری دستگیری کررہے ہین ، عالمِ غیب مین آپ کا اقبال مجکو مدد پہنچا رہا ہے ۔ تفصیل اس اجمال کی یه که وہ نقشا پنسن دارون کا جو یہان سے صدر کو گیا تھا ، وہ اب صدر سے بعدِ صدورِ حکم آگیا ۔ حکم به نسبت ہر واحد کے مختلف ہے ۔

(بقیه) ہوی ۔ یہان منجانب ریاست مہمانداری کا انتظام کیا گیا ۔ اور محلۂ راجدواره مین ایك مکان قیام کیلئی عطا ہوا ۔ نواب فردوس مکان نی تعظیم وتوقیر مین کوئی دقیقه فروگزاشت نہین کیا ۔ اور چند دن کی بعد زر دعوت کی نام سی سو روپیه ماہوار مقرر فرما دیا ۔ رامپور کی آب وہوا میرزا صاحب کی مزاج کی موافق تھی ۔ اسلئی وہ چاہتی تھی که یہان زیادہ عرصه رہین ۔ لیکن باقر علیخان اور حسین علیخان ساتھ آئی تھی ۔ اوانھون نی دلی واپس چلنی کیلئی ضد کی ۔ چونکه یه دونون کم عمر تھی اسلئی انکا تنہا دلی بھیجنا مناسب نه تھا ۔ مجبوراً میرزا صاحب نی رخصت مراجعت کی درخواست کی ۔ نواب فردوس مکان نی قیام پر اصرار کیا ۔ لیکن آخرکار اجازت عطا فرما دی اور میرزا صاحب رامپور سی ۱۷ مارچ سنه ٦۰ع کو روانا ہوکر ۲٤ ماہ مذکور کو دلی جاجا پہنچی ۔ سفر کی تفصیلات کیلئی دیباچه ملاحظه ہو ۔

(۱) اس عریضه کی لفافه سی معلوم ہوتا ہی که یه میرزا صاحب کی قیام رامپور کی زمانه مین نواب فردوس مکان کو لکھا گیا ، اور فتح محمد خانصاحب کی توسط سی کیمپ مین پیش ہوا ۔ مقام کا نام لفافه پر درج نہین ۔ لیکن جوابی فرمان کی مسوده مین «از مقام کمھریا» تحریر ہی ۔ جس سی یه نتیجه نکلتا ہی که اوسوقت سرکار بسلسلۂ دورۂ ریاست موضع کمھریا تحصیل سوار مین فروکش تھی ۔

تقلیل بہت ہے ۔ سو روپیہ مہینے والے کو پچھتر[۱] بھی ہین ، اور پچیس[۱] بھی هین ، اور دس[۱] بھی هین ۔ اب فرمائیے میرے واسطے کیا احتمال گزرتا ہے ۔ یاس کلی ہے ۔ لیکن واقعه یه هوا ہے ، که سب سے پہلے میرا نام اور پوری پنسن کی واگزاشت کا حکم ۔ طرفه یه که میرے نام کے ساتھ ایك انگریزی تحریر ہے ، که جسکے دیکھنے سے یه معلوم هوتا ہے ، که گورمنٹ کا حکم منظوری اس تحریر پر متفرع ہے ۔ حکام کے عمله مین اور وکلا اور اهل شہر مین یه مشہور ہے ، که وه تحریر ولایت سے آئی ہے ۔ بہر حال دو امر هنوز مبہم هین ۔ ایك اس انگریزی تحریر کا حال ، اور دوسرے میرے بھائی کی پنسن کی حقیقت ۔ سو یه دونون امر چند روز مین معلوم هو جائینگے ۔ اور جو معلوم هوگا ، وه عرض کیا جایگا ۔ غالب ۔ ۲۲ اپریل سنه ۱۸۶۰[۲] ۔

(۲۱)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت ۔

شکر بنده پروری بجا لاکر عرض کرتا هون ، که کل ۱۲ جولائی کو نوازشنامه مع سو روپیه کی هنڈوی کے پہنچا ، اور روپیه معرض وصول مین آیا ۔ متوقع هون ، که یه عطیه چوتھی پانچوین انگریزی کو ، جیسا که همیشه

---

(۱) ان مقامات پر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بھی لکھی هین ۔

(۲) اس عریضه کے جواب مین ۲۸ رمضان سنه ۱۲۷۶ ه مطابق ۲۰ اپریل سنه ۱۸۶۰ع کو نواب صاحب نے تحریر فرمایا : «مشفقا ! جب کوئی مسرت پیش آنیوالی هوتی هے ، تو آغاز هی سے مقدمات سرور پیدا هوتے هین ۔ ایسی سامان نظر آتے هین که بے اختیار دلکو انبساط ، طبیعت کو نشاط هو ۔ حسن اتفاق دیکھیئے ، که ۱۹ تاریخ اپریل سال حال پہلے تو ایك لاکھ بیس هزار کی جاگیر پر دخلدهانی کا خریطه آیا ۔ مین اوسی پڑھرها تھا ، که آپکا نامهٔ سرور افزا پونچا ۔ اوس سے آپکی پنشن کی بحالی کا مژده پایا ۔ نشهٔ سرور دوبالا هوگیا ۔ اور اسقدر بالیدگی اور خوشی حاصل هوئی که زینہار بیان اوسکا مجال زبان وقلم نہین ۔ بار خدایا مبارك هو ۔ سپاس منعم حقیقی ادا نہین هوسکتا ۔ اسوقت مین بلا نقصان پنشن کا جاری هونا محض شان قدرت باری هے ۔ شکر اوسکے احسانات کا کہانتك ادا کیجئے ۔ عجب قدرت نمائی فرمائی هے ۔ دلکو طرفه مسرت هاتھ آئی هے» ۔ میرزا تفته کے نام کے ٦ مئی سنه ۱۸۶۰ع کے خط سے معلوم هوتا هے که ٤ مئی سنه ۱۸۶۰ع کو زر پنشن وصول کیا گیا تھا (اردوی معلی ، صفحه ۹۰) ۔ وصول شده رقم ، دوهزار دوسو پچاس روپیه کے خرچ کی پوری تفصیل کیلئے اردوی معلی ، صفحه ۱۸۲ ، خط بنام میر مہدی ملاحظه هو ۔ آخر مین یه عرض کرنا ضروری هے که میرزا صاحب کے عریضه کی تاریخ ۲۲ اپریل سہو قلم معلوم هوتا هے ۔

پہنچتا تھا، پہنچا کرے۔ دسوین بارھوین نہوا کرے۔

تم سلامت رہو قیامت تك

خوشنودی کا طالب **غالب**. صبحِ جمعہ ۲۳ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۶ مطابق ۱۳ جولائی سنہ ۱۸۶۰.

(۲۲)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت[۱].

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامہ کے ورود سے مین نے عزت پائی. سو روپیہ کی هنڈوی بابت مصارف مارچ سنہ ۱۸۶۱ کے پہنچی. زرِ مندرجہ معرضِ وصُول مین آیا. خاطرِ اقدس قرینِ جمعیت رھے. کلیاتِ فارسی کے پہنچنے سے اور اس نذر کے مقبول ہونے سے مجکو بہت خوشی حاصل ہوئی[۲].

تم سلامت رہو قیامت تك

عنایت کا طالب **غالب**. صبحِ یکشنبہ ۷ اپریل سنہ ۱۸۶۱ ع.

(۲۳)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم تورہ اور خلعت کے عطیّہ کا آداب بجا لاتا ہون. خدا آپ کو سلامت رکھے. اور اپنی اولاد کی اولاد کی شادیان کرنی اور اون

---

(۱) عریضہ نمبر ۲۲ تا ۲۵ مین خلاف معمول لفظ «حضرت» ساقط هی.

(۲) میرزا صاحب کا یہ نسخۂ کلیات فارسی حسب تصریح فرمان مورخہ ۳۰ مارچ سنہ ۶۱ ع ڈاك کی ذریعہ حضور مین پیش ھوا. نوابصاحب نی اسکو «آئینۂ جہان نما بل مخزن نکات مسرت افزا» تحریر کیا هی. یہ نسخہ کتب خانۂ سرکاری مین محفوظ هی: خط نہایت صاف، کاغذ نیلگون اور جابجا مرزا صاحب کی قلمی تحریر سی مزین هی. اسکی کاتب کی باری مین مرزا صاحب نواب ضیاءالدین خان بہادر کو لکھتی هین: «آپ کو دیوان کی دینی مین تامل کیون هی. روز آپ کی مطالعہ مین نہین رھتا. بغیر اوسکی دیکھی آپ کو کھانا نہ هضم هوتا هو، یہ بھی نہین. پھر آپ کیون نہین دیتی: رہا کتاب کی تلف هونیکا اندیشہ، یہ خفقان هی. کتاب کیون تلف هوگی. احیاناً اگر ایسا هوا، اور دلی لکھنو کی عرض راہ مین ڈاك لٹگئی، تو مین فوراً بسبیل ڈاك رامپور جاؤن گا، اور نواب فخرالدین خان مرحوم کی هاتھ کا لکھا هوا دیوان تمکو لادونگا» (اردوی معلی، صفحہ ۲۸۹).

شادیون مین تورہ وخلعت کی تقسیم نصیب ہو ۔

یہ تحریر نہین ۔ مکالمہ ہے ۔ گستاخی معاف کرواکے اور آپ سے اجازت لیکے بطریقِ انبساط عرض کرتا ہون ، کہ یہ سوا سو روپیئے ، جو تورہ و خلعت کے نام سے مرحمت ہوئے ہین ، مین کال کا مارا اگر یہ سب روپیہ کھا جاؤنگا ، اور اس مین لباس نہ بناؤنگا ، تو میرا خلعت حضور پر باقی رھیگا یا نہین ؟

تم سلامت رھو ھزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ھزار

داد کا طالب غالب ۔ دوشنبہ ۔ بحسابِ تعزیہ داران پانچوین ، اور از روی دوج ٦ محرم الحرام سنہ ۱۲۷۸[1] .

---

(۱) اس عریضہ مین نواب فردوس مکان کی منجھلی صاحبزادی سید حیدر علیخان بہادر کی شادی کا حوالہ ھی ۔ یہ شادی نواب سید احمد علی خان بہادر ابن نواب سید محمد علیخان بہادر ابن نواب سید فیض اللہ خان بہادر کی نواسی کیساتھ ۱۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷۷ ھ مطابق ۲۷ جولائی سنہ ۱۸٦۱ ع کو قرار پائی تھی ۔ مہینون قبل سی تیاریان ھوئی تھین ۔ ملازمان ریاست کو خلعت اور عام باشندگان شہر کو کھانا تقسیم ھوا تھا ۔ اور ساری شہر مین جابجا رقص و سرود کی محفلین آراستہ کی گئی تھین ۔ ریاست کی بیرونی متوسلین اور احباب کی نام دعوتامی جاری ھوئی تھی ۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب کو بھی دعوت شرکت دیگئی تھی ۔ لیکن وہ ضعف طبع کی سبب سی نآسکی تھی ۔ چنانچہ نواب علاء الدین خان علائی کو ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸٦۱ ع کو لکھا ھی : «والی رامپور نی بھی تو مرشد زادہ کی شادی مین بلایا تھا ۔ یہی لکھا گیا ، کہ مین معدوم محض ھوگیا ھون ۔ تمھارا اقبال تمھاری کلام کو اصلاح دیتا ھی ۔ اس سی بڑھکر مجھسی خدمت نہ چاھو» (اردوی معلی ، صفحہ ۳۰٤ و ۳۰۵) .

میرزا صاحب نی تورہ و خلعت کا عطیہ پاکر ایك تہنیت نامہ اور دو قطعات مبارکباد نوابصاحب کی خدمت مین روانہ کیئی تھی ۔ قطعات مثل مین شامل نہین ۔ لیکن حسن اتفاق سی کلیات فارسی (مطبوعہ لکھنو ، ص ۳۱) مین شایع ھوچکی ھین ۔ مقام کی مناسبت چاھتی ھی کہ انھین یہان نقل کیا جائی ۔ فرماتی ھین :

(۱)

دید ور یوسف علیخان کز فروغ رای او مہر تابان برد قسط فیض ومن هم یافتم
از ولیعهدش سخن رانم که چون ماه منیر طلعتش را دیده روشن ساز عالم یافتم
وان دگر فرزانه فرزند فرهمندش که هست کوکبی کش در دل افروزی مسلم یافتم
خواست تا سازد بآئین بهینش کدخدا شاد گشتم چون خبر زین جشن اعظم یافتم
بهره بردم در تصور زان همایون انجمن بسکه در خود طاقت رنج سفر کم یافتم
بزم طوی فرخ حیدر علیخان را بدهر خوشتر وخرم تر از بزم کی و جم یافتم (باقی)

(۲٤)

ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعــدِ تسلیم معروض ہے. آٹھ سات برس سے مصدرِ خدمت اور

(بقیه) سال این دولت فـزا شادی بامعان نظر «مشتری» با «زهره» در «طالع» فراهم یافتم

اس قطعه مین مصرع آخر کی الفاظ (زهره، مشتری، اور طالع) سی سال جشن ۱۲۷۷ھ نکلتی هین.

(۲)

بهار هند که نامند بر شگال آنرا پس از دو سال بر اهل جهان مبارکباد
بباغ وکشت و بیابان و کوه سر تا سر سحاب و سبزه و آب روان مبارکباد
گزشت عهد سموم و وزید باد خنك ز جان به تن، دگر از تن بجان مبارکباد
اگرچه رحمت عامست لیك بالتخصیص برامپور کران تا کران مبارکباد
زبرگ برگ نیستان که گرد آن شهر است رسد بگوش چنان کز زبان مبارکباد
ز انبساط پراست آنچنان که از رگ ابر بجای قطره تراود همان مبارکباد
سپس بداد گر آیم که اهل دانش را شود هرآئنه خاطر نشان مبارکباد
خود ابر و باد بگیتی ز دیر باز نبود عطیه ایست که بر همگنان مبارکباد
معاف باشم اگر خود ز خویشتن پرسم برامپور خصوصاً چسان مبارکباد
چو رامپور بود وجه تازه روئی دهر ز هر چه این همه گل کرد آن مبارکباد
ز فیض همت فرمانروای آن شهرست که ورد خلق بود هر زمان مبارکباد
ظهور میمنت کد خدائی فرزند بر آن رئیس سپهر آستان مبارکباد
که میهمان حق ست آن و ما طفیلی او نزول مائده بر میهمان مبارکباد
بجیب و دامن مردم ز بخشش نواب متاع خاصۂ دریا و کان مبارکباد
کشایش در گنجینه و آنگه از در گنج بدر شتافتن پاسبان مبارکباد
بطالبان زر و سیم سیم و زر فرخ بسائلان تهی کاسه نان مبارکباد
بمن که تشنه‌لب باده‌های پرزورم ازان میان دو سه رطل گران مبارکباد
مگو ز شادی اهل زمین، که می گویند فرشتگان بلند آسمان مبارکباد
بدین ترانه که هان ای امیر شاه نشان نوید فرخی جاودان مبارکباد
بشهریار و ولیعهد و شاهزادۂ عهد خوشی و خوبی و امن و امان مبارکباد
ازان جهت که ستایش نگار نوابی ترا هم ای اسد الله خان مبارکباد

نواب فردوس مکان نی ۱۱ جولائی سنه ۱۸٦۱ ع مطابق غرۂ محرم الحرام سنه ۱۲۷۸ ھ کو ان قطعات کی متعلق تحریر فرمایا: «.... قطعات مبارکباد اور تهنیت نامۂ شادی کت خدائی برخوردار کامگار محمد حیدر علی خان بهادر ایام فرحت التیام مین سرور افزای خاطر نیاز هوی. اور سرمایه هزاران مسرت اور شاد مانی کا ارزانی کیا. سبحان الله هریك شعر قطعون اور تهنیت نامه کا مضامین میمنت آگین اور معانی لطافت تضمین سی ایسا مملو تها، که وصول اسکا احاطۂ تحریر وتقریر سی متزاید هی. الله تعالی آپکو ابد الدهر سلامت با جمعیت رکهی».

(باقی)

شریكِ دولت ہون۔ لازم کرلیا ہے، کہ بیہودہ گزارش نکرون۔ اور کبھی کسی کی سپارش نکرون۔

بھائی حسن علیخان کے بیٹون کے باب مین جو علی بخش خانصاحب(۱) کو لکھا، اس کو مین سپارش نسمجھا تھا۔ مخبر بنا، اور آپ کے اہل کارون کو اوس بات کی خبر دی، کہ جس کا تدارك صاحبانِ ملك و حاکمانِ عہد پر لازم ہے۔ سو بمقتضای نصفت و عدالت وہ مقدمہ فیصل ہوگیا۔ میر سرفراز حسین اور میرنصاحب کو(۲) واللہ باللہ اگر مین نے بھیجا ہو۔ نوکری کی

(بقیہ) اب صرف تہنیت نامہ باقی رہ جاتا ھی۔ بظاھر عریضہ نمبر ۲۳ تہنیت نامہ معلوم ھوتا ھی، لیکن اس کو مذکورۂ فرمان تہنیت نامہ قرار نہین دیسکتی۔ اس لئی کہ فرمان سی مترشح ھی، کہ تہنیت نامہ بھی منظوم تھا۔ اور یہ عریضہ منثور ھی۔ علاوہ برین اس کو تہنیت نامہ قرار دینا اسلئی بھی ناممکن ھی، کہ یہ لفافہ کی انگریزی تاریخ کی مطابق ۱۵ جولائی کو لکھا گیا تھا۔ اور تہنیت نامہ کا ذکر نواب صاحب کی ۱۱ جولائی کی فرمان مین آچکا ھی۔

(۱) علی بخش خانصاحب شیخ محبوب بخش بن شیخ امان اللہ کی لڑکی تھی۔ یہ ۱٤ شوال سنہ ۱۲۲۸ھ (۱۸۱۳ع) کو نجیب‌آباد مین پیدا ھوئی۔ انکی دادا اور نانا اس ریاست کی قدیمی نوکر اور خدمت گزار تھی۔ انھون نی ایام غدر مین بڑی جانفشانی اور خیرخواھی سی کام کیا۔ اور اسکی صلہ مین گورنمنٹ سی پانچ ہزار روپیہ کا خلعت، تلوار، طلائی گھڑی اور تین ہزار چودہ روپیہ سالانہ کی جاگیر ضلع مرادآباد مین انعام پائی۔ نواب خلد آشیان نی تخت نشینی کی ایك سال بعد انھین چالیس ہزار روپی نقد یکمشت عطا کیی۔ اور جب یہ بیمار ھوئی، تو دو بار بنفس نفیس انکی عیادت کو تشریف لیگئی۔ انھون نی ۲ محرم سنہ ۱۲۸٤ھ مطابق سنہ ۱۸٦۷ع کو رامپور مین انتقال کیا اور مولانا جمال الدین رح کی مزار مین دفن ھوئی۔ انکی اولاد مین مولانا محمد علی مرحوم بین الاسلامی شہرت کی قومی رھنما ھوئی ھین (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱٤۱، وتذکرۂ کاملان رامپور، ص ٤٦٦)۔

(۲) میر سرفراز حسین میر مہدی مجروح کی بھائی اور میر افضل علی عرف میرن صاحب اونکی دوست تھی۔ میرزا صاحب سی بھی ان دونونکی خوردانہ تعلقات تھی۔ اردوی معلی اور عود ھندی مین انکی نام متعدد خطوط درج ھین۔ میرزا صاحب نی انکی ابتری معاش کا حال دیکھکر خانسامان صاحب کی نام تعارفی خط دیکر رامپور بھیجا تھا۔ لیکن شومی بخت سی اوس وقت یہان ملازمت نہ مل سکی، اور یہ دونون سو روپیہ کی زیرباری کی بعد واپس چلی گئی۔ اس سلسلہ مین میرزا صاحب نی میر مہدی کو لکھا ھی: « سید صاحب کل پہر دن رھی، تمھارا خط پہنچا۔ یقین ھی کہ اوسی وقت یا شام کو میر سرفراز حسین تمھاری پاس پہنچ گئی ھون۔ حال سفر کا، جو کچھ ھی، اونکی زبانی سناوگی۔ مین کیا لکھون۔ مین نی بھی جو کچھ سنا ھی اونھین سی سنا ھی۔ اونکا اسطرح ناکام پھرنا میری تمنا اور میری مقصود کی خلاف ھی۔ لیکن میری عقیدی (باقی)

جستجو کو نکلے تھے۔ میر سرفراز حسین نوکری پیشہ، اور میرن مرثیہ خوان اور یہان کے مرثیہ خوانون مین ممتاز۔ خانساماںصاحب کو جو مین نے یہ لکھا، کہ یہ ایسے هین اور ایسے هین۔ غرض اس سے یہ تھی، کہ محرم مین جہان دس پانچ مرثیہ خوان اور مقرر ہوتے هین، میرن بھی مقرر ہو جائین۔ آخر جا بجا تھانہ دار، کوتوال، تحصیلدار نوکر هین۔ میر سرفراز حسین هوشیار اور کارگزار آدمی هین۔ کسی علاقہ پر یہ بھی مقرر ہو جائین۔ یہ دونو امر یا ان دونون مین سے ایك هوجاتا بہتر تھا۔ نہوا بہتر۔ درحقیقت سپارش نتھی۔ صرف معرّف هونا تھا۔ سپارش کرتا تو کیا مین آپ کو نہ لکھ سکتا تھا۔ میری طرف سے خاطرِ عاطر جمع رہے۔

ز سینہ تا بلبم سالہا نیابد راہ   هرآن نفس کہ رضایِ تو اندرآن نبود

دادکا طالب غالب۔ دوشنبہ ۲۲ جولائی سنہ ۱۸۶۱۔

(۲۵)

ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعد تسلیم کے عرض کرتا هون۔ اور طلوعِ ستارۂ اقبال کی مبارکباد دیتا هون۔ یقین ہے کہ اس سفرِ فیض اثر مین «ریل گاڈی» کی سواری کی بھی سیر دیکھ لی هوگی۔ یہ اوس میمنت و شکوہ و شوکت سے علاوہ ایك تماشا

(بقیہ) اور میری تصور کی مطابق هی۔ مین جانتا هون کہ وهان کچھ نہوگا۔ سو روپیہ کی ناحق زیرباری هوئی۔ چونکہ یہ زیرباری میری بھروسی پر هوئی، تو مجھی شرمساری هوئی۔ لیکن مین نی اس چھیاسٹھ برس مین اسطرح کی شرمساریان اور روسیاهیان بہت اوٹھائی هین۔ جہان هزار داغ هین ایك هزار ایك سهی۔ میر سرفراز حسین کی زیر باری سی دل کڑھتا هی» (اردوی معلی، ص ۱۸۵)۔ بعد ازان ۱۸ اگست سنہ ۱۸۶۱ع کو پھر لکھتی هین: «بھائی تم سچ کہتی هو۔ بر سر فرزند آدم هرچہ آید بگزرد۔ لیکن مجھی افسوس اس بات کا هی کہ یہ زیرباری میری تحریر کی بھروسہ پر هوئی اور خلاف میری مرضی کی هوئی۔ جسطرح سی یہ آئی هین، اگرچہ میری طبیعت اور میری خواهش کی منافی هی لیکن واللہ میری عقیدہ اور تصور اور قیاس کی مطابق هی۔ یعنی مین یہی سمجھا تھا کہ البتہ یونہی هوگا (ایضاً، ص ۱۵٤)۔

نیا دیکھا. حق تعالی حضرت کو سلامت باکرامت رکھے[1].

دعاگو ایک مہینا بھر سے بیمار ہے. ابتدا وہی قولنج دورے. بسببِ استعمالِ ادویۂ حارّہ، کہ اس مرض مین اوس سے گزیر نہین، تپ نے آ گھیرا. کئی باریان بھگتین. اب دو باریان ٹلگئی ہین. لیکن طاقت باالکل[2] سلب ہوگئی ہے. اور ضعفِ دماغ نے قریب به هلاکت پہنچا دیا ہے. باالفعل[2] آب سیب کا استعمال ہے.

---

(۱) نواب صاحب کی مذکورہ سفر کی تفصیل یہ هی، کہ «.... جناب ملکۂ معظمہ وکٹوریہ آنجہانی کا ایک فرمان ۲۰ جولائی سنہ ۱۸۶۱ ع کو صادر هوا: جسکا خلاصہ یہ تها. کہ [مابدولت نی اپنی مرضی خاص اور علم کامل اور عزم مبارک سی ایک رتبۂ جدید بہادری جو آج سی دوام کیلئی خطاب 'موسٹ اگزالٹڈ آرڈر آف دی اسٹار آف انڈیا' سی موسوم هوکر مشہور هوگا، تجویز اور ایجاد کیا هی. اور مابدولت کا ارشاد هوتا هی، کہ رتبۂ مذکور مین ایک شخص 'ساورن' (سردار اعلی) ایک 'گرانڈ ماسٹر' (سردار) اور پچیس 'نائٹ' (بہادر) شریک رهین. اور والیان هند اور سرداران هندوستانی اور هماری رعایا مین سی وہ اشخاص جو اس قسم کی لیاقت رکھتی هون، اس رتبۂ عالی سی محروم نہ کئی جائین. مابدولت کی تجویز اقدس سی مابدولت کی عزیز مشیر اکبر چارلس جان ارل کیننگ گورنر جنرل هندوستان اس .... رتبہ کی اول سردار مقرر هوی. اور یہ مقتضای دانشمندی اور مصلحت هی، کہ رتبۂ مذکور کا سردار ایسی اشخاص کو، جو وقتاً فوقتاً مابدولت کی تجویز اقدس سی نامزد هوکر اس رتبہ کی بہادر مقرر کئی جائین، عهدۂ موسومہ 'نائٹ بیچلر' عطا کرنیکا مجاز هی ....]. اسکام کیواسطی لارڈ کیننگ صاحب نی ایک دربار الہ‌آباد مین مقرر کرنیکی تجویز کی. اور نواب سید یوسف علیخان بہادر کو بهی بلایا. نوابصاحب مع خدم وحشم الہ‌آباد گئی: یکم نومبر سنہ ۱۸۶۱ ع کو ایک شاهانہ دربار منعقد هوا .... جب تمام اهالی جلسہ اپنی اپنی کرسیون پر بیٹھ گئی، تو نوابصاحب بہادر تخت شاهی کی محاذی تشریف لیگئی. اور گورنر جنرل نی اپنی هاتھ سی اس رتبہ کی تمغی عطا فرمائی. اور کهڑی هوکر بیان کیا: '.... چونکہ یہ رتبہ سب سی پہلی آپ صاحبون کو عطا هوا هی، امید هی کہ آپ هند کی باشندون مین ایسا طریقہ اختیار کرینگی کہ آپ کا طرز عمل دیکھنی سی هند کی سردارون یا باجگزارون کو ملکۂ معظمہ کیساتھ محبت دلی اور اتحاد قلبی پیدا هو'. بعد اس تقریر کی دربار برخاست هوا. اور نوابصاحب گورنر جنرل سی رخصت هوکر اپنی دارالریاست کو واپس تشریف لائی» (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۱۱۳-۱۱۶).

نوابصاحب کی فرمان بنام غالب مورخۂ ۸ اکتوبر سنہ ۶۱ ع مطابق ۲ ربیع الثانی سنہ ۷۶ھ سی معلوم هوتا هی، کہ حضور ۱۳ اکتوبر سنہ ۶۱ ع کو الہ آباد روانہ هوی. تقریباً ایک ماہ رامپور سی باهر رهنی کا خیال تها. لیکن جیسا کہ میرزا صاحب کی خط سی معلوم هوتا هی نومبر کی پہلی هفتہ مین واپس تشریف لی آئی.

(۲) ان دونون لفظون مین میرزا صاحب نی ایک الف زائد لکهدیا هی. صحیح «بالفعل» اور «بالکل» هی.

طریقۂ دعا گوئی و ثنا خوانی کی رعایت سے نو بیت بسبیل مثنوی ، کہ جس مین حصولِ عطیۂ سلطانی کی ہجری وعیسوی تاریخ ہے ، بہر حال لکھ لی ھین . کل ورودِ عنایت نامہ سے معزز ہو کر آج وہ اشعار نذر کرتا ہون[1] .
زیادہ حدِ ادب . تم سلامت رہو قیامت تك . شفقت کا طالب **غالب** .
دو شنبہ ١١ نومبر سنہ ١٨٦١ .

(٣٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . کل ایك شعر ظہوری مغفور کا اور ایك شعر غالب مرحوم کا ایك ورق پر لکھکر صبح کو ڈاك مین بھجوا دیا . شام کو توقیعِ وقیع ہرکارۂ ڈاك نے لادیا . اگست سنہ ١٨٦٢ کی پرورش کی ہنڈوی پہنچی ، اور سو روپیہ وصول ہوگئے .

فقیر کا شیوہ صدق و سداد کا ہے . چند روز سے تفقد و التفاتِ قدیم مین ، خدا نخواستہ باشد ، کچھ کمی پاتا ہون . اگر غلط ہے میرا گمان ، تو بشرفِ اطلاع مشرف فرمائیے . اور اگر میرا دلِ دیوانہ سچ سمجھا ہے ، تو متوقع ہون کہ عتاب کے سبب سے آگہی پاؤن . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

معروضۂ صبحِ دو شنبہ ١٥ ستمبر سنہ ١٨٦٢ ع . [مہرِ **غالب** سنہ ١٢٧٨ ھ] .

یہ عرضداشت جدا ہے ، البتہ اس کے جواب کا امیدوار ہون ، اور رسیدِ معمولی جدا ہے[2] .

(٣٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے پہنچا .

---

(١) اس مثنوی کے متعلق لفافہ کی پشت پر نوٹ ہے « تاریخ نزد منشی سیلچند ماند » . سرکار نے اسکی تعریف مین ١٧ نومبر کو تحریر فرمایا « سبحان اللہ ! ہر تاریخ بے بدل اور بطور نادر اور تحفۂ بے مثل ہے » .
(٢) یہ عبارت عریضہ کے آخر مین مہر کے بعد تحریر ہے .

اگست سنہ ۱۸۶۲ کے مہینے کی پرورش کا روپیہ وصول ہوا ۔

تم سلامت رھو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

[مہرِ غالب سنہ ۱۲۷۸ ھ] ۔ دو شنبہ ۱۵ ستمبر سنہ ۱۸۶۲ ۔

(۳۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ نوازشنامہ مع ہنڈوی سو روپیہ کے شرفِ ورود لایا ۔ سو روپیہ مصارفِ ستمبر سنہ ۱۸۶۲ کا معرضِ وصول مین آیا ۔

تم سلامت رھو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

معروضۂ دھم[1] اکتوبر سنہ ۱۸۶۲ ۔ خوشنودیِ مزاج کا طالب **غالب** ۔

(۳۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ نوازشنامۂ ربوبیت طراز ، مورخۂ ۱۱ مارچ سنہ ۱۸۶۳ ، ۱٤ ماہِ مذکور کو مین نے پایا ۔ دوسو روپیہ کی ہنڈوی کا شکر بجا لایا ۔ کہانتك شکر بجا لاؤنگا ۔ کس کس عنایت کا سپاس ادا کرونگا ۔ « شکرِ نعمتہایِ تو چندانکہ نعمتہایِ تو » ۔

اب سنیئے اپنے دعا گو کی داستان ۔ منگل ۳ مارچ کو جناب لفٹنٹ گورنر بہادر نے[2] خلعت عطا کیا ۔ اور فرمایا کہ ہم تمہین مژدہ دیتے ہین ،

---

(۱) لفافہ پر یوم جمعہ ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۸۶۲ لکھا ھی ۔

(۲) سر رابرٹ منٹگمری صاحب مراد ہین ۔ یہ فروری سنہ ۱۸۵۹ ع سی جنوری سنہ ۱۸۶۵ ع تك پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رھی تھی ۔ قدر بلگرامی کی نام کی مکتوب سی معلوم ہوتا ھی ، کہ مرزا صاحب انکی دربار مین شریك نہین ہوی تھی ۔ دربار کی بعد منٹگمری صاحب نی بلاکر اپنی طرف سی خلعت عطا کیا ، اور وھین دربار انبالہ کی متعلق گفتگو ہوئی ۔ فرماتی ہین : « .... رابرٹ منٹگمری صاحب لفٹنٹ بہادر قلمرو پنجاب یہان (دلی) آئی ۔ دربار کیا ۔ مین نگیا ۔ دربار کی بعد ایك دن بارہ بجی چپراسی آکر مجکو بلا لیگیا ۔ بہت عنایت فرمائی ۔ اور اپنی طرف سی خلعت عطا کیا » (اردوی معلی ، ص ٤۰٦ ، لاہور ایڈیشن سنہ ۱۹۲٦ ع) ۔ منشی شیونراین کی نام کی خط مین واقعہ کی مزید تفصیلات تحریر کی ہین ۔ فرماتی ہین : « ... بڑی لارڈ صاحب کی ورود کی زمانی مین نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب بھی دلی مین آئی ۔ دربار کیا ۔ خیر کرو ۔ مجھ کو کیا ۔ ناگاہ دربار کی تیسری دن بارہ بجی چپراسی آیا ، اور کہا کہ (باقی)

کہ نواب گورنر جنرل بہادر نے[1] اپنے دفتر میں تمھارے دربار اور خلعت کے بدستور بحال رہنے کا حکم لکھوا دیا . مین نے عرض کیا کہ مین انبالے جاؤن ؟ فرمایا البتہ انبالے جانا ہوگا .

بعد جناب نوابصاحب کے جانے کے شہر مین شہرت ہوئی ، کہ دلی کے لوگ انبالے جانے سے ممنوع ہین . گھبرایا اور صاحب کمشنر کے پاس گیا . آپ خط اپنا دے آیا . زبانی پرسش کا جواب زبانی پایا . پھر خط کے جواب مین خط محررۂ ۷ مارچ آیا . چنانچہ لفافہ بلحاظِ گرانیِ وزن رہنے دیتا ہون ، اور خط بجنسہ حضرت کو بھیجتا ہون .

کل سے ایک اور خبر اوڑی ہے ، کہ نصیبِ اعدا لاڑد صاحب کی طبیعت ناساز ہو گئی ہے . انبالے مین دربار نکرینگے . اور شملہ کو چلے جائینگے . اب مین دو وجہ سے بین السفر و السکون متردد ہون . پہلی وجہ خاص . دوسری وجہ عام . دو سو مین سے سو لیکر ساز و سامان درست کیا ہے ، اور سو مہاجن کے ہان ڈاك اور خرچِ راہ کیواسطے رہنے دئے ہین . تار برقی مین جناب نوابصاحب سے حکم منگواؤنگا . جو حکم آئیگا آپ سے عرض کر کے اوسکی تعمیل کرونگا .

(بقیہ) نواب لفٹنٹ گورنر نے یاد کیا ہے . بھائی یہ آخر فروری ہے . اور میرا حال یہ ہے کہ علاوہ اوس دائیں ہات کے زخم کے سیدھی ران مین اور بائیں ہات مین ایک ایک پھوڑا جدا ہے . حاجتی مین پیشاب کرتا ہون . اوٹھنا دشوار ہے . بہر حال سوار ہوگیا . پہلے صاحب سکرتر بہادر سے ملا . پھر نوابصاحب کی خدمت مین حاضر ہوا . تصور مین کیا بلکہ تمنا مین بھی جو بات نہ تھی وہ حاصل ہوئی . یعنی عنایت سے عنایت ، اخلاق سے اخلاق . وقت رخصت خلعت دیا . اور فرمایا کہ یہ ہم تجھ کو اپنی طرف سے از راہ محبت دیتے ہین . اور مژدہ دیتے ہین ، کہ لارڈ صاحب کے دربار مین بھی تیرا لمبر اور خلعت کھل گیا . انبالے جا . دربار مین شریك ہو . خلعت پہن . جال عرض کیا گیا . فرمایا : ' خیر اور کبھی کے دربار مین شریك ہونا ' . اس پھوڑی کا برا ہو انبالے نجا سکا ، (اردوی معلی ، ص ٣٨٣ و ٣٨٤) .

(١) لارڈ الگن بہادر مراد ہین . یہ لارڈ کیننگ کے بعد ہندوستان کے وائسرای ہوے . جنوری سنہ ١٨٦٢ع مین چارج لیا اور ٢٠ نومبر سنہ ١٨٦٣ع کو فوت ہوگئے . میرزا صاحب ایک مکتوب کے آخر مین لکھتے ہین : « ٢١ جمادی الثانی سال ' غفر ' مطابق ٣ دسمبر سال ' کیا غضب ہے ہے ' یہ گویا تاریخ وفات جناب نواب گورنر جنرل لارڈ الگن صاحب بہادر کی ہے » (اردوی معلی، ص ٤٠٥) .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار
معروضهٔ ١٦ مارچ سنه ١٨٦٣ . (مہر غالب سنه ١٢٧٨ ھ)[1] .

(میرزا صاحب نے ایك عریضه ٢٨ جولائی سنه ١٨٦٣ ع کو لکها تها. مثل مین اوسکا لفافه موجود هے . میر منشی صاحب دارالانشا نے اوسپر تحریر کیا هے : «عرضی در حضور ماند») .

(٣٠)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . جب انبالے میرا جانا نهوا ، تو مین نے قصیدهٔ

---

(١) میرزا صاحب نی ١٣ رمضان مطابق ٤ فروری (سنه ٦٣ع) کو میرزا تفته کی نام حسب ذیل خط لکها هی : «... همیشه نواب گورنر جنرل کی سرکار سی دربار مین مجکو ٧ پارچی اور تین رقم جواهر خلعت ملتا تها . لارڈ کیننگ صاحب میرا دربار اور خلعت بند کر گئی هین . ناامید هوکر بیٹهرها . اور مدت العمر کو مایوس هو رها . اب جو یهان لفٹنٹ گورنر پنجاب آئی . مین جانتا تها ، که یه بهی مجهسی نه ملینگی . کل اونهون نی مجکو بلا بهیجا . بهت سی عنایت فرمائی . اور فرمایاکه لارڈ صاحب دلی مین دربار نکرینگی . میرٹ هوتی هوی اور میرٹ مین اون اضلاع کی علاقه دارون اور مالگزارون کا دربار کرتی هوی انبالی جائینگی . دلی کی لوگون کا دربار وهان هوگا . تم بهی انبالی جاؤ . شریك دربار هوکر خلعت معمولی لی آؤ . بهائی کیا کهون که کیا میری دل پر گزری . گویا مرده جی اٹها . مگر ساتهه اس مسرت کی یه بهی سناٹا گزرا ، که سامان سفر انباله و مصارف بی انتها کہان سی لاؤن . اور طره یه که نذر معمولی میری قصیده هی . ادهر قصیده کی فکر . اودهر روپیه کی تدبیر . حواس ٹهکانی نهین . شعر کام دل و دماغ کا هی . وه روپیه کی فکر مین پریشان . میرا خدا یه مشکل بهی آسان کریگا . لیکن اندنون مین نه دن کو چین هی . نه رات کو نیند هی . یه کئی سطرین تهین ، اور ایسی هی کئی سطرین جناب نوابصاحب کو ، لکهکر بهیجدی هین . جیتا رها تو انبالی سی آکر خط لکهونگا» (اردوی معلی ، ص ١١١) .

اس خط سی معلوم هوتا هی، که میرزا صاحب نی محولهٔ بالا «سطرین» چار فروری کو یا اس سی ایك دو دن قبل نوابصاحب کی خدمت مین ارسال کی تهین . سوء اتفاق سی ان سطور والا عریضه مثل مین موجود نهین . البته نوابصاحب کا جواب شامل هی . القاب وآداب کی بعد ارشاد فرمایا هی: «... مشفقا! هنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای مصارف تشریف فرمائی سامی برای ملازمت جناب مستطاب معظم الیهم معطوف رقیمة الوداد هذا مرسل خدمت شریف است» . یه فرمان ١١ مارچ سنه ٦٣ ع کو تحریر کیا گیا تها . میرزا صاحب کی عریضه مین اسیکا حواله هی . اصل عریضه کی جواب مین نواب فردوس مکان نی ١٩ مارچ کو تحریر فرمایا : «... چونکه خط نواب صاحب کمشنر بهادر سی عدم حصول شرف ملازمت جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بهادر دام اقبالهم کا بمقام انبالی مستنبط هی ، اسواسطی تشریف لیجانا آپ کا انبالی کو بلا استجازت ضرور نهین معلوم هوتا . آینده جو رای زرین آپکی اس خصوص مین مقتضی هو . اور خط مسطور بجنسه واپس بهیجا جاتا هی ....» .

مدح، جو دربار کی نذر کیواسطے لکھا تھا، بطریقِ ڈاک جناب چیف سکرتر بہادر کو اس مراد سے بھیجا، کہ آپ اسکو جناب نوابِ معلی القاب کی نظر سے گزرانین[۱]. اور یہ دستورِ قدیم تھا، کہ جب مین قصیدۂ مدحیہ بھیجتا، تو صاحب سکرتر بہادر کا خط بیواسطۂ حکامِ ماتحت مجکو آجاتا. اب جو مین نے موافقِ معمول قصیدہ بھیجا، یقین ھے کہ مارچ یا اپریل کے مہینے مین وہ لفافہ یہان سے لشکر کو گیا، صدائی بر نخاست. ناامید ہوکر بیٹھرھا. بلکہ یہ خیال گزرا کہ جب رسمِ تحریرِ خطوط نرھی، تو دربار اور خلعت کہان. ناگاہ کل شام کو صاحب سکرتر بہادر کا خط ڈاک مین آیا. وھی افشانی کاغذ. وھی القاب. جی چاھتا تھا کہ اصلِ خط مع سرنامہ بھیجدون، تاکہ حضور ملاحظہ فرمائین. مگر برسات کا اندیشہ مانع آیا. نقل سرنامہ اور خط کی بھیجتا ہون.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

حضور کی خوشنودی کا طالب غالب. صبحِ سہ شنبہ ٤ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۳[۲].

---

(۱) قصیدۂ مذکور کیلئے مثنوی ابر گہربار (ص ۳۵، مطبوعہ اکمل المطابع، دہلی، سنہ ۱۲۸۰ھ) ملاحظہ ہو.

(۲) صاحب سکرتر بہادر کے محولۂ بالا خط کی نقل حسب ذیل ھی:

نقل خط جناب صاحب سکرتر بہادر

سر نامہ.

در شہر دہلی.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان، مرزا اسد اللہ خان غالب سلمہ اللہ تعالی.

خط بر کاغذ افشان.

خانصاحب بسیار مہربان دوستان سلامت.

قصیدۂ با آب وتاب در مدحت نواب مستطاب معلی القاب ویسرای وگورنر جنرل بہادر دام اقبالہ وصول گردیده، بر رخ ارادت آن مہربان آب، وبر جبین عقیدت ایشان تابی افزود. وازگرانمایہ گوہرھای بحر فکر یکتا سخنور معنی پرور، کہ گنج بر گنج نہادہ بود، از نظر قبولی بندگان نوابصاحب ممدوح گزشتہ، طرب پیرای خاطر ھمایون ایشان گشت. زیادہ چہ نگاشتہ آید. (دستخط انگریزی)

مرقوم ۳۰ جولائی سنہ ۱۸۶۳ع.

یہان یہ امر قابل اظہار ھی کہ میرزا صاحب کے اس روحانی سرور کے حصول مین اونکی ایک جسمانی عارضہ نے خلل اندازی کی. چنانچہ جمعہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۸۶۳ع کو میر سرفراز حسین کو (باقی)

(۳۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعد تسلیم کے معروض هے . نوازشنامه اور اوسکے ساتھ دو بہنگیان دو سو آمون کی پہنچین . «شکرِ نعمتهایِ تو چنـــدانکه نعمتهایِ تو» . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب . سه شنبه پنجم جولائی سنه ٦٤ .

(۳۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . منشورِ عطوفت مع قطعۂ هنڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیـــه بابت تنخواهِ جولائی سنه ۱۸٦٤ کے معرضِ وصول مین آیا .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

ترحّم کا طالب غالب . ۱۱ اگست سنه ۱۸٦٤ .

(۳۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامه مع هنڈوی عزِ ورود لایا . سو روپیه بابت تنخواهِ ماهِ اگست سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده

(بقیه) لکھتے هین: «رجب کی مهینے مین سیدھی هاتھ پر ایك پھنسی هوئی، پھنسی پھوڑا هوگئی . پھوڑا پھوٹکر زخم بنا . زخم بگڑ کر غار هوگیا . اب بقدر یك کف دست وه گوشت مردار هوگیا . انبالی نجانی کی بھی یهی وجه هوئی (اردوی معلی ، صفحه ۱۵۲) . بعدازان ۳ مئی کو منشی شیونراین کو لکھا هی : «... اس پھوڑی کا برا هو انبالی نجاسکا» (ایضاً ، صفحه ۳۸٤) . میرزا تفته کو ایك غیرمورخه خط مین اطلاع دی هی : «لو صاحب ! هم نی لفٹنٹ گورنر کی ملازمت اور خلعت پر قناعت کرکی انبالی کا جانا موقوف کیا . اور بڑی گورنر کا دربار اور خلعت اور وقت پر موقوف رکھا . بیمار هون . هات پر ایك زخم ، زخم کیا ایك غار ، هوگیا هی . دیکھئی انجام کار کیا هوتا هی» (ایضاً ، صفحه ۳٦۸ ، لاهور ایڈیشن سنه ۱۹۲٦ ع) .

حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب غالب . جمعه نہم ستمبر سنه ١٨٦٤ .

(٣٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . صدورِ والا نامه سے مین نے عزت پائی بذریعهٔ ہنڈوی سو روپیه بابت تنخواہِ ستمبر سنه ١٨٦٤ وصول ہوئے . زیاد حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہز برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترحم کا مستحق اور تفقّد کا طالب غالب . دو شنبه دہم اکتوبر سنه ١٨٦٤ عیسوی .

(٣٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم و نیاز معروض ہے . جب سے حضرت کی ناسازیِ مزاج مبارك کا حال خارج سے مسموع ہوا ہے ، عالم الغیب گواه ہے که مجھپر اور میری بی‌بی پر اور میرے فرزند حسین علی خان[1] پر کیا گزر رہی ہے . ایکدن رات میرے گھر مین روٹی نہین پکی . ہم سب نے فاقه کیا . بارے وہ خبر وحشت اثر غلط نکلی . حواس ٹھکانے ہوئے . باالکل[2] اطمینان جب ہوگ که آپ کے غسلِ صحت کی نوید سنونگا ، اور قطعهٔ تاریخِ غسلِ صحت لکھکر

(١) حسین علی خان ، مرزا صاحب کے متبنی زین العابدین خان عارف کے لڑکے تھے . باپ کے انتقال کے بعد مرزا صاحب نے انھین پوتون کی طرح پالا تھا . نواب خلد آشیان کے عہد مین ریاست سے وظیفه پانے لگے تھے . یه نہایت خوشگو شاعر تھے . اردو اور فارسی دونون زبانون مین شعر کہتے تھے . فارسی مین خیالی اور اردو مین شادان تخلص تھا . اپنے والد کی طرح انھون نے بھی نوجوانی کے عالم مین سنه ١٢٩٦ھ (١٨٨٠ع) مین انتقال کیا . « شادان فرخ نهاد » مادهٔ تاریخ ہے (انتخاب یادگار ، صفحه ٢٧ و ١٧٦ ، وتاریخ لطیف قلمی ، ص ١٥٢ ، مصنفه مولوی مهدیعلیخان مرحوم سابق تحویلدار کتب خانه) .

(٢) میرزا صاحب نے اس لفظ کا املا دو الفون کے ساتھ لکھا ہے . صحیح « بالکل » بیك الف ہے .

بھیجونگا. فی‌الحال اتنا چاھتا ھون کہ اس خط کا جواب پاؤن اور حقیقتِ مرض سے آگہی حاصل ھو[۱]. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

تمھاری سلامتی کا طالب **غالب**. ۸ نومبر سنہ ۱۸٦٤.

(۳٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. ابتدای یکم نومبر سے ۱۱ تك عرض نہین کرسکتا کہ لیل و نہار مجھ پر کیسے گزرے ھین. راہ دور، مین رنجور، معہذا بیمقدور. اگر دلی سے رامپور تك شکرم کی ڈاك جاتی ھوتی، تو مین یہان ایك دم نہ ٹھہرتا اور خدمت مین حاضر ھوتا. تار برقی بھی نہین جو صحت و عافیت کی خبر جلد حاصل ھو. ناچار از راہِ اضطرار ۸ ماہِ حال یعنی نومبر کو عریضہ روانا کیا. خدا کی عنایت اور مرشدِ کامل یعنی حضرت کی ھدایت نے اوس خط کے جواب آنے کی مدت سے پہلے مجھے گردابِ اضطراب سے نکالا. کل ۱۲ نومبر کو نوازشنامہ آگیا. گویا میری جان بچ گئی. بلکہ ایك اور نئی جان میرے بدن مین آ گئی. اب استدعا یہ ھے کہ حالِ ناسازیِ مزاجِ اقدس مفصل معلوم ھو. زیادہ حدِ ادب[۲].

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس‌ھزار

عافیت کا طالب **غالب**. یکشنبہ ۱۳ نومبر سنہ ۱۸٦٤.

---

(۱) نواب فردوس مکان اس سال عارضۂ سرطان مین مبتلا ھوکر مسلسل ٦ ماہ تك علیل رھی. میرزا صاحب سی اونکی تعلقات شاگردانہ اور کریمانہ تھی. اسلئی جب علالت کی اطلاع ملی تو یہ بہت متردد ھوی. اور بذریعۂ عریضۂ ھذا حقیقت مرض سی آگاہ کرنیکی درخواست کی. لیکن مثل مین اس کا جواب موجود نہین. اس سی خیال ھوتا ھی کہ غالباً شدت مرض کی سبب جواب مین تاخیر ھوئی. اور جب اس عرصہ مین میرزا صاحب کا آیندہ خط بھی موصول ھوگیا تو دونون کی جواب مین مرض کی حقیقت سی اونھین اطلاع دیگئی.

(۲) اس عریضہ کی جواب مین ۱۹ نومبر کو نوابصاحب نی تحریر فرمایا «مشفقا! اب فضل الہی سی پھوڑۂ لاحقہ مین بہت تخفیف اور قریب الاندمال کلی ھی». عریضہ نمبر ۳۸ سی معلوم ھوتا ھی کہ یہ فرمان مرزا صاحب کو ۲٦ نومبر کو موصول ھوا.

(۳۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . عنایت نامه مع ھنـڈوی شرفِ ورود لایا . سو روپیه بابت اکتوبر سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سـلامت رھو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

عافیت کا طالب غالب . ۱۳ نومبر سنه ۱۸٦٤ .

(۳۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . کس زبان سے کہون ، اور کس قلم سے لـکھون ، که یه ھفتــه عشره کس تردد و تشویش سے بسر ھوا ھے . ھر روز شام تك جانبِ در نگران رھتا ، که ڈاك کا ھرکاره آئے ، اور حضرت کا نوازشنامه لائے . بارے خدا کی مہربانی ھوئی . از سرِ نو میری زندگانی ھوئی ، که کل چار گھڑی رات گئے ڈاك کے ھرکارے نے وه عطوفت نامـۂ عالی دیا ، جس کو پڑھکر روحِ تازه رگ و پے مین دوڑ گئی . نیـند کس کی . سونا کس کا . روشنی کے سامنے بیٹھـا اور اشعارِ تہنیت لـکھنے لگا . سات شعر مع مادۂ حصولِ صحت جب لـکھہ لئے تب سویا . اب اس وقت وه مسوده صاف کرکے ارسال کرتا ھون[1] .

---

(۱) اشعار مذکور کی متعلق عریضه کی لفافه پر نوٹ ھی : « حسب‌الحکم تاریخ نزد مولوی امیر احمد صاحب فرستاده شد . یکم دسمبر سنه ۱۸٦٤ ع » . امیر صاحب نی تذکرۂ انتخاب یادگار (ص ۲۵۰) مین ، قطعۂ تاریخ غسل صحت کی نام سی یه ٦ شعر درج کئی ھین :

دائم شنـیدۂ که در اقصـای مغربست — سر چشمۂ که خضر شد از وی بقا پزیر

جوی بریده اند و روان کرده اند آب — حمـام را بحوض ازان فرخ آب گیر

ھنگام شب که زیر زمین باشـد آفتاب — از تاب مہر گرم شد آن آب نا گزیر

حمام حوض بنگر و گل جامش آسمان — و آن را سـفید کرده فروغ مـه منیر

آمـد برای غسل بگرما به اندرون — مانند معنی که نہد روی در ضمیر

اینك (فراغ) و (اخترنیك) و (خجسته روز) — پیداست زین سه لفظ سه تاریخ دلپذیر

۱۲۸۱ھ ۱۲۸۱ھ ۱۲۸۱ھ

(باقی)

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

خیر و عافیت کا طالب **غالب**. ۲۷ نومبر سنہ ١٨٦٤ .

(۳۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامہ عزِ ورود لایا. از روی ہنڈوی سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ نومبر سنہ ١٨٦٤ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

تمہاری سلامتی کا طالب **غالب**. ۱۳ رجب و دسمبر سنہ ١٨٦٤ .

(٤٠)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے. حضرت کے قدمون کی قسم چوب چینی کے ارسال کا حکم ڈاك سے مین نے نہین پایا. ۲۲ دسمبر کو ہرکارہ آیا. نوازشنامۂ شرف افزا لایا. دلیّ اب شہر نہین، چھاؤنی ہے، کنپ ہے. نہ قلعہ، نہ شہر کے امرا، نہ اطرافِ شہر کے روسا. بہر حال تین چار دن مین ہر یك جگہ سے منگوا کر رنگین وسنگین و بے گرہ یا کم گرہ خود چنکر پانچ سیر قطعاتِ

(بقیہ) اس مین چوتھی شعر کی بعد ایك شعر ساقط معلوم ہوتا ہی . نوابصاحب نی اس قطعہ کی تعریف مین حسب ذیل گرامی نامہ ٢٤ شعبان سنہ ١٢٨١ھ مطابق ٢٥ جنوری سنہ ١٨٦٥ع کو تحریر فرمایا: «ہماری صحت کی تہنیت مین قطعہ مبارك باد کا، جو آپ نی بھیجا ہی، وہ پونہچا. اوسکی آنی سی سرور صحت دوبالا ہوگیا. ایسی نظم ایسی تاریخین دوسری‌سی کب ہوسکتی ہین. حقا کہ اللہ تعالی نی آپکو بی مثل اور عدیم النظیر پیدا کیا ہی. جس کمال کو دیکھی اوس مین آپکی ذات فرد کامل ہی. فی الحقیقت ہم نی اس مرض مین بڑی تکلیف اٹھائی. بہت ایذا پائی. اللہ نی بڑا فضل فرمایا. دوستونکی دعا کو قبول کیا. شفا حاصل ہو گئی ہی. اندك زخم اندمال ہونیکو باقی ہی. غالب ہی کہ دس بارہ دن مین مرہم لگانا موقوف ہو جائی. آپ کا ہدیۂ مرسلہ اکثر نقل محفل رہتا ہی. جو سنتا ہی جو دیکھتا ہی وارفتہ ہوجاتا ہی. سچ ہی ایسی لوگ کہان پیدا ہوتی ہین. ہزارون برس فلك چرخ لگاتا ہی تب کہین ایك شخص اس کمال کا پیدا ہوتا ہی. الہم بصحت وعافیت طول عمر عطا کری. اور تا دیرگاہ اہل جہان آپ کی ذات سی مستفید ہوا کرین. باقی خیریت».

چوب چینی ایك ٹهلیا مین رکهکر آٹے سے منهه بند کیا . پهر کپڑا لپیٹا . ڈورے سے خوب مضبوط باندهکر دو جگه اپنی مهر کی اور وه ٹهلیا کهار کو سونپی .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

روزِ دو شنبه ۲٦ دسمبر سنه ۱۸٦٤ . وقتِ صبح حوالهٔ کهارِ سرکار . (مهرِ غالب) .

(٤١)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . نوازشنامـه کے ورود سے عزت اور ادراكِ صحت و عافیتِ مزاجِ اقدس سے مسرت حاصل هوئی . پرچهٔ هنـــڈوی اوس توقیع مین ملفوف پایا . سو روپیـــه بابت تنخواهِ دسمبر سنه ۱۸٦٤ معرضِ وصول مین آیا . زیاده حدِ ادب .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

حضور کی سلامتی کا طالب غالب . ١٤ جنوری سنه ١٨٦٥ عیسوی .

(٤٢)

بحضرتِ فلك رفعت ، نوابِ معلی القاب ، انجم گروه ، آفتاب شکوه ، به بخشش و بخشایش بینوایان را تونگر کن ، و ناتوان را توانا ساز ، در عز و جاه با تاجداران همسر ، و در ملك و سپاه با شهریاران انباز ، که بفرزانگی حلقه در گوش افگنندهٔ دانش گستران ، و بمردانگی غاشیه بردوش نهندهٔ دلاوران .

هرچـه از نیایش وستایش بتقدیم همیرسد ، حرزِ بازویِ همت است ، تا بدان نیرو در سخن دلـــبری تواند کرد . همانا از رازِ سپهر و ستاره سخن همیرود . وخجستگی و فرخندگیِ چند گفته می شود .

این نافِ هفته که راستان در باســتان این را « بهرام روز » میگفتند ، و اکنون سه شنبه نام دارد ، روزیست فیروز ویژه ، درین سالِ فرخ فال ، که دو یمـین روز است از فروردین ، وروزِ بست ویکم از مارچ ، و روز بست

و دوم از شوال. بارے نخست بر آن سرورِ شاه نشان، که امروز بشستنِ اندام آبروی گرمابه افزود، مبارك. و سپس بر غالبِ سخندان، که عافیت جوی و دعا گوی این درگاه ست، همایون.

همانا درین روزگار خسروِ ستارگان، که مهرِ منیرش دانی، در برّه. و از سوی فرازِ نخستینِ سیارگان، که زحاش خوانی، در ترازو. سعدِ اکبر به قوس. و سعدِ اصغر به ثور. آن دو نیر به بیت الشرف خوشنود و شاد. و این دو اختر بکاشانه‌هایِ خویشتن آباد. گمان ندارم که از خسروانِ پارس و سلاطینِ عرب هیچکس را چنین طالعے بهرِ جلوس اتفاق افتاده باشد، که حضرت ولیِّ نعمت را برای غسلِ صحت دست بهم داده است. خرد تا گفتارِ مرا شنوذ، چشمك زد، و به پیغاره سرود که: «ای در درخشانیِ انجم وآفتاب چون کودکان در بال افشانیِ کرمکهایِ شب تاب نگران، از حلقهٔ اختر شماران بدر آی. و بدبستان حکمایِ روحانی رمزے از حکمتِ ایمائی بشنو. تا بدانی که بدین امیرِ مسند سریرِ سلطان نظیر عمرِ جاودانی و دوامِ لذتهای روحانی بخشیده اند». گفتم: «تا برهان نباشد کالبدِ سخن را جان نباشد. مرا بیخبر مپندار. و اگر حجتے داری بیار». گفت: «برهانے ازین ارجمند تر، وحجتے ازین خرد پسند تر، چه خواهد بود، که چون آفریدگان را در آن جهان عمر دو باره دهند، دیگر بیمِ مرگ برخیزد. و به بانگِ صور از خوابِ فنا جستگان در آن گیتی جاوید پایند. مگر صحتِ خداوند ازین رنجوریِ هولناك بدان نماند، که پنداری عمر دوباره یافت؟ پس اقتضایِ دوباره زیستن تغیر چرا پزیرد. و چون هستی یافتگانِ آن جهان در آن جهان جاودان زنده مانند، آنکه درین گیتی حیاتِ ثانی پزیرفته باشد، هم درین گیتی همیشه زندگانی چون نکند. این عمرِ عزیز که بخدایگان داده اند، عمرِ خضر و الیاس نباشد، که یکے را بشمردنِ ریگِ صحرا، و دگرے را به پیمودنِ آبِ دریا

گزرد. انشاء الله العظیم جنابعالی، تا جهانست، پرویز بزم، تهمتن رزم، دشمن گداز، دوست نواز، بلب در سخن اخترفشان، و بکف در کرم گوهرفشان خواهند زیست».

قطعهٔ تاریخ غسلِ صحت، و قصیدهٔ تهنیت که پیش ازین فرستاده ام[1]، نظمے است شاعرانه. و این نگارش نثریست عارفانه. قانونِ حکمت و شریعت

---

(١) قطعهٔ تاریخ غسل عریضه نمبر (٣٨) کی حاشیه مین درج کیا جاچکا هی. قصیدهٔ تهنیت مثل مین شامل نهین. لیکن اردو دیوان غالب مع شرح نظامی (مطبوعهٔ نظامی پریس بدایون سنه ١٩٢٢ع) کی صفحات ٢٤٤ - ٢٤٧ پر ایك قصیده پایا جاتا هی، جو نواب سعید الدین احمد خان طالب مرحوم جاگیردار ریاست لوهارو سی رسالهٔ کمال دهلی کو حاصل هوا، اور اوسکی اشاعت جنوری سنه ١٩١٠ع سی مولانا نظامی نی نقل کیا. مولانا کی خیال مین یه قصیده نو اب سید کلب علیخان بهادر خلد آشیان کی غسل صحت کی تهنیت مین لکها گیا تها. لیکن میری نزدیك یه مرزا غالب کا محولهٔ بالا قصیده هی. اسلئی که اسمین جشن کی موقع پر عید، نوروز، اور هولی کا جمع هونا تحریر کیا گیا هی. اور منشی امیر احمد امیر مینائی کی قطعهٔ تاریخ (انتخاب یادگار، ص ٥٠) سی معلوم هوتا هی، که تیوهارون کا یه اجتماع نواب فردوس مکان کی غسل صحت کی وقت هوا تها. ان کی قطعه کا آخری مصرع هی: «مهینا عید کا نوروز کا دن غسل صحت هی». مرزا صاحب کا قصیدهٔ حسب ذیل هی:

مرحبا سال فرخی آئین! عید شوال، و ماه فروردین
شب و روز، افتخار لیل و نهار مه وسال، اشرف شهور و سنین
گرچه هی بعد عید کی نوروز لیك بیش از سه هفته بعد نهین
سو اس اکیس دن مین هولی کی جا بجا مجلسین هوئین رنگین
شهر مین کو بکو عبیر و گلال باغ مین سو بسو گل ونسرین
شهر گویا نمونهٔ گلزار باغ گویا نگارخانهٔ چین
تین تیوهار، اور ایسی خوب جمع هرگز هوی نهونگی کهین
پهر هوئی هی اسی مهینی مین منعقد محفل نشاط قرین
محفل غسل صحت نواب رونق افزای مسند تمکین
بزمگه مین، امیر شاه نشان رزمگه مین، حریف شیر کمین
پیشگاه حضور، شوکت و جاه خیر خواه جناب، دولت و دین
جن کی مسند کا آسمان گوشه جن کی خاتم کا آفتاب نگین
جن کی دیوار قصر کی نیچی آسمان هی گدای سایه نشین
دهر مین اس طرح کی بزم سرور نه هوئی هو کبهی بروی زمین
انجم چرخ، گوهر آگین فرش نور پی ماه، ساغر سیمین
راجه اندر کا جو اکهاڑا هی هی وه بالای سطح چرخ برین
وه نظرگاه اهل وهم و خیال یه ضیابخش چشم اهل یقین
وان کهان یه عطا و بذل و کرم که جهان گدیه‌گر کا نام نهین

(باقی)

را جامع . هم از روی نقل حق ، و هم از روی عقل راست . بقای خداوند بعمر تازه جاودانی ، و نشاط بی اندازه پیشکار این حیات ثانی باد! چار شنبه ۲۳ شوال سنه ۱۲۸۱ ، و ۲۲ مارچ سنه ۱۸٦٥ (مهر غالب) [1].

(بقیه)

یان زمین پر نظار جہانتك جائی — ژاله آسا بچھی هین در ثمین
نغمۂ مطربان زهره نوا — جلوۂ لولیان ماه جبین
اوس اکھاڑی مین جو که هی مظنون — یان وه دیکھا به چشم صورت بین
سرور مهر فر هوا جو سوار — به کمال تجمل و تزئین
سب نی جانا که هی پری توسن — اور یال پری هی دامن زین
نقش سم سمند سی یك سر — بنگیا دشت دامن گل چین
فوج کی گرد راه مشك فشان — ره روون کی مشام عطر آگین
بس که بخشی هی فوج کو عزت — فوج کا هر پیاده هی فرزین
موکب خاص یون زمین پر تھا — جس طرح هی سپہر پر پروین
چھوڑ دیتا تھا گور کو بہرام — ران پر داغ تازه دیکھ وهین
اور داغ آپ کی غلامی کا — خاص بہرام کا هی زیب سرین
بنده پرور! ثنا طرازی سی — مدعا عرض فن شعر نہین
آپ کی مدح اور میرا منہه — گر کہون بھی تو آئی کسکو یقین
اور پھر اب که ضعف پیری سی — هو گیا هون نزار و زار و حزین
پیری و نیستی ، خدا کی پناه ! — دست خالی و خاطر غمگین
صرف اظهار هی ارادت کا — هی قلم کو جو سجده ریز زمین
مدح گستر نہین ، دعا گو هی — غالب عاجز نیاز آگین
هی دعا بھی یہی که دنیا مین — تم رهو زنده جاودان ، آمین!

(۱) اس نثر کی رسید مین ٥ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ھ مطابق ۳ اپریل سنه ۱۸٦٥ع کو نواب صاحب نی تحریر فرمایا : « نثر نثره نثار آپ کی آئی . جشن صحت کی مسرت بڑھائی . زبان خامه کو مجال صفت نہین . خامۂ زبان کو یارای مدحت نہین . سچ یه هی ، که آپ کی ذات هر کمال مین فرد کامل هی . هر فقره مین قوت سحبانی حاصل هی . انصاف کی تو یه بات هی ، که یه تحریر نہین کرامات هی . اس جشن مین اگرچه بظاهر آپ شریك نہین هوی ، مگر میری نزدیك شریك غالب رهی . الله تعالی صحت اور قوت عطا فرمائی . مشتاقون کو لطف مجالست هاتھ آئی . دست دعا بلند هی . نوید صحت کی طبیعت آرزو مند هی . حال اپنا اکثر لکھتی رهی . زیاده شوق هی » . اخبار الصنادید (ج ۲ ، ص ۱۲۳) سی معلوم هوتا هی که حسب تجویز صاحبزاده سید کاظم علیخان بہادر عرف چھوٹی صاحب باغ بینظیر مین یه جشن منایا گیا تھا .

بحضور نوابصاحب والا مناقب عالیشان، قلزم فیض وعمان احسان، امیر المسلمین نواب کلب علیخان بہادر دام اقباله مقبول باد[1]

(نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیان نواب فردوس مکان کی فرزند اکبر تھی. آپ جنابعالیه فیروز النسا بیگم صاحبه ملقب به نواب بہو بیگم دختر سید عبد العلی خان بہادر، خلف نواب سید غلام محمد خان بہادر کی بطن سی ۲۰ ذی الحجه سنه ۱۲۵۰ ھ مطابق ۱۹ اپریل سنه ۱۸۳۵ ع کو اتوار کی دن صبح کیوقت متولد هوی. سنه ۱۸٦٤ ع مین گورنر جنرل کی منظوری سی ولیعهد ریاست اور ۲۱ اپریل سنه ۱۸٦٥ ع مطابق ۲٤ ذیقعده سنه ۱۲۸۱ ھ کو جمعه کی دن ۳۰ سال کی عمر مین مسند نشین هوی. ۱۵ محرم سنه ۱۲۸۲ ھ مطابق ۱۰ جون سنه ۱۸٦٥ ع کو مسٹر جان انگلس ایجنٹ ریاست و کمشنر روهیلکھنڈ نی رامپور آکر باضابطه رسم مسند نشینی ادا کرائی. ماه رجب سنه ۸۲ ھ مطابق دسمبر سنه ٦٥ ع مین ملکۀ معظمه کیجانب سی خلعت آیا. اور اسی مہینی مین جشن جلوس منایا گیا. آپ بڑی حاتم دل، پابند شرع، بامروت، اور خلیق تھی. باقاعده زکوة ادا کرتی، اور غیر شرعی آمدنی سی خزانه کی دولت کو پاك رکھتی تھی. خود صاحب علم تھی. فارسی خلیفه غیاث الدین عزت صاحب غیاث اللغات سی حاصل کی، اور علوم حکمیه مولوی فضل حق خیرآبادی اور مولوی عبد الحق خیرآبادی سی پڑھی. انکا دربار اهل فضل و کمال سی بھرا رهتا تها. مشرقی علوم وصنائع کا شاید هی کوئی ایسا ماهر هو، جو انکی خوان جود و کرم کی زله ربائی نکرتا هو. ان مین علما، شعرا، ادبا، خطاط، صحاف، طباخ، اور دیگر تمام هنرون کی ماهرین شامل تھی. علمی مباحثون کا بہت شوق تها. روزانه دربار مین کسی نه کسی علمی یا ادبی مسئله پر اهل دربار طبع آزمائی کیا کرتی تھی. آپ خود برابر کا حصه لیتی، اور اسطرح اپنی معلومات کی دائره کو وسیع سی وسیع تر بناتی رهتی تھی. کتابین جمع کرنی اور اونهین پڑھنی کا بھی بیحد شوق تها. اوس عهد مین جسقدر نایاب اور نادر کتابین مہیا کیگئی هین، وه اپنی اهمیت اور قیمت کی لحاظ سی مستقل کتابخانه کی حیثیت رکھتی هین، چونکه فارسی ادبیات سی زیاده تعلق خاطر تها، اسلئی جب کوئی نئی فارسی کتاب داخل کتابخانه هوتی اوس کی سر ورق پر اپنی قلم سی تاریخ آمد وغیره لکھتی، اور خود مطالعه کر لینی کی بعد کتابخانه کی زینت بننی کی اجازت دیتی تھی. اردو، فارسی دونون زبانون مین شعر کہتی، اور نواب تخلص فرماتی تھی. فارسی کلام مرزا محمد تقی خان سپہر ملقب بلسان الملك مستوفی اول دیوان همایون اعلی سلطنت ایران مولف ناسخ التواریخ کی نظر سی گزرا تها. اردو کلام منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی دیکھا کرتی تھی. ایك فارسی نثر مرزا غالب کو بھی اصلاح کیواسطی بھیجی تھی. مرزا انکی طرز نگارش کی بیحد مداح تھی. تصنیفات مین چار اردو کی دیوان، دیوان فارسی، تاریخ شاهان سلف، انتخاب بوستان خیال اور متعدد نثرین هین. نوابصاحب کو اخبار بینی کا بھی شوق تها. اخبار دبدبۀ سکندری، جو رامپور کا پہلا اخبار هی، انهی

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب عرائض کی لفافون پر لکھا کرتی تھی. مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی هی.

شبیہ مبارک جناب نواب سید محمد کلب علیخان بہادر خلد آشیاں طاب ثراہ

کی ایما سی ١٢ جمادی الآخرہ سنہ ١٢٨٣ ھ مطابق ١٥ اکتوبر سنہ ١٨٦٦ ع سی ہفتہ وار شائع ہونا شروع ہوا ۔ تعمیر کا بھی شوق تھا ، اور سابق جامع مسجد اور متعدد محلات اون کی اس شوق کی رہین منت تھی ۔ آپ نی بائیس سال سات ماہ کی حکومت کی بعد ٥٣ سال ٦ ماہ ٧ روز کی عمر مین بدھ کی دن ٣ بجی سہ پہر ٢٧ جمادی الآخرۃ سنہ ١٣٠٤ ھجری مطابق ٢٣ مارچ سنہ ١٨٨٧ ع کو انتقال کیا ۔ امیر مینائی نی « خوابگاہ حامی اسلام امیر المومنین » سی تاریخ وفات نکالی ھی ۔)

(٤٣)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض باد . نوازشنامہ مع ہنڈویِ صد روپیہ عز ورود لایا . اپریل سنہ ١٨٦٥ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب . ٦ مئی سنہ ١٨٦٥ عیسوی[1] .

سر تا سرِ دہر عشرتستانِ تو باد صد رنگ گلِ طرب بدامانِ تو باد

عید است ، و بہار خرمی ہا دارد جانِ من وصد چون من بقربانِ تو باد

عنایت کا طالب غالب . شنبہ صبحِ روزِ عیدِ ذی الحجہ سنہ ١٢٨١ ھجری نبوی ؐ[2] .

---

(١) ٢٤ ذیقعدہ سنہ ١٢٨١ ھجری مطابق ٢١ اپریل سنہ ١٨٦٥ ع کو جمعہ کی دن نصف النہار کی وقت نواب فردوس مکان نی انتقال کیا . یہ خبر وحشت اثر دلی پہنچی ، تو میرزا صاحب نی نواب سید کلب علیخان بہادر خلد آشیان کی نام ٢٧ ماہ اپریل کو ایك عریضہ لکھا . اصل تحریر مثل مین موجود نہین . میرزا تفتہ کی نام کی مکتوب سی ، جو ١٤ مئی سنہ ١٨٦٥ ع کو لکھا گیا تھا ، معلوم ہوتا ھی کہ وہ عریضہ تعزیت وفات اور تہنیت جلوس پر مشتمل تھا . فرماتی ھین : « رامپور سی اپریل کی مہینی کا روپیہ ، اور تعزیت و تہنیت کی خط کا جواب آگیا . آیندہ جو خدا چاھی » (اردوی معلی لاھور ایڈیشن ، سنہ ١٩٢٦ ع ، صفحہ ٣٥٩) . نواب خلد آشیان نی یکم مئی کو اس عریضہ کی جواب مین تحریر فرمایا : « ..... صحیفۂ شریفۂ مورخۂ ٢٧ ماہ گذشتہ اسمی مخلص وصول الطاف آوردہ بما فیہا مطلع نمود . مشفقا ! آنچہ مشاہرۂ آن کرمفرما از عہد نواب صاحب وقبلہ فردوس مکان مقرر است انشاء اللہ تعالی بدستور جاری ماندہ ، حسب ضابطہ بسامی خدمت رسیدہ خواھد ماند » . اسکی بعد سرکار نی ماہ اپریل کی تنخواہ کی ہنڈوی کا ذکر کیا ھی . میرزاصاحب کا عریضہ اسی فرمان کی رسید ھی .

(٢) یہ رباعی ایك علحدہ ورق پر لکھی ہوئی مکتوب نمبر ٤٣ کیساتھ منسلك ھی . لیکن از روی تاریخ اسکو دو تین دن بعد دلی سی روانہ ہونا چاھیے . اسلئی کہ ٦ مئی کو ذی الحجہ کی ٨ تاریخ ہوگی اور یہ ١٠ ذی الحجہ کی صبح کو لکھی گئی ھی ، جو ٨ مئی کی مطابق ہوگی ، بنا برین ٦ تاریخ کی خط کیساتھ روانہ نہین ہوسکتی .

(٤٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعــدِ تسلیم معروض ہے ۔ تہنیت نامـہ ارسال کرچکا ہون۔ جواب پا چکا ہون ۔ قصیدہ کا لفافہ ارسال کیا ہے ۔ یقین ہے کہ پہنچ گیا ہوگا[1] ۔

حضرت فردوس مکانِ سپہر آستان کا معمول تھا کہ محرم سے دو تین

(۱) قصیدۂ تہنیت مثل مین موجود نہین ۔ لیکن میرزا صاحب نی اسکی ایك نقل خواجہ غلام غوث خان بیخبر کو بھیجدی تھی ، جو عود ہندی (صفحہ ۱۷۱) مین ، خواجہ صـاحب کی نام کی مکتوب کیساتھ درج ھی ۔ فرماتی ھین : «...... والیء رامپور کو خـدا سلامت رکھی ۔ اپریل مئی ان دونون مہینون کا روپیہ موافق دستور قدیم آیا ۔ جون ماہ گذشتہ کا روپیہ خدا چـاھی تو آجائی ۔ آج جمعہ ۷ جولائی ھی ۔ معمول یہ ھی کہ دسوین بارھوین کو رئیس کا خط مع ھنڈوی آیا کرتا ھی ۔ مین نی قصیدۂ تہنیت جلوس بھیجا ۔ اوسکا جواب آگیا ۔ اب مین نظم و نثر کا مسودہ نہین رکھتا ۔ دل اس فن سی نفور ھی ۔ دو ایك دوستون کی پاس اوسکی نقل ھی ۔ اونکو اسوقت کہلا بھیجا ھی ۔ اگر آج وہ آگیا کل ، اور اگر کل آیا پرسون بھیجدونگا » ۔ اسکی بعد قصیدہ شروع ہوتا ھی ۔ چونکہ اسکی ساتھ کوئی نیا خط نہین ھی اسلئی قیـاس چاھتا ھی کہ خط کی روانگی کی قبل ھی قصیدہ کی نقل موصول ہوگئی ہوگی ۔ اور خط اور قصیدہ دونون ساتھ بھیجی گئی ہونگی ۔ قصیدہ یہ ھی :

تجلی کہ ز موسی ربود ہوش بطور — به شکل کاب علی خان دگر نمود ظہور
خجستہ سرور سلطـان شکوہ را نازم — کہ رشك بر کلہ‌اش دارد افسر فغفور
ہوای لطف وی از جان خور برد سوزش — نگاہ قہر وی از روی مہ رباید نور
دم نگارش وصف کلام شیرینش — چو خیل مور دود بر ورق حروف سطور
فضای رزمگہش شاہراہ قہر و غضب — بساط بزمگہش کارگاہ سور و سرور
بخوان شرع بہین ہمنوالۂ شبلی — به بزم عشق مہین ہم پیالۂ منصور
ز روی رابطۂ حسن ماہتاب جمال — بحسب ضـابطۂ جاہ آفتـاب ظہور
بحکم مرتبہ ، او حاکم و فلك محکوم — ز راہ قاعدہ ، شرع امرست او مامور
چو آب سیل روانی کہ ایستد بمغـاك — بود ہمیشہ بہ حنجان وی شراب طہور
زہی وزیر و خہی شہریار دانادل — تو شاہ کشور حسن و خرد ترا دستور
بنای منظر جاہ ترا زحل معمار — ثوابت کرۂ چرخ ہشتمی مزدور
ثنا گر تو سکندر بہ بارجای جلال — قفا خور تو ارسطو بدرسگاہ شعور
برای بزم نشـاط تو شمع چون ریزند ق — نہ پیہ گاؤ بکار آورند و نی کافور
ز فیض نسبت خلق تو عنبر سارا — بجای موم بر آید ز خانۂ زنبور
بدین خرام و بدین قامت و بدین رفتـار ق — ز بہر فاتحہ آئی اگر تو سوی قبور
جہـان جانی وجان جہـان ، عجب نبود — کہ از ورود تو ہر مردہ رقصد اندر گور
بہ پیشگاہ تو زانوی ہمی زند انصاف — کہ ای برحم وکرم در جہانیان مشہور ! (باقی)

مہینے پہلے سلام پانچ ساتھہ(۱) لکھتے تھے، اور فرداً فرداً میرے پاس بھیجا کرتے تھے. جب وہ فراہم ہوچکتے، تو محرم سے دو چار دن پہلے مین اصلاح دیکر بھیجدیا کرتا تھا. ابکی برس ایك هی سلام بھیجنے پائے. بس آج وہ سلام اس مراد سے حضور مین بھیجتا هون کہ حضور کے حکم سے حضرت کے دیوان مین شامل ہوجائے. زیادہ حدِ ادب.

(بقیہ) در انتقام کشی شیوۂ کرم مگزار — بر آر کام دل بدسگال از ساطور
توئی بفضل فزایندۂ عروج علوم — توئی بعلم کشایندۂ عقود صدور
صریر خامۂ من بین کہ میربایدِ دل — چنانکہ از لب داؤد استماع زبور
سواد صفحۂ من بین و تابش معنی — عیان چو شمع فروزندہ در شب دیجور
امیر زندہ دل ، آن والی ولایت نظم — بہ گنج خانۂ گنجہ نظامیش گنجور
غروب مہر و طلوع مہ دو ہفتہ بود — رسیدن تو بدین اوج بعد آن مغفور
چو او بزیر زمین رفت و آن ولایت یافت — تو باش والی روی زمین قرون و دہور
بہ انجمن نرسیدم ز ناتوانائی — ولی بعرض ثنا و دعا نیم معذور
بخاك پای تو گر دستگاہ داشتمی — نبودمی بغم دوری در تو صبور
من آن کسم کہ از افراط ورزش اخلاص — بغیبت است مرا دعوی دوام حضور
توئی رحیم‌دل و من سقیم ، دوری بہ — مباد رنجہ شوی از نظارۂ رنجور
نظر بخستگی و پیری و تہیدستی — قبول کردن تسلیم من خوش است از دور
شعار غالب آزادہ جز دعا نبود — کہ باد سعی دعاگوی در دعا مشکور
بہ دہر تا بود آئین کہ در نوا آرند — رباب و بربط و قانون و نی بمحفل سور
بہ بزم عیش تو ناہید باد زمزمہ سنج — نسیم عطرفروش از شمیم طرۂ حور
محب ز لطف تو بالندہ چون نوا از ساز — عدو ز بیم تو نالندہ چون خر طنبور

نواب خلد آشیان نے ۱۶ محرم الحرام سنہ ۱۲۸۲ ھجری مطابق ۱۱ جون سنہ ۱۸۶۵ع کو اس قصیدہ کے متعلق تحریر فرمایا: « ..... دو قطعۂ سامی صحیفۂ لطف آگین ، اول مع قصیدۂ تہنیت مسند نشینی راقم بر ریاست موروثی ملك رامپور، وثانی مع سلام من تصانیف جناب مغفرت مآب نواب صاحب وقبلہ فردوس مکان، در اسعد ازمنہ یاسمین ریز دامن وصول فرحت شمول گشتہ.... حبذا قصیدہ کہ لآلی مدحت مضامین برجستہ و معانی دل‌نشستہ‌اش را برشتۂ ترقیم کشیدن آب دریا بکیل پیمودن است. و شمۂ از توصیف فصاحت وبلاغت آن بحیطۂ تحریر در آوردن ثوابت وسیارہ را بہ پنج انگشت شمردن. .... درینولا زبانی نواب مرزا عزم سامی باین طرف مسموع گشتہ، موجب کمال مسرتہاست. چرا کہ راقم نیز متمنی ملاقات شریف است. او تعالی شب یلدای فراق را بزودی ہرچہ تمامتر بایام وصال مبدل گرداند».

یہ خط میرزا صاحب کو ۱۷ جون کو موصول ہوا. ۱۸ جون کو اونہون نے اسکا جواب تحریر کیا. یہ جواب نمبر (۴۷) پر درج ہوگا.

(۱) یہ مرزا صاحب کے املا کے مطابق ہے. صحیح رسم خط «سات» ہے.

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون
عنایت کا طالب غالب. شنبه یکم محرم الحرام سنه ۱۲۸۲[۱].

(٤٥)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت:

بعد تسلیم معروض هے. حق تعالی جلّ جلاله و عمّ نواله جس گروه پر مهربان هوتا هے، وهان حاکمِ عادلِ رحیم بهیجتا هے، که بقوتِ عادله کفر و بدعت کی جڑ اوکهاڑ ڈالے، اور بصفتِ رحم رعایا کو پالے. مصداق اسکا ذاتِ قدسی صفاتِ جنابِ عالی هے. که قمار خانے کی بنا مٹا ڈالی هے. زهے قانونِ سیاست! غله کا محصول معاف کردیا هے. روپیه رعیت پر نثار کیا هے. زهے آئینِ ریاست!

رباعی

نواب که شد ز شوکتِ اقبالش بخشیدنِ باجِ غله از اقبالش
فارغ شد هر کسیّ و روداد[۲] فراغ هم فارغ و هم فراغ باشد سالش[۳]

۱۲۸۱ ھ

پیر و مرشد! حضرت فردوس مکان کا دستور تها، که جب مین قصیده بهیجتا، اوسکی رسید مین خط تحسین وآفرین کا، شرم آتی هے کهتے

---

(۱) لفافه پر ۲۷ مئی سنه ۱۸٦٥ درج هے.

(۲) اصل خط مین (رواد) بحذف دال هے.

(۳) میرزا صاحب نے نواب خلد آشیان کی جود وکرم کی تذکره مین اس واقعه کو متعدد مقامات پر نقل کیا هے. حکیم غلام رضاخان کو لکهتے هین: «...... نواب صاحب حال بمقتضای «الولد سر لابیه» حسن اخلاق مین نواب فردوس آرامگاه کے برابر، بلکه بعض شیوهٔ و روش مین اون سے بہتر هین. بمجرد مسند نشینی کے غله کا محصول یکقلم معاف کیا. علی بخش خان خانسامان کو ۳۰ هزار روپیه بابت مطالبۂ سرکاى بخش دیا. ...» (اردوی معلی، ص ٤٥۲). میرزا تفته کے نام کے خط مین قدرے تفصیل کی هے. فرماتے هین: «...... نوابصاحب از روی صورت روح مجسم اور باعتبار اخلاق آیت رحمت هین. خزانۂ فیض کے تحویلدار هین. جو شخص دفتر ازل سے جو کچھ لکهوا لایا هے، اوسکے پڑنے مین دیر نهین لگتی. ایك لاکھ کئی هزار روپیه سال غله کا محصول معاف کردیا. ایك اهل کار پر ساٹھ هزار کا محاسبه معاف کیا اور بیس هزار روپیه نقد دیا. منشی نولکشور صاحب کی عرضی پیش هوئی. خلاصه عرضی کا سن لیا. واسطے منشی صاحب کے کچھ عطیه بتقریب شادی صبیه تجویز هو رها هے. مقدار مجهپر نهین کهلی» (ایضاً، ص ۹۸-۹۹). تخریب قمارخانه اور بخشش محصول غله کا ذکر اخبار الصنادید (ج ۲، ص ۱۷۹) مین بهی کیا گیا هے.

ہوے مگر کہے بغیر بنتی نہین، دو سو پچاس[1] کی ہنڈوی اوس خط مین ملفوف عطا ہوا کرتی تھی. دو قصیدۂ مدحیہ میرے دیوانِ فارسی مین مرقوم، اور وہ دیوان حضرت کے کتابخانے مین موجود ہے. خطون کی تصدیق از روی دفتر ہوسکتی ہے. یہ رسم بری نہین ہے. اگر جاری رہے تو بہتر ہے. زیادہ حدِ ادب. التفات کا طالب غالب. پنجشنبہ ۱۹ محرم سنہ ۱۲۸۲.

(۴۶)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. نوازشنامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا. مئی سنہ ۱۸۶۵ کا مشاہرہ معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

التفات کا طالب غالب. ۱۵ جون سنہ ۱۸۶۵ عیسوی.

(۴۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. روز پنجشنبہ ۱۵ جون کو ایك عرضداشت روانہ کرچکا ہون. یقین ہے کہ وہ آج پہنچے گی. کل ۱۷ جون کو فرح بخش و روح افزا نوازشنامہ پہنچا[2]. قصیدہ کا پہنچنا اور اوسکا مقبول و منظور ہونا دریافت کرکے، اپنے بخت و قسمت پر مین نازان ہوا[3]. اب عرض یہ ہے کہ حسب الحکم حضور کے یہ قصیدہ میرے دیوان فارسی مین، جو کتابخانے مین موجود ہے، درج کیا جائے. اور سلام حضرت فردوس مکان کا اونکے دیوانِ اردو مین لکھدیا جائے[4].

---

(۱) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقوم لکھی ہین.

(۲) محولۂ بالا فرمان کا اقتباس عریضۂ نمبر (۴۴) کے حاشیہ مین دیا جا چکا ہے.

(۳) یہ قصیدہ خط نمبر (۴۴) کے حاشیہ مین درج ہوچکا ہے.

(۴) میرزا صاحب کی مذکورہ خواہش تشنۂ تکمیل رہی. اگر خواجہ غلام غوث خان بیخبر اسکی ایك نقل نہ منگا لیتے تو دیگر گم شدہ قصائد و قطعات کی طرح اسکا بھی صرف ذکر باقی ہوتا.

حضرت کی خدمت مین نه آؤنگا تو اور کہان جاؤنگا. وه آگ برس رهی هے، که طیور کے پر جل رهے هین. بعد آگ کے پانی برسے گا. سفر خصوصاً بوڑهے رنجور آدمی کو دونون صورت مین متعذر. آفتاب میزان مین آیا، اور هنگامهٔ آتش و آب رفع هوا، اور مین نے احرامِ بیت المعمورِ رامپور باندها. انشاء الله العلی العظیم[1].

پیر و مرشد! از راهِ خیر خواهی ایك امر عرض کرتا هون. محمد علیخان ابن وزیر محمد خان[2] رئیسِ ٹونك نے بعــدِ مسند نشینی گورمنٹ کو «یمین الدوله» اور «دو جزو ملك اور جنگ» لکهکر دیئے، اور وهان سے وه اونکو عطا هوئے. حضور کے اجدادِ امجاد نے سلاطینِ بابریه کا خطاب نه قبول کیا. مگر حضرت کے جدِ امجـد کو احمد شاهِ درانی[3] نے مخاطب به «مخلص الدوله» فرمایا[4]. حضرت اگر مناسب جانین، تو اوس خطاب کو مع دو جزو «شمش الملك و بهرام جنگ» جناب ملکهٔ معظمه سے بذریعهٔ گورمنٹ

(۱) سفر کی تفصیل کیلئے دیباچه ملاحظه هو. یهان اسقدر لکهہ دینا کافی هوگا، که میرزا صاحب ۷ اکتوبر سنه ۱۸٦٥ع کو دلی سے عازم رامپور هوے. اور ۸ جنوری سنه ۱۸٦٦ع کو واپس دلی پهنچے (اردوی معلی، ص ۲٤۳، مکتوب بنام حکیم سید احمد حسن مودودی، مورخه ۱۷ جنوری ۱۸٦٦ع).

(۲) نواب محمد علی خان ریاست ٹونك کے نواب تهے: سنه ۱۸۳٤ع مین گدی پر بیٹهے. سنه ۱۸٦۷ع مین لاوا مین قتل عام کرانے کے الزام مین حکومت هند نے انهین معزول کردیا. سنه ۷۰ع مین ریاست پولیٹکل ڈپارٹمنٹ کے زیر انتظام آگئی. اور اونکے صاحبزاده نواب سر حافظ ابراهیم علی خان بهادر نواب بنا دئے گئے.

(۳) احمد شاه درانی ضلع هرات کا باشنده اور ابدال نامی قبیله کا ایك فرد تها. ابهی یه بچه هی تها که نادر شاه اسکو ایران پکڑ لیگیا، اور اپنی خدمت گرز برداری پر مقرر کیا. لیکن اس نے رفته رفته فوج کے بڑے عهده تك ترقی کرلی. نادر شاه نے ۱۲ مئی سنه ۱۷٤۷ع کو وفات پائی تو اس نے بغاوت کردی، اور تهوڑے عرصه مین افغانستان، سنده اور لاهور کا بادشاه بن بیٹها. اسنے هندوستان پر متعدد حملے کئے هین. لیکن اسکی شاندار ترین جنگ سنه ۱۷٦۱ع مین پانی پت کے میدان مین مرهٹون کے عظیم الشان لشکر سے واقع هوئی، جس مین یه کامیاب هوا. اور بعد فتح شاه عالم کو تخت و تاج هند سونپ کر افغانستان چلا گیا. احمد شاه نے ۲٦ سال حکومت کرکے سنه ۱۱۸۲ھ مطابق سنه ۱۷۷۲ع کو ۵۰ سال کی عمر مین وفات پائی.

(٤) احمد شاه کے عطا کرده خطابات کے سلسله مین اخبار الصنادید، ج ۱، صفحه ٦٦۷ ملاحظه هو.

اپنے واسطے این[1].

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

ترقیِ دولت کا طالب **غالب**. یکشنبہ ۱۸ جون سنہ ۱۸۶۵ ع.

(٤٨)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. منشورِ عطوفت کے ورود نے معزز فرمایا. جون سنہ ۱۸۶۵ کی تنخواہ کا سو روپیہ از رویِ ہنڈوی معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

عنایت کا طالب **غالب**. معروضۂ دہم جولائی سنہ ۱۸۶۵.

(٤٩)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. میری عرضداشت کا جواب آچکا ہے. بندہ ہنڈوی کی رسید بھجوا چکا ہے. یہان خلق کو مینہ درکار ہے، اور ہوا شرارہ بار ہے. دھوپ کی تیزی سے آدمی کے تیور، اور پہاڑ کے پتھر جلے جاتے ہین. پانی جگر گداز. ہوا جانستان. امراضِ مختلفہ کا ہجوم جہان تہان. جز اعضایِ انسان، کہ وہ پسینے مین تر ہین، طراوت و رطوبت کا کہین پتا نہین. یا لو چلتی ہے، یا مطلق ہوا نہین. ان سطور کی تحریر سے مدعا یہ ہے، کہ مجھے ہر وقت یہی خیال رہتا ہے، کہ حضرت کا مزاج کیسا ہے. اس خط کا جواب جس قدر جلد عطا ہوگا، دعاگو پر احسان آپ کا ہوگا. زیادہ حدِ ادب.

---

(۱) میرزا صاحب کی اس خیرخواہانہ عریضہ کی جواب مین نوابصاحب نی تحریر فرمایا: «.... استحصال الفاظ خطاب دستور این ریاست نبوده است. وحسب الترقیم قصیده وسلام مذکور در دیوانہا مندرج کنانیده خواهد شد. ۲۰ صفر سنہ ۱۲۸۲ ہجری مطابق ۱۵ جولائی سنہ ۱۸۶۵ع».

تم سـلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کی سلامتِ ذات اور اپنی نجات کا طالب **غالب**. ۲۳ جولائی سنه ١٨٦٥.

(٥٠)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعـــدِ تسلیم معروض آنکه منشورِ عطوفت عزِ ورود لایا. تنخواهِ جولائی سنه ١٨٦٥ حال کا روپیه ازروی ِ هنڈوی ِ ملفوفه معرضِ وصول مین آیا.

اگرچه یهان مینهه اسیقدر برسا هے که جس کے پانی سے زمیندار حاصلِ فصلِ ربیع سے هاتهه دهو لین. مگر چونکه بفرمانِ ازلی میرے رزق کی برات آپ پر هے، اور آپ کے ملك مین بارش خوب هوئی هے، ابرِ رحمت کے شکریه مین ایك قطعه ملفوف اس عرضی کے بهیجتا هون. بنظرِ اصلاحِ نظم و اصلاحِ حال ملاحظه هو. زیاده حدِ ادب.

تم سـلامت رهو هزار برس   هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب **غالب**. جمعه ١١ ماهِ اگست سنه ١٨٦٥[1].

(قطـــعه)

٭ مقامِ شکر هے اے ساکنانِ خطهٔ خاك! ٭

٭ رها هے زور سے، ابرِ ستاره بار، برس ٭

٭ کهان هے ساقیِ مهوش؟ کهان هے ابرِ مطیر؟ ٭

٭ بیار، لامیِ گلنار گون، بیار، برس ٭

---

(١) اس عریضه کے جواب مین نواب خلد آشیان نے ١٦ اگست سنه ١٨٦٥ع مطابق ٢٣ ربیع الاول سنه ١٢٨٢ ه کو تحریر فرمایا: «... صحیفهٔ لطف آگین بخلاصهٔ کمی بارش باران رحمت دران نواح واستدراك خیریت مزاج راقم مع قطعهٔ دعائیه غازه آرای چهرهٔ وصول نشاط شمول گردیده بما فیها مطلع نمود. وترسیل قطعهٔ مذکور از مزید الطاف فرمائیها متصور شد. مشفقا! سابق ازین فی الحقیقه طبیعت راقم بعارضه تبخیر ... کسلمند شده بود. لیکن حالا بعنایت الهی مزاج مخلص خوش وخرم است. هنڈوی مبلغ دو صد روپیه برای آن مشفق، که بتقریب صحت از عارضهٔ لاحقه بدیگر صاحبان مستحقین نیز ازین سرکار عنایت شده بودند، معظوف رقیمهٔ الوداد هذا بطریق عنایات سمت تبلیغ یافته ...». میرزا صاحب کا یه قطعهٔ دعائیه هنوز شائع نهین هوا هے.

خدا نے تجکو عطا کی ھے گوھر افشانی
درِ حضور پر، اے ابر! بار بار برس
ھر ایك قطره کے ساتھ آئے جو ملك وه کہے
امیرِ کلبِ علی خان جئین ھزار برس
فقط ھزار برس پر کچھ انحصار نہین
کئی ھزار برس بلکه بیشمار برس
جنابِ قبلهٔ حاجات اس بلاکش نے
بڑے عذاب سے کاٹے ھین پانچ چار برس
شفا ھو آپ کو **غالب** کو بندِ غم سے نجات
خدا کرے که یه ایسا ھو سازگار برس

(۵۱)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. کل برخوردار نواب مرزا خان داغ کی تحریر سے معلوم ھوا که حضرت کا مزاجِ اقدس ناساز ھوگیا تھا. اب خدا کے فضل وکرم سے افاقت ھے. نواب مرزا نے مجھپر ستم کیا، که پہلے سے یه حال نه رقم کیا. جو دعا جب کرتا اب بھی وردِ شب و روز ھے. مگر یه خیال، که حضور کو یه خیال گزریگا که غالب رسمِ عیادت بجا نه لایا، سخت جگر سوز ھے. اب اس خط کے جواب مین نویدِ عافیت کا امیدوار، اور یه سونچکر که آج کے آٹھوین دن جواب آئیگا، بیقرار ھون.

ایك عبارت کا ایك جزو بطریقِ خط ایك انصاف دشمن کو لکھکر چھپوا دیا ھے. پارسل اوسکا نواب مرزا کو ارسال کیا ھے. پانچ رسالے وه میریطرف سے نذر گزرانین گے. حضرت قبولِ نذر کو میرا عز و شرف

جانین گے[۱].

تم سلامت رهو هزار برس دولت و عز و جاه روز افزون

دعا گو غالب. ۱۳ ماهِ اگست سنه ۱۸۶۵.

(۵۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض هے. داستانِ حمزه قصۂ موضوعی هے. شاه عباسِ ثانی[۲] کے عهد مین ایران کے صاحب طبعون نے اسکو تالیف کیا هے. هندستان مین «امیر حمزه کی داستان» اسکو کهتے هین. اور ایران مین «رُموزِ حمزه» اسکا نام هے. دو سو کئی برس اسکی تالیف کو هوئے. ابتك مشهور هے، اور همیشه مشهور رهیگا.

آپ کے اس تکیه دارِ روزینه خوار فقیر نے آپ کی مدح مین ایك قصیده لکھا هے. مشتمل اس الزام پر که تشبیب کے ابیات اور مدح کے اشعار

(۱) اس سی «نامۂ غالب» مراد هی. میرزا صاحب نی برهان قاطع کی بعض اغلاط پر ایك رساله مسمی بقاطع برهان سنه ۱۸۶۰ع مین تصنیف کیا تها، جو نواب فردوس مکان کی امداد سی طبع هوکر شائع هوا. تقلید آبا کی حامیون نی اسکی تردید مین متعدد کتابین لکھین. ان مین سی ایك کا نام ساطع برهان تها. اس کی مصنف کی متعلق مرزا صاحب سیاح کو لکھتی هین: «وه جو ایك اور کتاب کا تمنی ذکر لکھا هی، وه ایك لڑکی پڑهانیوالی ملائی مکتب دار کا خبط هی ... رحیم بیگ اس کا نام، میرٹھ کا رهنی والا. کئی برس سی اندها هوگیا هی. باوجود نابینائی کی احمق بهی هی» (اردوی معلی، صفحه ۲۷ و ۳۱). مولوی عبد الرزاق شاکر کو لکھا هی: «رحیم بیگ نامی میرٹھ کا رهنی والا هی. دس برس سی اندها هوگیا هی. کتاب پڑها نهین سکتا. سن لیتا هی. عبارت لکھ نهین سکتا. لکھوا دیتا هی. بلکه اس کی هموطن ایسا کهتی هین که وه قوت علمی بهی نهین رکھتا. اورون سی مدد لیتا هی. اهل دهلی کهتی هین که مولوی امام بخش صهبائی سی اوسکو تلمذ نهین هی. اپنا اعتبار بڑهانی کو اپنی کو اون کا شاگرد بتاتا هی. مین کهتا هون که وائی اوس هیچ پوچ پر جسکو صهبائی کا تلمذ موجب عز و وقار هو» (عود هندی، صفحه ۱۶۱): اس کتاب کی جواب مین مرزا صاحب نی نامۂ غالب لکھا، اور اوسکو ۱۳ اگست سنه ۱۸۶۵ع سی قبل طبع کراکی نواب خلد آشیان کی خدمت مین بطریق ارمغان پیش کیا. یه رساله عود هندی، صفحه ۱۴۱ تا صفحه ۱۵۵ مین بهی شائع هوچکا هی.

(۲) شاه عباس ثانی صفوی خاندان کا آٹھوان بادشاه تها. اسنی سنه ۱۰۵۲ ه (۱۶۴۲ع) سی سنه ۱۰۷۷ ه (۱۶۶۶ع) تك ایران پر حکومت کی.

مین حمزہ و اولادِ حمزہ و زمردشاہ وغیرہ یا انکے معاملات و حالات کا ذکر درمیان آئے. سو وہ قصیدہ آج اس خط کے ساتھ ارسال کرتا ہون. امید ہے کہ حضرت اسکو پڑھکر محظوظ ہون. خدا آپکو قیامت تک سلامت رکھے. مگر جب تک امیر حمزہ کا قصہ مشہور رہیگا، یہ قصیدہ بھی شہرت پزیر رہیگا[۱].

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب **غالب**. ۲۱ ماہِ اگست سنہ ۱۸۶۵.

یا وهاب

زهی دو چشمِ تو در معرضِ سیه کاری چو بختیارك و بختك بمردم آزاری

زهی بزورِ بدیع الزمانِ کُشتی گیر که کوهسار چون نارنجِ تر بیفشاری

زهی خیالِ تو آدم ربا چو تندك دیو دماغِ اهل نظر قافِ اوست پنداری

زغمزهٔ تو چگویم که آن بود زعَمَرْ[۲] دلیر و چست و هنرمند تر بعیاری

اگر تو نیستی از ساحرانِ انتریا چرا بلهو همی آتش از هوا باری

بدین جمال که داری عجب مدار اگر کند چکیدهٔ قدرت ترا پرستاری

بمهرِ رویِ تو گردیدم آفتاب پرست نه ایرجم که عبث تن دهم بدین خواری

سپس بمذهبِ تورج که بوده ماه پرست ترا پرستم ازین رو که ماه رخساری

توئی بمعنیِ اصلی، و بود نورالدهر همین بنام، که معنی نداشت، پنداری

چکد ز زلفِ تو خونِ دلم بدانگونه که ریزد از لبِ زنگی در آدمی خواری

فغان ز بارِ غمِ دهر، کان بسنجیدن عمودِ خسروِ هند است در گرانباری

به پیشِ چرخِ مُشَعبِد چه هوشیار و چه مست که این بعربده همچون عَمَرْ ز طراری

ز روی، ریش تراشد همی به بیهوشی ز فرق، تاج رباید همی بهشیاری

خصومتے بمن افتاده زالِ دنیا را که «دُمِ خبیثه» بود در فنونِ مکاری

(۱) اس قصیدہ کی صرف چند اشعار تذکرۂ انتخاب یادگار مین بذیل ذکر غالب شائع ہوی ہین.
(۲) میرزا صاحب نی اس نام کا املا اور تلفظ دونون غلط لکھی ہین. یہ نام «عمرو» بسکون میم وزیادۂ واو بعد را ہی.

بجیشِ عشق منم سر برهنۀ تپشی — که موی سر بسرم کرده است دستاری
نهیبِ فتنه به الچوبِ شش گزی ماند — که بود هر لگدش را جراحتِ کاری
شدست لاغریِ من گلیمِ غیبیِ من — که باشم، وتوام از حاضران نه انگاری
منم که فکرِ من اندر زمینِ شعر و سخن — ق همیگزشت ز اشقر به تیز رفتاری
چه او فتاده که یا رب کنون چو ارنائیس — بخاك وخون تپدم تن همی به ناچاری
چنان بخوردنِ غم عادیم که چون عادی — نبوده هیچگهے سیریم ز پُر خواری
نهاده همنفسان نامِ من ملك قاسم — زخونِ دیده بود بسکه جامه گلناری
رسیده بخل بفکرِ من از عَمَرْ میراث — ق که هیچگه ندهد در سخن مرا یاری
دروغ گفته ام آن فکر نیز زنبیل است — که گم شود ز عَمَرْ در دمِ گرفتاری
چو حمزه را بجهان بعدِ مرگِ مهر نگار — ز تیغ و تاج و نگین روی داد بیزاری
نماند در نظرِ دزدِ کهنه اسلوبے — جز آن که باز کشاید دکانِ عطاری
دل است حمزۀ و لب در فسونگری عمر است — بدا[1] لبے که ز دل نبودش مددگاری!
شد آن که بود کلامم طلسم گوهر بار — هماره[2] نهر ز آبِ گهر دران جاری
چو حمزه، کِش بعقابین درکشید فلك، — به دامِ وام، نفس میکشم بدشواری
بقاست قرض و منم حمزۀ و زبهر منند — چهل خلیفه تقاضائیانِ بازاری
چو ساحران همه را شغلِ آتش افشانی — چو اژدها همه را ذوقِ آدم اوباری[3]
ز زهر مهره نشد زهرِ حمزه به، آن به — که نوشداروی نوشیروان بچنگ آری
مگر بفضلِ وی آیم برون ز بندِ بلا — چنانکه حمزه به نیروی پیرِ فرخاری
امیرِ کلبِ علیخان بهادر آن که بود — عدیلِ حمزه در اِسپَهبُدی و سالاری
درش نوازشِ طبلِ سکندری دارد — خهے بلندیِ آوازۀ جهانداری!
بود پلارکِ افراسیا بیش در کف — که هیچگه نشود چون هلال زنگاری

---

(۱) بدا مثل خوشا، بسیار بد. منه
(۲) هماره مخفف همواره. منه
(۳) آدم اوباری، اوباریدن بمعنی ناخائیده فرو بردن. اوبار صیغۀ امر و در آخر تحتانی، مردم آزاری مثله. منه

چگویم از نمطِ لشکرِ ظفر پیکر | که در شمار نیاید همی ز بسیاری
همه مقابلِ مقبل به ناوك اندازی | همه مساهمِ خسرو به طاقت اظهاری
بیا به بین که در اردوی این امیرِ کبیر | سپرده اند علمشاه را علمداری
چوقندرآن که جلودارِ حمزه بود اینك | رسیده است بخاقانِ چین جلوداری
سزد که فخر براقبالِ خود کند لَندور | ازین که یافته توقیعِ گرز برداری
مپرس بر درش از هستیِ زمردشاه | مگر یکے بود از کافرانِ زنہاری
شنیدۂ که خداوندِ باختر چون بود | کنون به بندگیِ خواجه گشت اقراری
گزشت آن که «چه تقدیر کرده ام» می گفت | بمقتضای غلط فہمی و غلط کاری
کنون بعجز «چه تقصیر کرده ام» گوید | ز بندگانِ خدا چون بوی رسد خواری
رموزِ حمزه فروهل[۱] خمش نشین غالب | چرا مرا بسخنهایِ هرزه آزاری
ز تست رونقِ گیتی به دانش آرائی | ز تست زینتِ معنی به نغز گفتاری
قصیدۂ تو و لے کاسۂ گدائیِ تست | ستوه آمده باشی ز رنجِ ناداری
غمین مباش که از گنج خانۂ نواب | خود آن قدر که بدل داشتی بدست آری
بوقتِ گدیه گدا را دعاست دست آویز | بر آر دست بدرگاهِ حضرتِ باری
چراغِ دودۂ سرور علی محمد خان | گزین همالِ تِمُر[۲] در فنِ سپهداری
ز روی کلبِ علی خان همیشه روشن باد | چنانکه تابشِ مهر از سپهرِ زنگاری

(۵۳)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم عرض یہ ھے۔ فقیرِ تکیه دار، روزینه خوار، غالبِ خاکسار حیران ھے کہ شکر بجا لائے آپکی عنایت کا، یا ذکر کرے آپکی کرامت اور ولایت کا۔ آپ بے شبہہ رونقِ مسندِ علم و یقین ھین۔ تکلف بر طرف

---

(۱) فروهل بمعنی بگزار۔ ازینجا التزام موقوف است۔ منه

(۲) گزین بجای گزیده مستعمل اهل زبان۔ تمر به تحتانی مکسور ومیم مضموم در ترکی فولاد را گویند۔ واسم شاهی است از اولاد النقوا۔ واینکه تیمور نویسند طرز املاست اعراب بالحروف۔ منه

امیر المسلمین ھین . یہ نہ فقط از روی ارادت ھے . بلکہ یہان مشاھدۂ خرقِ عادت ھے . ان دنون مین متفرقات کے قرضدار[1] سرگرمِ تقاضا بلکہ آمادۂ شور و غوغا تھے . دو سو روپیہ کی ھنڈوی صراحیِ آبِ حیات ھوگئی . دامِ مرگ سے نجات ھوگئی . لطف یہ کہ آج بروزِ دو شنبہ ۲۱ اگست کو نو بجے اولِ روز ایك قصیدہ کا لفافہ بھیجا گیا . اوسی دن بارہ پر تین بجے یہ کرشمۂ کرامت دیکھا گیا . قصیدہ کے لفافہ مین ایك عرضداشت ھے . اوس سے قصیدہ کی حقیقت ، اور خود اوس نظم سے طرزِ نگارش کی جدت ظاھر ھو جائیگی . حضرت کے انبساطِ خاطر کیواسطے یہ ایجاد ھے . مجھے ھر طرح کی نظم و نثر سے آپکی خوشی اور خوشنودی مراد ھے . انجامِ قصیدہ مین جو قرض کے گلے پائے جائین ، اوس مجموع مین سے اھلِ بازار منہائی کئے جائین . کوٹھی والے ساھوکار « چہل خلیفہ » گنے جائین .

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

ترقیِ عمر و دولتِ خداوند کا طالب غالب . نگاشتۂ دو شنبہ ۲۱ ، اور روان داشتۂ سہ شنبہ ۲۲ اگست سنہ ۱۸٦٥ .

(٥٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . مین طبیب نہین ، مگر تجربہ کار ھون . ستر برس کا آدمی ھوشیار ھون . اور سے یہ کہا نہین جاتا . حضرت پر بغیر ظاھر کئے رہا نہین جاتا . خدا جانے اور طبیب کیا سمجھے ھونگے کہ کیا تھا . میرے نزدیك بہ اشتراكِ معدہ و قلب یہ مرض طاری ھوا تھا . اب آپ کو حفظِ صحت کیواسطے گاہ گاہ نارجیلِ دریائی و جدوار کا استعمال ضرور ھے .

(۱) میرزا صاحب نے یہان لفظ قرضدار بجای قرضخواہ استعمال کیا ھے . یہ استعمال عامیانہ ھے . اسلئے اسے اونکی پریشانی اور ضعف دماغ پر محمول کرنا چاھئے . سند بنانا درست نہین ھوگا .

اور معجونِ طلائی عنبری تقویتِ قلب مین مجوزۂ حکیم ببر علیخان مغفور ہے. ورقِ طلا ، عنبرِ اشہب ، عرقِ کیوڑہ ، قند . کثرتِ اجزا اس ترکیبِ خاص مین ناپسند . کثیر الاجزا اور معجونین ہین . مفرحِ بوعلی سینا ، خمیرۂ مروارید ، خمیرۂ گاؤزبانِ عنبری ، ماء اللحمِ غیر مُنَشّی ، جس مین طیور کے گوشت اور ادویۂ مفرح و مقوی حرارت و برودت مین معتدل[1] . گاہ گاہ سکنجبین و گلاب پی لیا کیجیے . غذا مین گوشتِ طیور اکثر . بیضۂ نیم برشت اکثر . لیکن یہ خیال رہے ، کہ بیضۂ مرغ و لحمِ طیور ایك جلسہ مین تناول نفرمائیے . بکری کے گوشت کیساتھ بیضۂ مرغ جائز اور لذیذ اور مرغوب . پودینہ کا عرق ، چھوٹی الایچی کا عرق ہمیشہ دواخانے مین موجود رہے . عطریات کے استعمال مین مبالغہ . بعدِ غذا مباشرت سے پرہیز . شوربای پاچۂ گوسفند مائدۂ خاص پر موجود رہے . بحسبِ رغبتِ طبیعت نوشجان فرماتے رہئیے .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

سلامت و صحت کا طالب غالب . نگاشتۂ سہ شنبہ ، و روان داشتۂ سہ شنبہ[2] .

(۵۵)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . شرف افزا عطوفت نامہ عزِ ورود لایا . اگست ۱۸۶۵ کی تنخواہ کا سو روپیہ از روی ہنڈوی ملفوفہ معرضِ وصول مین آیا . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب . دو شنبہ ۱۱ ستمبر سنہ ۱۸۶۵ .

---

(۱) یہان کوئی ایك لفظ ساقط معلوم ہوتا ہی .

(۲) اس عریضہ کی جواب مین ۶ ربیع‌الثانی سنہ ۸۲ ھ مطابق ۲۹ اگست سنہ ۶۵ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا : « سہ قطعۂ مفاوضۂ لطف آگین ، اول مع قصیدۂ نادرہ کہ مضامینش مماو بهزاران در غرر معانی بود ، و ثانی مشعر رسید ہنڈوی مبلغ دو صد روپیہ ، و ثالث محتوی بر نسخہ ہای معجون وغیرہ براہ محبت معنوی متواتر یاسمین ریز گریبان وصول نشاط شمول گشتہ . . . . . حالا مزاج راقم بوجوہ خوش وخورم است » .

(٥٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . چاهتا هون که کچھ لکھون . مگر نہین جانتا که کیا لکھون . لازم تها که تعزیت نامه بزبانِ فارسی وعبارتِ بلیغ لکھون . آپکے قدمون کی قسم دل نے قبول نکیا . آرائشِ گفتار نظماً او نثراً واسطے تہنیت کے هے . که دل کثرتِ نشاط سے گل کی طرح کھل رها هے . طبیعت راه دیتی هے . الفاظ ڈهونڈھے جاتے هین . معنی پیدا کئے جاتے هین . اب مین نیم مرده ، دل پژمرده ، خاطر افسرده ، جس باب مین لفظ و معنی فراهم کیا چاهون ، وه سراسر طبع کے خلاف . جس بات کا تصور ناگوار هو ، اوسکے تذکّر سے جی کیون نه بیقرار هو . یه میری قسمت کی خوبی هے ، که هنوز تہنیت اور مدح کا حق ادا نهوا تها که مرثیه لکھنا پڑا . اگر ایك بات میرے خیال مین نه آئی هوتی ، تو مجھے زندگی دشوار تهی . یعنی حضور کو ابتـــدای جلوس مین وه رنج پہنچا ، که اوس سے زیاده تصور مین نہین آتا . پس وساده نشینی کی بدایت اور غمگینی کی نہایت یه چاهتی هے که اب مدة العمر ابداً موبداً حضرت کو کوئی غم نهو . همیشه جهاندار و جهانستان و شاد و شادمان رهین[1] .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

آپ کے قدمبوس کا طالب **غالب** . ١٨ ستمبر سنه ١٨٦٥ .

(قطعۂ تاریخِ رحلتِ سکندر زمانی بیگم)

دریغا که ماند تهی قصرِ دولت ز خاتونِ نامی سکندر زمانی

«چو سیّارِ روضه» بود سالِ فوتش سپس اسمِ وے باد جنت مکانی

١٢٨٢

---

(١) سکندر زمانی بیگم نواب خلد آشیان کی بیوی تهین . انکی والد صاحبزاده سید امداد الله خان ولد صاحبزاده سید کفایت الله خان ولد نواب سید نصر الله خان بهادر ، اور والده آفتاب بیگم بنت صاحبزاده سید کریم الله خان خلف نواب سید فیض الله خان بهادر تهین . سنه ١٢٦٢ هجری مین انکی ساتھ نواب خلد آشیان کی شادی هوئی . نواب سید مشتاق علی خان بهادر عرش آشیان انهین کی بطن سی تهی (انتخاب یادگار ، ص ٢٢٥ ، و اخبار الصنادید ، ج ٢ ، ص ٢٣٠) .

(٥٧)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . ہر چند آبدار خانے کے ساتھ ہونے سے پانی کی طرف سے خاطر جمع ہے ، کہ حضور جو پانی ہمیشہ پیتے تھے وہی پیتے ہونگے . مگر ہرجِ سفر اور اختلافِ ہوا کا خیال ہے . توقع رکھتا ہون کہ نویدِ صحت و اعتدالِ مزاجِ اقدس سے عز اطلاع پاؤن . بُعد اگرچہ بہت نہین ، لیکن طبع پر گران ہے . چشمِ شوق ورودِ موکبِ عالی کی نگران ہے . بقولِ استاد بہ تغیرِ لفظ « جو تم پھر آؤ تو حضرت پھرین ہمارے دن » . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

دوامِ بقایِ حضور کا طالب فقیر غالب . چہار شنبہ ٨ نومبر سنہ ١٨٦٥[1] .

(٥٨)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . مرادآباد پہنچا ، بعد پالکی کے اوتر آنے کے پل کا ٹوٹ جانا ، گاڑیِ اسباب یہانتک کہ رختِ خواب کا مع آدمیون کے

---

(١) یہ خط میرزا صاحب نی رامپور سی لکھا ہی . اس زمانہ مین نواب خلد آشیان دورہ پر تشریف لی گئی تھی . میرزا صاحب نی شمشاد علی بیگ رضوان کو لکھا ہی : « آج شنبہ ٤ نومبر کی ہی . پرسون نواب صاحب دورہ کو گئی ہین . فرما گئی ہین کہ دو ہفتہ مین آؤنگا . آکر چار روز یہان رہین گی . پھر نمایشگاہ بریلی کی سیر کو جائین گی » (اردوی معلی ، ص ٣٢٠) . حکیم غلام نجف خان کی نام کی مکتوب سی معلوم ہوتا ہی کہ ١٢ نومبر کی صبح تك واپس تشریف نہین لائی تھی . فرماتی ہین : « نوابصاحب دوری سی یا آج شام کو یا کل آجائینگی . جشن جمشیدی کی تیاریان ہو رہی ہین » (ایضاً ، ص ٢٣١) .

مولانا حالی مرحوم نی یادگار غالب (ص ٤٢ ، نامی پریس) مین لکھا ہی : « چند روز بعد نواب کلب علیخان مرحوم کا نواب لفٹنٹ گورنر سی ملنی کو بریلی جانا ہوا . انکی روانگی کی وقت مرزا بھی موجود تھی . چلتی وقت نوابصاحب نی معمولی طور پر مرزا صاحب سی کہا ' خدا کی سپرد ' . مرزا نی کہا ' حضرت خدا نی تو مجھی آپ کی سپرد کیا ہی . آپ پھر الٹا مجھکو خدا کی سپرد کرتی ہین ' » . صاحب اخبار الصنادید (ج ٢ ، ص ١٣٧) نی بھی اس لطیفہ کو نقل کیا ہی . اور بہ تتبع حالی لطیفہ کا زمانۂ وقوع روانگی بریلی بتایا ہی . لیکن میری ناقصِ رای مین دورۂ مذکور پر جاتی وقت یہ لطیفہ کہا گیا ہوگا . واللہ اعلم .

اوسی زمہریر کے میدان مین رهنا ، بغیر جاڑے کے کچھ نہ کھانا ، خیر جو اونپر گزری وہ جانین . مین مرادآباد کی سرا مین ایك چھوٹی سی حویلی مین ٹہرا . بھوکا پیاسا کمل اوڑھکر پڑرہا . یہ شعر اپنا پڑھ پڑھکر صبح کی .

گرمِ فریاد رکھا شکلِ نہالی نے مجھے

تب امان ہجر مین دی بردِ لیالی نے مجھے

صبح کو خستۂ و رنجور اوٹھا . صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر(۱) کے بھیجے ہوئے دو فرشتے آئے ، اوٹھاکر سعیدالدین خانصاحب(۲) کے هان لیگئے . صاحبزادہ صاحب نے وہ تعظیم و تکریم اور سعیدالدین خانصاحب نے وہ تکریم و تعظیم کی کہ میری ارزش سے زیادہ تھی . ناگاہ مولوی محمد حسن خان بہادر صدرالصدور(۳) آئے ، اور مجھے اپنے گھر لیگئے . پانچ دن وهان رها . بھائی نواب مصطفی خان بہادر(٤) وهین مجھسے آکر ملے . دوسرے دن وہ رهگرای

---

(۱) صاحبزادہ ممتاز علیخان بہادر کی متعلق صاحب انتخاب یادگار (ص ۳۹۰) کہتی هین : « نیر ، صاحبزادہ محمد ممتاز علیخان ولد صاحبزادہ محمد اعجاز علیخان ولد صاحبزادہ نیاز علیخان ولد صاحبزادہ حسن علیخان ولد جناب مستطاب نواب محمد فیض اللہ خانصاحب بہادر عرش منزل طاب ثراهم . ستائیس برس کا سن هی . میر احمد علی رسا کی شاگرد هین . یہ صاحبزادی نہایت اهلیت شعار هین . خوش خلق وخوش اطوار هین . یہ اونکا کلام هی :

شوق هر چند یہ کہتا تھا کہ بوسی لیجی پر ترا نقش قدم مجھسی مٹایا نگیا »

صاحبزادہ صاحب کو نواب سعید الدین احمد خانصاحب فاروقی کی صاحبزادی منسوب تھین . اس تقریب سی مرادآباد مین سکونت پزیر هوگئی تھی . اور وهین انتقال کیا .

(۲) نواب محمد سعید الدین احمد خانصاحب نواب محمد الدین احمد خانصاحب کی بیٹی اور نواب مجید الدین احمد خانصاحب عرف نواب مجو خان مرادآبادی کی چھوٹی بھائی تھی . ان کی آباء واجداد مین سی ایك بزرگ قاضی عصمت اللہ فاروقی تھی . یہ نواب عصمت اللہ خان بہادر کی لقب سی مفتخر اور عہد عالمگیری مین مختلف صوبون کی گورنر رہ چکی تھی . خود نواب مجو خان بھی بہت بڑی جاگیر کی وارث تھی . لیکن غدر سنہ ۵۷ع مین بجرم بغاوت انھین پھانسی دیدیگئی ، اور اوسوقت سی اس خاندان پر زوال آگیا . مراد آباد مین اس خاندان کی اخلاف أب بھی موجود هین . نواب سعید الدین خانصاحب کی ایك تصنیف « لب لباب رمل » کتابخانۂ ریاست مین محفوظ هی . یہ نسخہ بڑی اهتمام سی لکھاگیا هی . اسلئی خیال هوتا هی کہ خود مصنف نی تیار کرایا هوگا . اس کی دیباچہ مین اونھون نی اپنی خاندان کی ابتدائی تاریخ اور بعد ازان سنہ ۵۷ع مین اسکی بربادی پر ایك مختصر نوٹ لکھا هی .

(۳) محمد حسن خانصاحب صدرالصدور مرادآباد کی متعلق کچھ معلوم نہوسکا .

(٤) نواب مصطفی خان بہادر فرزند عظیم الدولہ سرفراز الملك نواب مرتضی خان بہادر ، جہانگیرآباد کی (باقی)

دارالسرورِ رامپور، اور مین جاده نوردِ ستم آبادِ دهلی هوا. دو شنبه ۲۰ شعبان ۱۲۸۲ ، ۸ جنوری ۱۸٦٦ درِ غمکده پر پهنچا. حضور کے اقبال کی تائید تهی. ورنه مین اور جیتا دلّی پهنچتا(۱).

مغلوبِ غلبۀ غمِ دل غالبِ حزین
کاندر تنش ز ضعف توان گفت جان نبود
از رامپور زنده بدهلی رسیده است
ما را بدین گیاهِ ضعیف این گمان نبود(۲)

(بقیه) جاگیر دار اور بڑی صاحب علم وخوش گفتار شاعر تهی. اردو مین شیفته اور فارسی مین حسرتی تخلص کرتی تهی (اردوی معلی، ص ۱۰۱). ابتداءً حکیم مومن خان سی مشورۀ سخن رها. ان کی انتقال کی بعد میرزا صاحب سی اصلاح لینی لگی تهی. انهون نی اردو شعرا کا ایك قابل استناد تذکره «گلشن بیخار» فارسی زبان مین تصنیف کرکی خود شایع کیا هی. آشوب غدر مین شیفته بهی مشتبه قرار دئی گئی تهی. لیکن آخر کار بری هوگئی. میرزا صاحب سی ان کی بهت مخلصانه روابط تهی. چنانچه جب میرزا صاحب قماربازی کی الزام مین قید کیی گئی تهی تو انهون نی بڑی همدردی کا اظهار کیا تها. حبسیه مین میرزا صاحب نی اس خلوص کا اس طرح اعتراف کیا هی:

رحمت حق به لباس بشر آمد گوئی — خود چرا خون خورم از غم که به غمخواری من
پایۀ خویشتنم در نظر آمد گوئی — خواجۀ هست درین شهر که از پرسش وی
گر بمیرم، چه غم از مرگ، عزادار منست — مصطفی خان که درین واقعه غمخوار منست

شیفته نی ٦۳ سال کی عمر مین سنه ۱۲۸٦ ه (۱۸٦۹ ع) کو وفات پائی.

(۱) میرزا صاحب کو یه مصیبت رامپور سی واپسی کیوقت برداشت کرنی پڑی تهی. وه سنیچر کی دن ۷ اکتوبر سنه ۱۸٦۵ ع کو دلی سی روانا هوی. اور بعد قطع منازل سته پنجشنبه ۱۲ اکتوبر کو رامپور پهنچی. باقر علیخان اور حسین علیخان اس مرتبه بهی ساتھ تهی. نواب خلد آشیان نی اپنا مهان خاص بنایا. جرنیلی کی کوٹهی اقامت کیلئی عطا فرمائی اور تعظیم، تواضع، اخلاق، کسی بات مین کمی نکی. آخر مین کهانی کی، اور گهوڑون اور بیلون کی گهاس دانی کی نقدی مقرر کر دی تهی. جشن تخت نشینی کی بعد میرزا صاحب نی دونون لڑکون کو روانا کردیا. سرکار نی وقت رخصت ایك ایك دوشالا مرحمت کیا. میرزا صاحب خود جمعرات کی دن ۲۲ دسمبر کو رامپور سی روانا هوئی. لیکن سوء اتفاق سی عرض راه مین بیمار هوکر مرادآباد مین ۵ دن ٹهرنا پڑا. اسلئی ۸ جنوری سنه ۱۸٦٦ ع کو دن کی گیارا بجی دلی پهنچی. اس سفر مین اونکی دلی سی باهر رهنی کی کل مدت تین ماه هوتی هی. مزید تفصیل دیباچه مین ملاحظه هو.

(۲) میرزا صاحب نی یه قطعه سفر کلکته کی سلسله مین لکها تها. رای چهج مل کهتری کو سفر مذکور کی واقعات پر مشتمل ایك خط لکها هی، جو پنج آهنگ کی ص ۱۰۰ پر درج هی. اوس خط مین یه قطعه موجود هی. لیکن وهان بجای «غلبۀ غم» (سطوت غم) اور بجای مصرع ثالث (گویند زنده تا به بنارس رسیده است) تحریر هی.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب. چار شنبه ۲۲ شعبان و ۱۰ جنوری سال جشن حضور[1].

(۵۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد تسلیم معروض هے. عنایت نامۂ والا کے مشاهده نے مجکو میری حیات پر یقین عنایت کیا. اس سفر کا حال کیا عرض کرون. دلی سے رامپور تك ذوقِ قدمبوس مین جوانانه گیا. اختلافاتِ آب و هوا و تفرقۂ اوقاتِ غذا کو هرگز نمانا. اور رنجِ راه کو هرگز خیال مین نه لایا. وقتِ معاودت اندوهِ فراق نے وه فشار دیا، که جوهرِ روح گداز پاکر هر بنِ موسے ٹپك گیا. اگر آپ کے اقبال کی تائید نهوتی، تو دلی تك میرا زنده پهنچنا محال تها. جاڑا، مینهه، قبض و انقباض، فقدانِ جوع، فاقه هایِ متواتر، منزلهایِ نامانوس، هاپوڑ تك آفتاب کا نظر نه آنا، شب و روز هوایِ زمهریر کا جانگزا رهنا. بارے هاپوڑ سے چلکر نیر اعظم کی صورت دکهائی دی. دهوپ کهاتا هوا دلی پهنچا. ایك هفته کوفته و رنجور رها. اب ویسا پیر و ناتوان هون جیسا که اس سفر سے پهلے تها. خدا وه دن کرے که پهر اوس در پر پهنچون[2].

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار
نجات کا طالب غالب. ۲۱ جنوری سنه ۱۸۶۶.

---

(۱) لفافه پر ۱۰ جنوری سنه ۱۸۶۶ تحریر هی.

(۲) نواب خلد آشیان کو میرزا صاحب کی مصائب سفر کی روداد نواب مصطفی خان بهادر کی زبانی معلوم هوئی، تو اونهون نی ۱۷ شعبان سنه ۸۲ ه مطابق ۵ جنوری سنه ۶۶ ع کو مرادآباد کی پته پر میرزا صاحب کو تحریر فرمایا: «زبانی نواب مصطفی خان بهادر کی دریافت هوا، که مرادآباد مین کچهه طبیعت آپکی علیل هوگئی هی. باستماع اس امر کی باعث کمال تردد کا هوا. اسواسطی حواله خامۂ محبت نگار کی هوتا هی که خیریت مزاج سی مطلع کیجیی. اور اگر هنوز طبیعت مائل باعتدال نهو، اور آپکا اراده قیام مرادآباد کا تا درستی طبیعت هو، تو آپ رامپور مین تشریف لائیی. یهان معالجه بخوبی عمل مین آئیگا».

لیکن فرمان کی اصل مثل مین موجود هی، اور اوس کی لفافه پر تحریر هی که «خط هذا هرکارۂ برنده از مرادآباد بجهت تشریف فرما شدن مرزا نوشه صاحب به دهلی واپس آورد. مرقوم ۲۱ شعبان (باقی)

(٦٠)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . اپنا حال اس سے زیادہ کیا لکھون کہ آگے ناتوان تھا ، اور اب نیمجان ہون . برخوردار نواب مرزا خان اپنے مشاہدہ کے مطابق جو میری حقیقت عرض کرے وہ مسموع و مقبول ہو[1] .

حضور اس مطلع کے لفظ و معنی کی حدت و جدت کی داد چاھتا ہون .

هم در قیام زنده نیم کز برایِ خویش   آنوقت لای نافیه ام از دوپایِ خویش

ایك غزل نئی طرز کی نئی بحر مین عرض کرتا ہون[2] . یہ جشنِ حال کی نذر ہے . خدا کرے مقبول ہو . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس   هر برسکے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ۲۹ مارچ سنه ١٨٦٦ .

بحر هزج مثمن سالم

فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن

٭ ای خداوندِ خردمند و جہان داورِ دانا ٭

٭ وی به نیروی خرد بر همه کردار توانا ٭

(بقیه) سنه ١٢٨٢ ھ » . اس سی معلوم ھوتا ھی کہ مرزا صاحب کو فرمان موصول نہوا . مگر اس عرصہ مین اونکا عریضہ نمبر (٥٨) رامپور پہنچ گیا . اس کی جواب مین سرکار نی ١٥ جنوری کو تحریر فرمایا : « جو که وقت اطلاع انحراف طبیعت آپکی مرکز اعتدال سی بمقام مرادآباد رقیمۃ الوداد اس مضمون سی کہ اگر ارادہ قیام مرادآباد کا واسطی معالجہ کی ہو ، تو رامپور کو معاودت کیجی ، یہان معالجہ بخوبی عمل مین آئیگا ، ہمدست ہرکارہ کو بھیجا گیا تھا . لیکن آپ وھان سی روانا دھلی کو ھو گئی تھی . ھرکارہ خط واپس لایا اوسروز سی کمال انتظار وصول مفاوضہ خیریت کا تھا . الحمد للہ کہ وصول نمیقۂ لطف آگین باعث اطمینان ھوا » . میرزا صاحب کا عریضہ نمبر (٥٩) اسی فرمان کا جواب ھی .

(١) میرزا صاحب نی ١٢ مئی سنه ٦٦ ع کو منشی حبیب اللہ خان ذکا کی نام ایك خط مین اس سی ملتی جلتی الفاظ مین اپنی حالت بیان کی ھی . فرماتی ھین : « آگی ناتوان تھا . اب نیمجان ھون . آگی بہرا تھا . اب اندھا ھوا چاھتا ھون . رامپور کی سفر کا رہ آورد ھی رعشہ و ضعف بصر . جہان چار سطرین لکھین . اونگلیان ٹیڑھی ھو گئین . حرف سوجھنی سی رهگئی » (اردوی معلی ، ص ٣٨) .

(٢) یہ غزل کلیات نظم فارسی مین موجود نہین ھی .

ای برفتار و بدیدار، بزیبائی و خوبی
سروِ نوخاسته آسا، مہِ ناکاستہ مانا
به ادا پایه فزایا، بنظر عقده گشایا
بکرم ابرِ عطایا، بغضب برق سنانا
به نگه خسته نوازا، بسخن بذله طرازا
به قلم غالیه سایا، به نفس عطر فشانا
شہ نشان کلبِ علیخان که توئی یوسفِ ثانی
نبود ثانی و همتایِ تو در دهر همانا
دانم از حال و مآلم خبرے داشته باشی
سر نوشتِ ازلی گرچه ندارد خطِ خوانا
دشمنم چرخ و تو بینیّ و نسوزی بعتابش
به عدو صاعقه ریزا، به محب فیضرسانا
جانشینِ تو کند نامِ ترا زنده بگیتی
باد فردوسِ برین جایِ تو فردوس مکانا
غالب از غم چه خروشی، بتو زیباست خموشی
با کریمِ همه دان هیچ مگو هیچ مدانا

(٦١)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ہے۔ منشورِ مکرمت ظہور مع ہنڈوی عزِ ورود لایا۔ سو روپیہ تنخواہِ اپریل سنہ ۱۸٦٦ کا معرضِ وصول مین آیا۔ زیادہ حدِ ادب۔

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب۔ ۱٤ مئی سنہ ۱۸٦٦ عیسوی[1]۔

---

(۱) اس عریضه کی لفافه پر ۱۵ مئی سنه ۱۸٦٦ تحریر هین۔ غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تها۔

(۶۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل ایک عرضداشت مع ایک غزل کے ڈاک مین بھیجی گئی[۱] . شام کو منشورِ عطوفت مع ہنڈوی تنخواہِ مئی سنہ ۱۸۶۶ عزِ ورود لایا. سو روپیہ معرضِ وصول مین آیا. آج صبحدم وقتِ تحریر اس عرضی کے حضرت فردوس مکان کا دیوان پیشِ نظر تھا. اوس مین یہ شعر نظر پڑا. اوسکے مضمونِ حکیمانہ و عارفانہ نے بڑا مزہ دیا. یقین ہے کہ اوسکو پڑھکر حضرت بھی حظ اٹھائینگے.

وہ جسطرح سے جسے چاہے اوسطرح پالے
کسیکا کچھ نہین پروردگار پر لینا

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عرضۂ اسد اللہِ ترقی خواہ. معروضۂ دہم جون سنہ ۱۸۶۶ .

(۶۳)

(قطعہ در گزارشِ سپاسِ یاد آوری بعالی خدمت جناب مولوی آغا احمد علی صاحب جہانگیر نگری

مولوی احمد علی احمد[۲] تخلص نسخۂ
در خصوصِ گفتگوی پارس انشا کردہ است

---

(۱) میرزا صاحب کا حوالۂ بالا خط اور غزل مثل مین موجود نہین ہین.

(۲) مولوی احمد علی احمد تخلص جہانگیر نگر (بنگال) کی باشندی اور مدرسۂ کلکتہ کی مدرس تھی. انھون نی میرزا صاحب کی قاطع برہان کی جواب مین «موید برہان» نامی رسالہ تصنیف کیا تھا. مذکورۂ بالا قطعہ اوسکا جواب ھی (اردوی معلی، ص ٤٤). میرزا صاحب نی موید برہان اور چند دیگر رسائل کی جواب مین تیغ تیز نامی رسالہ بھی لکھا ھی. اوس مین آغا احمد علی کی باری مین لکھتی ہین: «عربیت مین امین الدین سی بڑھکر، فارسیت مین برابر، فحش و ناسزا گوئی مین کمتر. جتنی الفاظ تذلیل کی ہین، وہ چن چنکر میری واسطی استعمال کئی، اور یہ نہ سمجھا کہ غالب اگر عالم نہین، شاعر نہین، آخر (باقی)

کیچ و مکران را که در سند است واز ایران جدا
شاملِ اقلیمِ ایران بےمحابا کرده است
قومِ براُچ را بایرانی نژادان داده خلط
ترکِ ترکانِ سمرقند و بخارا کرده است
در جهان توام بود رویِ وی و پشتِ قتیل
پیشوایِ خویش هندوزادهٔ را کرده است
هندیان را در زباندانی مسلم داشته
تاچه اندر خاطرِ والایِ او جا کرده است
خوش برآمد باهمه هندوستان زایان چه خوش!
تکیه آرے بر ولادتگاهِ آبا کرده است
هرکه بینی با زبانِ مولدِ خود آشناست
سازِ نطقِ موطنِ اجداد بیجا کرده است
خواجه را از اصفهانی بودنِ آبا چه سود؟
خالقش در کشورِ بنگاله پیدا کرده است

(بقیه) شرافت و امارت مین ایك پایه رکھتا هی. صاحب عز و شان هی. عالی خاندان هی. امرای هند، روسای هند، مهاراجگان هند سب اسکو جانتی هین. رئیس زادگان سرکار انگریزی مین گنا جاتا هی. بادشاه کی سرکار سی نجم الدوله خطاب هی. گورمنٹ کی دفتر مین ' خانصاحب بسیار مهربان دوستان ' القاب هی. جس کو گورمنٹ خانصاحب لکھتی هی. اس کو سڑی اور کتا اور گدھا کیونکر لکھون. فی الحقیقت یه تذلیل بفحوای ' ضرب الغلام اهانة المولی ' گورمنٹ بهادر کی توهین اور وضیع و شریف هند کی مخالفت هی. میرا کیا بگڑا. مولوی نی اپنا پاجی پن ظاهر کیا. مین نی امین بیدین کو شیطان کی حواله کیا. اور احمد علی کی الفاظ مذموم سی قطع نظر کیا. اور ان کی مطالب علمی کا جواب اپنی ذمه لیا» (تیغ تیز، بحوالهٔ غالب، ص ۳٤۷). مرزا صاحب کی اس قطعه کی جواب مین آغا احمد علی کی ایك شاگرد فدا سلهٹی نی اسی زمین مین قطعه لکھا، جس کا جواب غالب کی دو شاگردون باقر علی خان باقر اور فخرالدین حسین خان سخن نی اسی بحر وقافیه مین دیا. فدا نی ان کی دونون قطعون کا جواب الجواب لکھا. اور ان سب کو بالترتیب «تیغ تیز تر» مین شایع کیا. کتابخانه مین یه کتاب موجود هی. اور اپنی دلچسپی کی بنا پر قابل مطالعه هی. مولوی احمد علی نی سنه ۱۲۸۰ ف مین انتقال کیا (تاریخ لطیف مصنفه مهدیعلیخان تحویلدار کتب خانه، ص ۱۵). یه سال فصلی سنه ۱۲۹۰ ه اور سنه ۱۸۷۳ ع کی مطابق هوگا (تشریح السنین قلمی، ص ۱۷۹، فن هیئت اردو نمبر ۱).

با قتیل و جامعِ برهان و لاله ٹیك چند
لابهٔ و سوگیری و لطف و مدارا کرده است
داوریگاهے بنا فرمود و در وی هر سه را
منصف و صدرِ امین و صدرِ اعلی کرده است
گر چنین با هندیان دارد تولا در سخن
من هم از هندم چرا از من تبرّا کرده است
کرده است از خوبیِ گفتارِ من قطعِ نظر
ظلم زین قطعِ نظر بر چشمِ بینا کرده است
میلِ او با هر کسے از هند و حیفش خاصِ من
حیف و میلے با دو عالم شور و غوغا کرده است
مطلب از بد گفتنِ من چیست؟ گوئی، نیکمرد
مزدِ این کار از حق آمرزش تمنا کرده است
ور چنین نبود چنان باشد که در عرضِ کمال
تا بر آرد نام این هنگامه برپا کرده است
صاحبِ علم و ادب، وانگه ز افراطِ غضب
چون سفیهان دفترِ نفرین و ذم وا کرده است
در جدل دشنام کارِ سوقیان باشد، بلے
ننگ دارد علم از کاریکه آغا کرده است
انتقامِ جامعِ «برهانِ قاطع» می کشد
آنچه ما کردیم با وی، خواجه با ما کرده است
من سپاهی زاده ام، گفتارِ من باید درشت
وائے بر وے گر به تقلیدِ من اینها کرده است
زشت گفتم، لیك دادِ بذله سنجی داده ام
شوخیِ طبعے که دارم این تقاضا کرده است

میکند تائیدِ «برهان»، لیك برهان ناپدید
نیست جز تسلیمِ قولش هرچه انشا کرده است
سستیِ طرزِ خرامِ خامۂ «برهان» نگار
یا نمیدانست، یا دانسته اخفا کرده است
بهرِ من توهین و بهرِ خویش تحسین جا بجا
هم مرا هم خویش را در دهر رسوا کرده است
آید و بیند همان اندر کتابِ مولوی
هرچه از هنگامه گیران کس تماشا کرده است
لغو و حشو و ادعای محض و اطنابِ ممل
مار و موش و سوسمار و گربه یکجا کرده است
بگزر از معنی، همین الفاظِ برهم بسته بین
باده نبود، شیشه و ساغر مهیا کرده است
یافتم از دیدنِ تاریخهایِ آن کتاب
خود بدم گفت و باحبابِ خود ایما کرده است
غازیان همراهِ خویش آورده از بهرِ جهاد
تا نه پنداری که این پیکار تنها کرده است
جوش زد از غایتِ قهر و غضب خون در دلش
تا زبانش را بدین کَلْپَتَره(۱) گویا کرده است
آتشِ خشمی که سوزد صاحبِ خود را نخست
در دلش، همچون شرر در سنگ، ماوا کرده است
چون نباشد باعثِ تشنیع جز رشك و حسد
یاد غالب خسته تر گر خسته پروا کرده است

(۱) کلپتره بفتح کاف و سکون لام و فتح بای فارسی احمقانه کلام.

از جانبِ آمرزشخواہِ جرمِ بیراھه روی اسد الله خانِ غالب دهلوی][1] .

(٦٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج شنبه ۱۰ ماهِ اگست سنه ١٨٦٦ کی ھے . فقیر چشم براه تها ، که اب ڈاك کا هرکاره آتا ھے ، اور هنڈوی ملفوفۂ نوازشنامه لاتا ھے . ناگاه اسوقت ڈاك کا آدمی ایك خط برخوردار منشی سیلچند[2] کا لایا . اوس مین مندرج تها که تو نے جون سنه حال کی تنخواه کی رسید کیون نه بهیجی . اور بعد اسکے یه لکها تها که جولائی کی تنخواه کی چٹهیان هوتی جاتی هین . اب دو ایکدن مین تیری تنخواه بهی بهیجی جائیگی . متحیر که یا رب مین حسبِ معمول تنخواهِ جون کی رسید ارسال کرچکا هون . اب دوباره رسید کیون مانگی جاتی ھے . پهر یه تو گویا پیامِ مرگ تها که جولائی کی تنخواه اب روانا هوگی . یا رب ۱۰ کو وعده ، ۱۳ ، ١٤ کو چلے گی . بیسوین تك مجهے پهنچیگی . اور میرا حال یه که انگریزی تنخواه گهر مین اور کچه قرض کی قسط مین جاتی ھے . حضور کے عطیه پر میرا اور شاگرد پیشه کا اور حسین علی کا گزارا ھے . عالم الغیب جانتا ھے جسطرح گزرتی ھے . چار سو ساڑ ھے چار سو کا قرض باقی ھے . اب کوئی قرض بهی نهین دیتا . خلاصه دو عرضین هین . ایك تو یه که مین جون کی تنخواه کی رسید بهیج چکا هون . اگر ڈاك مین تلف هوگئی هو تو اور لکه بهیجون . دوسری یه که اس مهینے کی ، یعنی جولائی کی ، تو تنخواه خیر ۲۰ ماهِ اگست تك پهنچ جائیگی . آینده کو حکم هو جائے که هر مهینے کی پهلی دوسری کو فقیر کی تنخواه ، که وه محض صیغۂ خیرات ھے ، بهیجی جایا کرے .

---

(۱) دارالانشاء کی فائل مین یه قطعه منسلك اور اسکی لفافه پر ۳۱ جولائی سنه ١٨٦٦ع تاریخ درج هی . مرزا صاحب نی اسکو اکمل المطابع مین یکرخه طبع کراکی اپنی احباب کو تحفة بهیجا تها . چونکه یه بغیر عریضه کی نوابصاحب کو ارسال کیا گیا تها ، اسلئی میتی متن مین شامل کرنا مناسب خیال کیا .

(۲) منشی سیلچند کیلئی خط نمبر ۱۰۹ کا ذیل ملاحظه هو .

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون
نجات کا طالب غالب .

(٦٥)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے. پهلے اپنا حال عرض کر لون ، تب کچھ اور مـــدعا لکھون . غم نے بشمول بڑهاپـے کے پست و مضمحل کر دیا هے. حضرت کے قـدمون کی قسم! نه حواس درست ، نه رای صحیح . برسون سے مکروهات مین مبتلا رهتے رهتے اب طاقت تحمل کی نرهی . خدا جانے کیا هوتا هے ، کیا سمجهتا هون . کیا کرنا چاهئے ، کیا کرتا هون . کل آخرِ روز میر منشیِ حضور کا خط آیا . جون کی تنخواه کی رســید کے نه پهنچنے کی اطلاع پائی . تهیـدستی و قرض کے رنج مین خستۂ وآزرده بیٹها تها . اوسی وقت عرضی لکهی . اگرچـه ڈاك کا وقت نتهـا ، مگر بهیجـدی . آج آخرِ روز توقیعِ وقیع مع جولائی کی تنخواه کی هنڈوی کے پهنچا . هنڈوی مختـار کار کو دی ، اور یه عرضی لکهنے بیٹها . اسکهکر لفـافه کر رکهتا هون . کل صبحـدم ڈاك مین بهیجـدونگا . اگر عرضیِ سـابق مین کوئی بات گستاخی و دیوانگی و بدحواسی کی هو ، توفقیر کی خطا معاف هو . میر منشی صاحب کے اگر مخالفِ طبع کوئی لفظ هو تو وه بهی در گزر کرین . جون کی تنخواه کی رسید کا لفـافه ڈاك مین گم هوگیا هوگا . اگر مین بهی بهول گیا هون تو بعیـد نهین . بلکه اغلب هے که غالب کو سهو هوا هو . ملازمانِ درِ دولت پر ظـاهر هو که جون کی تنخواه جولائی مین ، اور جولائی کی اگست مین مین نے پائی . آینده هر انگریزی مهینے کی دوسری تیسری کو روانگیِ هنڈوی کا متوقع هون . زیاده حدِ ادب[1].

---

(۱) نواب خلد آشیان نی ۱۳ ربیع الثانی سنه ۸۳ ھ مطابق ۲۵ اگست سنه ٦٦ ع کو جواباً تحریر فرمایا : «رسید ثانی ضرور نهین هی . اور حسب الایمـا واسطی بهیجی جانی هنڈوی مشاهره آپکی اسطور پر که تاریخ پهلی یا دوسری تك آپکی پاس پهونچ جایا کری ، حکم بنام اهالی سرشته کی صادر هوگیا هی » .

تم سلامت رھو ھزار برس ہر برسکے ھون دن پچاس ھزار

۱۳ اگست سنه ۱۸٦٦ . عفو و رحم کا طالب غالب .

(٦٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت مد ظله العالی .

بعدِ تسلیم معروض ھے . توقیعِ وقیع مع دیباچۂ شرحِ اشعارِ بدرِ چاچی[۱] عز ورود لایا . کیا عرض کرون که کیا عالم نظر آیا . واقعی افتتاحِ کلام بطرزِ میرزا طاھر وحید[۲] ، اور پھر نگارشِ مطالب بشیوۂ میرزا جلالایِ طباطبائی[۳] ھے . لیکن دونون صورتون مین دیباچۂ اعجازِ خسروی[٤] کا رنگ جلوه گر ھے . پس ناقدِ بصیر کے نزدیك یه نگارش ، طاھرِ وحید اور جلالا کی عبارت سے بہتر ھے . یه عرضداشت جلد بھیجتا ھون ، تا که حضرت پر پہنچنا اوس دیباچه یا تقریظ کا ظاھر ھوجائے .

برسات ایسی ھوئی ھے که مین باون ترپن برس سے یہان رھتا ھون .

---

(۱) بدرالدین محمد چاچی ، چاچ (تاشقند) کی رھنی والی تھی ، سلطان محمد بن تغلق (سنه ۷۲۵ ھ - ۷۵۲ ھ) کی عہد مین ھندوستان آئی . اور اوسکی مدح سرائی مین اپنی عمر کا بڑا حصه گزارا . سلطان محمد بڑا علم دوست بادشاه تھا ، اوسنی انکی کافی قدر و منزلت کی ، اور « فخرالزمان » خطاب دیا . بدر نی سنه ۷٥٤ ھ (۱۳٥۳ ع) مین انتقال کیا . انکی قصائد شہرت عام کی مالك ھین . لیکن تلمیحات وکنایات کی افراط کی سبب سی شیرینی غائب ھوگئی ھی .

(۲) میرزا طاھر وحید بن میرزا حسین خان قزوینی مشھور شاعر اور نثار ھی . یه قزوین مین پیدا ھوا . سنه ۱۰٥٥ ھ (۱٦٤٥ ع) مین شاه عباس صفوی نی اپنا مجلس نویس مقرر کیا ، سنه ۱۱۰۱ ھ (۱٦۸۹ ع) مین وزیر بنایا گیا ، اور ۱۸ سال تك اسی عہده پر رھا . یه فن انشاء مین خاص طرز کا مالك ھی . لیکن اشعار کی شہرت صرف عہدۂ وزارت کی بدولت ھوئی . طاھر کی تاریخ وفات مین اختلاف ھی . بعض سنه ۱۱۰٥ ھ اور بعض سنه ۱۱۰۸ ھ لکھتی ھین . لیکن ریو نی لکھا ھی که تقریباً سنه ۱۱۲۰ ھ (۱۷۰۸ ع) مین انتقال کیا .

(۳) میرزا جلالائی طباطبائی اصفہان مین پیدا ھوا . سنه ۱۰٤٤ ھ (۱٦۳٤ ع) مین ھندوستان آیا ، اور شاه جہان کی دربار کا مورخ مقرر ھوا . مگر ابھی ٥ سال کی تاریخ لکھنی پایا تھا که حساد نی سازش کی ، اور کام رك گیا . یه بھی انشاء مین ایك خاص طرز کا مالك ھی .

(٤) اعجاز خسروی امیر خسرو دھلوی متوفی سنه ۷۲٥ ھ (۱۳۲٥ ع) کی تصنیف ھی . یه نثر کی ممتاز کتابون مین شمار ھوتی ھی ، اور نولکشور پریس لکھنو مین طبع ھوچکی ھی .

عرش آرامگاہ اکبر شاہ[1] کے عہد مین ایکبار ایسی برسات دیکھی تھی ، یا امسال نظر آئی ہے . اوراقِ مرسلۂ حضور مومین جامہ مین لپیٹ کر بسبیل پارسل ارسال کرونگا ، یا پرسون دو شنبہ کو یا سہ شنبہ کو .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

روزِ شنبہ یکم ستمبر سنہ ۱۸٦٦ . نجات کا طالب غالب[2] .

(٦۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ مکرمت ظہور عزِّ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٦ معرضِ وصول مین آیا .

نثرِ نثرہ نثار[3] کے اوراق ۳ ستمبر ماہِ حال کو ارسال ہوئے ہین . نظرِ انور سے گزرے ہونگے .

---

(۱) اکبر شاہ، شاہ عالم کا لڑکا اور دہلی کے آخری بادشاہ ظفر کا باپ تھا. ۲۳ اپریل سنہ ۱۷٦۰ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۱۷۳ ھ کو پیدا ہوا . اور ۱۹ نومبر سنہ ۱۸۰٦ ع = ۷ رمضان سنہ ۱۲۲۱ ھ کو ۴۸ سال کی عمر مین تخت پر بیٹھا . اسنی ۳۱ سال سلطنت کی ، اور ۲۸ ستمبر سنہ ۱۸۳۷ ع مطابق ۲۸ جمادی الآخرہ سنہ ۱۲۵۳ ھ کو جمعہ کی دن فوت ہوا . اکبر شاہ شاعر بھی تھا ، اور شعاع تخلص کرتا تھا .

(۲) میرزا صاحب کا یہ عریضہ نواب خلد آشیان کی فرمان مورخۂ ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۷ اگست سنہ ۱۸٦٦ ع کا جواب ہی.. القاب وآداب کی بعد نوابصاحب نی تحریر فرمایا ہی : «...... درین ولا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی از نوك قلم جلوہ خیز گردیدہ . اولا بر دیباچۂ صور عبد الرحمن وحید وما بقی بر طرز جلالای طباطبائی نگاشتہ ام . چون زیور اصلاح در گنج خانۂ عالی طبیعت آن استاد زمان مخزونست ، بہمین نظر آن نقش باطل را مرسل ساختہ ، مرقوم کہ آنچہ فطرت کمالت سرشار نہ پسندد ، خامۂ اعجاز نگار را بر پرچۂ ثانیہ علاوہ ازین مجموعۂ پریشانی بہ تلافیش تکلیف تحریر دهند . وباسرع ازمنہ دیدۂ سفیدان این دیار را از سرمۂ جواہر آگین جواب باصواب مسرور وشادمان سازند» . شرح قصائد بدر چاچی ، جسکا فرمان مین ذکر ہی ، مولوی محمد عثمان خان بہادر مدار المہام کی تصنیف ہی . خان موصوف نواب خلد آشیان کی خدمت مین عہد ولیعہدی سی آمد ورفت رکھتی تھی . زبان فارسی اور حساب وغیرہ سی بخوبی واقف، اور قدری عربی آشنا تھی . جب نواب صاحب تخت نشین ہوی، تو ان کا تقرب اور رسوخ یہانتك بڑھا ، کہ ریاست کی مدار المہام بنادئی گئی . مزاج مین قدری درشتی اور جبر تھا . اسوجہ سی ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۲۹۰ ھ (۱۸۷۳ ع) کو ایك پٹھان کی ہاتھ سی زخمی ہوکر ۱۲ ماہ مذکور کو انتقال کرگئی (اخبار الصنادید ، ج ۲ ، صفحہ ۱۵۲-۱۵٦) .

(۳) اس نثر سی مذکورۂ بالا تقریظ شرح قصائد بدر چاچی مراد ہی .

اردو کا دیوان ایك شخص کو دیا ہے. فارسی دیوان کا شیرازہ کھولکر چند شخصون کے حوالے کیا ہے. بعدِ اتمامِ تحریر نذر کیا جائیگا[۱]. بھائی ضیاء الدین خان[۲] کا مجموعۂ نثر و نظمِ فارسی و اردو، سراسر دیکھا ہوا میرا، جو اونکے کتابخانہ مین تھا، غدر مین لٹ گیا. بعدِ غدر ذوقِ شعر باطل اور دل افسردہ ہو گیا. دو تین غزلین، فارسی، ہندی، جو لکھی ہین، اوسکا انتخاب بھی پہنچیگا.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

---

(۱) نواب صاحب نی ۱۳ ربیع الثانی سنه ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲۵ اگست سنه ۱۸۶۶ ع کو میرزا صاحب کو تحریر فرمایا تھا : « ... مطلب دگر، جو کہ راقم کو ترتیب بیاض اشعار منتخبۂ اساتذۂ پارسی و اردو کی منظور ہی، اسواسطی حواله خامۂ محبت نگار کی ہوتا ہی کہ آپ انتخاب دیوان فارسی اور اردو اپنی کا فرما کر مع انتخاب کلام ضیاء الدین خانصاحب لطف کرین، تا شامل انتخاب کی، جو اس سرکار مین عمل مین آیا ہی، ہو جای ». میرزا صاحب نی حسب الحکم اردو دیوان کا انتخاب ۷ ستمبر کو اور فارسی کلیات کا انتخاب ۲٤ ستمبر کو ارسال کیا. یه دونون انتخابات جو حسب تصریح فرمان مورخه ۱۹ جمادی الاولی سنه ۱۲۸۳ ھ مطابق ۳۰ ستمبر سنه ۱۸۶۶ ع اس تاریخ سی قبل موصول ہو چکی تھی، کتب خانه سرکاری مین محفوظ ہین، اور ضروری حواشی و مقدمات کی ساتھ انشاء الله عنقریب شائع کئی جائین گی.

(۲) نواب ضیاءالدین احمد خان بہادر نواب احمد بخش خان والئی فیروزپور جھرکہ وجاگیردار لوہارو کی خلف اصغر تھی. انکی چچازاد بہن غالب سی منسوب تھین. لیکن اس نسبتی رشته کی علاوه اہم رابطہ یہ تھا کہ نوابصاحب فن شعر مین غالب کی شاگرد تھی. یه فارسی مین نیر اور اردو مین رخشان تخلص کرتی تھی (اردوی معلی، صفحه ۱۰۰). انکی سلامتی ذوق وحسن طبیعت مسلم ہی. خود میرزا صاحب بھی اسکی معترف تھی، اور انہین اپنا نمونه کہتی تھی. کلیات فارسی مین انکی مدح مین ایك قصیده ہی. اوس مین میرزا صاحب فرماتی ہین :

بنکته شیوۂ شاگرد من بمن باناست صنم بصورت خود می تراشد آذر من
اگر چه اوست ارسطوی ومن فلاطونم بود بپایه ارسطوی من سکندر من

ضیاءالدین خان کی پاس کتابون کا بڑا نایاب ذخیره تھا. الیٹ صاحب نی تاریخ ہند کی ترتیب مین اوس سی استفاده کیا ہی. اس کتب خانه کی متعلق مرزا صاحب لکھتی ہین : « میرا ایك نسبتی بھائی ہی نواب ضیاءالدین خان سلمه الله تعالی. وه میری نظم ونثر کو فراہم کرتا رہتا تھا. چنانچه مجمع نثرین، اور کلیات نظم فارسی اور کلیات نظم اردو سب نسخی اوسکی کتب خانه مین تھی. وه کتابخانه که، ڈر کر عرض کرتا ہون، ۲۰ ہزار روپیه کی مالیت کا ہوگا، لٹ گیا. ایك ورق نہین رہا» (عود ہندی، صفحه ۲۹). نواب ضیاءالدین خان بہادر نی سنه ۱۳۰۲ ھ مطابق سنه ۱۸۸۳ ع مین وفات پائی. میر مہدی مجروح نی مصرع «اب نه باقی رہی وه رونق شہر دہلی» سی ہجری سال نکالا ہی (تاریخ لطیف، ص ۲٤۱).

اسد اللہ بیدستگاہ. دو شنبہ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۸۶۶.

(۶۸)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. خاطرِ اقدس مین نگزرے کہ غالب تعمیلِ احکام مین کاہل ہے. بصارت مین فتور. ہاتھ مین رعشہ. حواس مختل. ناچار کاتب کی تلاش کی. شہر سراسر ویران ہے. کاتب کہان؟ بارے ایک دوست نے کاتب نشان دیا. اردو کا دیوان، اشعار پر صاد کرکے، اوسکو حوالہ کیا. کل وہ اجزایِ منقولہ آئے. آج بطریقِ پارسل مع اس عرضی کے ارسال کئے. خط کاتب کا مجکو پسند نہین آیا. حضرت کو کیونکر پسند آئیگا. اغلاط اتنے تھے کہ مجکو تحریر کی برابر محنت پڑی. فارسی کے کلیات کا شیرازہ کھولکر اجزا اوسکے احباب پر تقسیم کردئیے ہین. جابجا اشعار پر صاد کردئیے ہین. وہ بھی میرے انتخاب کے مطابق نقل ہو رہے ہین. بعدِ اتمام وہ بھی پیشکش کرونگا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ترحم کا طالب غالب. سہ شنبہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸۶۶.

(میرزا صاحب نے اصلاحِ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی کے سلسلہ مین ۱۹ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع کو ایک عریضہ روانا کیا تھا. مثل مین اوسکا لفافہ موجود ہے. میر منشی صاحب لکھتے ہین: « اصلِ خط کہ بمقدمۂ تقریظِ شرحِ بدرِ چاچی بود در حضورِ پرنور ماند »)[1].

(۱) یہ عریضہ نواب صاحب کی اس تحریر کا جواب تھا: «... نامۂ محبت آئین مع تقریظ بدر چاچی ومضامین اصلاح آگین سرمہ کش چشم وصول گشتہ روشنی بخش عیون دیدہ سفیدان انتظار گردید. چنانچہ نظیر ہمہ الفاظ کہ شاید عجالتاً بامعان نظر ملاحظہ نشدہ مرسل داشتہ ام. چشم کہ اگر اقوال این ہمہ اساتذہ قابل اعتبار باشد فبہا. والا بعد مشاہدہ از چگونگی آن مطلع سازند. المرقوم ۲ جمادی الاولی سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۱۳ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ ع». اس فرمان کے ساتھ فرہنگ جہانگیری و رشیدی وغیرہ سے تلاش کرکے نظائر روانا کیے گئے تھے. اونکا یہان نقل کرنا باعث طوالت ہوگا.

(۶۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . اردو دیوان کا انتخاب بھیج چکا ہون . یقین ہے کہ حضرت کی نظرِ انور سے گزر گیا ہو . آج فارسی دیوان کا انتخاب بطریقِ پارسل اس عرضی کیساتھ بھیجتا ہون . اور بھائی ضیاء الدینخان بہادر نے جو اوراق میرے پاس بھیجے ہین ، وہ بھی اسی پارسل مین رکھدئے ہین . حضرت اس غریب کا مجموعۂ نظم و نثر غدر مین لٹگیا . بعدِ غدر جو کچھ کہا ہے ، وہ یہی ہے جو پہنچتا ہے . اس درویش نے صرف غزلین اور رباعیون کا انتخاب بھیجا ہے . قصائد و قطعات و مثنویات کا انتخاب ابھی نہین بھیجا . اگر حکم ہو تو وہ بھی بھیجون . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب **غالب** . ۲۴ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ .

(۷۰)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . منشورِ مکرمت ظہور عزِ ورود لایا . سو روپیہ بابت تنخواہِ ماہِ ستمبر سنہ ۱۸۶۶ معرضِ وصول مین آیا . اشعارِ فارسی و اردو پہنچے . خدا کرے پسند آئین . افسوس کہ برخوردار نواب مرزا خان نے میرا حال سامعۂ اقدس پر عرض نکیا . حضور ملك و مال جسکو جسقدر چاہین عطا کر سکتے ہین . مین آپ سے صرف راحت مانگتا ہون . اور راحت منحصر اس مین ہے کہ قرضِ باقیماندہ ادا ہوجائے ، اور آیندہ قرض لینے کی حاجت نہ پڑے .

تم سلامت رہو قیامت تك   دولت و عز و جاہ روز افزون

اسد اللہ بید ستگاہ . ششم اکتوبر سنہ ۱۸۶۶ .

(۷۱)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . اس عنایت نامے مین ایك فقرہ نظر پڑا کہ جس سے مین کانپ اوٹھا . « مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است »[1] . یہ ذلیل کو عزت دینی اور دکانِ بے رونق کی خریداری کرنی ھے . مین تو حضرت کو اپنا استاد اور اپنا مرشد اور اپنا آقا جانتا ھون .

بدوِ فطرت سے میری طبیعت کو زبانِ فارسی سے ایك لگاؤ تھا . چاھتا تھا کہ فرھنگون سے بڑھکر کوئی ماخذ مجکو ملے . بارے مراد برآئی . اور اکابر پارس مین سے ایك بزرگ یہان وارد ھوا . اور اکبرآباد مین فقیر کے مکان پر دو برس رھا . اور مین نے اوس سے حقائق و دقائق زبانِ پارسی کے معلوم کئے . اب مجھسے اس امرِ خاص مین نفسِ مطمئنہ حاصل ھے . مگر دعویِ اجتہاد نہین ھے . بحث کا طریق یاد نہین[2] .

میان اِنجو جامعِ فرھنگِ جہانگیری[3] ، شیخ رشید راقمِ فرھنگِ

---

(۱) مرزا صاحب کی ۱۹ ستمبر کی عریضہ کی جواب مین نواب خلد آشیان نی جو فرمان لکھا تھا اوسکا اھم فقرہ مرزا صاحب نی نقل کیا ھی . نواب صاحب فرماتی ھین : « ...... نیسان خامہ کہ در تحریر معانی شعر عرفی و ھم بتحقیق لفظ ارتنگ وارژنگ گوھر بار گردیدہ بر خاطر اخلاص فروش ھر آئینہ مخفی ومحتجب میماند کہ اکثر مالك رقابان علم لغت ارتنگ وارژنگ رابمعنی واحد پنداشتہ اند . وعامۂ مفسران کلام شیرازی مشار « آشیان چیدن » را مرادف آشیان بستن نگاشتہ . چنانچہ نظیر ھر یکی ملفوف عنبرین نامۂ ھذاست بمطالعہ خواھد رسید . معھذا اگر طبع آن اوستاد زمان بہ ترقیم الفاظ بالا فی الجملہ نفوری داشتہ باشد ھمچنان حوالۂ قلم نمایند کہ مبحوث عنہ را از تقریظ اصلاح شدہ چون نفسانیت خود محو سازم . زیرا کہ مرا ازان مشفق واسطۂ تلمذ بودہ است . نہ از عرفی و دیگران . اما نظیریکہ بہ نظرم گذشتہ است ، صرف برای اطلاع بہ نمیقۂ ھذا مندرج گردیدہ . المرقوم ۲۱ جمادی الاول سنہ ۱۲۸۳ ھ مطابق ۲ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦ ع » .

(۲) ملا عبد الصمد کی شاگردی کی متعلق اردوی معلی مین متعدد جگہ اور قاطع برھان مین ص ۷ پر میرزا صاحب نی تصریح کی ھی .

(۳) میان انجو کا نام جمال الدین حسین بن شاہ حسن انجوی شیرازی اور لقب عضد الدولہ ھی . انکی آبا واجداد فارس کی شھرۂ آفاق شھر شیراز کی باشندی تھی . یہ وھین پیدا ھوی . بعد ازان بتلاش روزگار ھندوستان آئی ، اور بقول محمد حارثی بدخشی سنہ ۱۰۳۵ ھجری (۱٦۲٦ع) مین آگرہ مین انتقال کیا . فرھنگ جہانگیری ھندوستان کی مغل بادشاہ نورالدین جہانگیر بن جلال الدین اکبر کی نام معنون ھی .

رشیدی[1] عظمای عجم مین سے نہین. ہند انکا مولد. ماخذ انکا اشعار قدما. ھادی انکا ان کا قیاس. ٹیک چند[2] اور سیالکوٹی مل[3] انکے پیرو. سبحان اللہ ہندی بھی، اور ہندو بھی! نورٌ علی نور!!

فقیر اشعار قدما کا معتقد. اون لوگون کے کلام کا عاشق. مگر جو لغات اونکے کلام مین ہین، اوسکے معنی تو اہل ہند نے اپنے قیاس سے نکالے ہین. مین انکے قیاس پر کیونکر تکیہ کرون. اب جو پیر و مرشد نے لکھا کہ «ارتنگ و ارژنگ متحد المعنی اور آشیان ساختن و بستن و چیدن گھونسلا بنانے کے معنی پر ہے»، تو مین نے بے تکلف مان لیا. لیکن نہ اون صاحبون کے قیاس کے بموجب، بلکہ اپنے خداوند نعمت (کے)[4] حکم کے مطابق.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

انصاف کا طالب غالب. ۷ اکتوبر سنہ ۱۸٦٦[5].

---

(۱) شیخ رشید کا نام عبد الرشید الحسنی ہی. انکی آبا واجداد مدینۂ منورہ کی رہنی والی تھی. یہ خود شہر ٹھٹھہ مین پیدا ہوئی. منتخب اللغات اور فرہنگ رشیدی انکی تصنیف ہین. خزانۂ عامرہ (ص ٤۲٤، نولکشور پریس) مین انکا سال وفات ۱۰۷۷ ھجری (١٦٦٦ع) لکھا ہی.

(۲) لالہ ٹیکچند بہار تخلص بہار عجم کی مولف ہین. یہ خان آرزو متوفی سنہ ۱۱٦۹ ھجری (۱۷۵۵ع) کی شاگرد اور اردو، فارسی کی شاعر تھی.

(۳) سیالکوٹی مل وارستہ تخلص مصطلحات شعرا کی مصنف ہین. یہ میر محمد علی رائج سیالکوٹی متوفی سنہ ۱۱٤۹ھ (۱۷۳٦ع) کی شاگرد تھی.

(٤) یہان لفظ «کی» ساقط ہوگیا ہی. آیندہ عریضہ مین مرزا صاحب نی اس عبارت کو دوہرایا ہی. وہان یہ لفظ موجود ہی. اسلئی مین نی بریکٹ مین بڑھا دیا.

(۵) اصل خط مین سہواً ۱۷ تاریخ درج ہوگئی ہی. صحیح سات ہی. اسلئی کہ اولا تو خود میرزا صاحب ہی نی اس خط کی لفافہ پر ۸ اکتوبر تاریخ لکھی ہی. جسکی یہ معنی ہین کہ تاریخ کتابت کی دوسری دن یہ خط پوسٹ کیا گیا تھا. ثانیاً نواب خلد آشیان نی اس خط کا جواب، جو آگی آرہا ہی، تیرہ اکتوبر کو دیا ہی. اور ظاہر ہی کہ جس خط کا جواب تیرہ کو لکھا جائی وہ خود سترہ کا مکتوب نہین ہو سکتا. میرزا صاحب کی عریضہ کی بعض کنایات سی ناخوش ہوکر نوابصاحب نی جواباً تحریر فرمایا: «... مکتوب حیرت اسلوب مشعر اختراع معنی غلط نسبت ہندی نژادان پیشین ودیگر اعتراضہا، واین کہ راقم را طریقۂ بحث یاد نیست، موصول مطالعہ گشتہ، باعث استعجاب عظیم گردید. از آنجا کہ تا حال ورای تحقیق وتنقیح امور علمیہ، کہ معاذ اللہ از مناظرہ ومناقشہ بچشم حق بین دور می نماید، امری دیگر بظہور نیامدہ. وآنچہ حالی خاطرم بود بی ریب و ریج حوالۂ قلم دقائق سنج گردیدہ. لیکن می نازم بر ذہن موشگاف آن فرید زمان کہ (باقی)

(۷۲)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . آج سہ شنبہ ١٦ ماہ اکتوبر کے دن کو بارہ بجے کھانا کھاکر بیٹھا تھا ، کہ توقیعِ وقیع آیا . پڑھتے ھی کانپ اوٹھا ، اور عالم نظر مین تیرہ و تار ھوگیا . اگر حضور کے ارشادات کو بحث تعبیر کیا ھو ، تو مجھے جنابِ الھی اور حضرتِ رسالت پناھی کی قسم ! اگرچہ فاسق و فاجر ھون ، مگر وحدانیّتِ خدا اور نبوتِ خاتم الانبیا کا بدل معتقد اور بزبان معترف ھون . خدا و رسول کی قسم جھوٹی نکھاؤنگا . انکارِ بحث سے مراد یہ تھی ، کہ شعرایِ ھند کے کلام مین جو غلطیان نظر آتی ھین ، یا ھندی فرھنگ لکھنے والون کے بیان مین جو نادرستی ، اور باھم جو اونکے عقول مین اختلاف ھین ، اوس مین مین کلام نہین کرتا . اپنی تحقیق کو مانے ھوئے ھون . اورون سے مجھے بحث نہین . با ھمہ ضعفِ حافظہ یاد ھے کہ آخر مین یہ بھی لکھدیا تھا کہ « ان دونون باتون کو مین نے مانا . لیکن نہ فرھنگ لکھنے والون کی رای کے بموجب . بلکہ اپنے خداوند کے حکم کے

(بقیہ) نوشتہ‌ام را بر بحث واجتہاد محمول نمودہ . امثال این کنایہ ھای تو ، مثل نسبت استادی بجانب راقم ، ولفظ بحث ، کہ ھر دو خلاف واقع ومورث رنج وعنا است ، نگاشتند . پس اگر آن مشفق را ھمچنین منظور باشد ، اشارتی سازند کہ واسطۂ ترسیل رسائل از فیمابین برداشتہ شود . ورنہ بنان خامہ را بامور خارج المبحث تکلیف ندادہ باشند ، کہ نتیجہ اش سوای صداع الراس امری بخیال نمی رسد . وراقم پایۂ اعتبار محققان کہ صاحب تصانیف مقبول انام بودہ اند ، از خود زیادہ دانستہ بحوالۂ کلام شان پرداختہ . اگر نزد آن صمیم چاوید آنہا قابل قبول نبود ، بایستی کہ بمہران نمط تحریر میساختند . مصلحت اینقدر اطناب سخن از فہم ھمچو منی بیرون . زیادہ ازین نوشتن حکمت بلقمان آموختن است . المرقوم ۳ جمادی الثانیہ سنہ ١٢٨٣ ھجری مطابق ١٣ اکتوبر سنہ ١٨٦٦ع » . چونکہ نوابصاحب کی اس فرمان سی اظہار ناخوشی وناراضگی ھوتا تھا . میرزا صاحب نی فوراً معذرت نامہ مورخہ ١٦ ماہ اکتوبر لکھکر طلب عفو کیا . نوابصاحب نی معذرت قبول کرتی ھوئی تحریر فرمایا : « ..... حالا کہ آن مہربان بتاویلش پرداختند از آن دفع شکوک لاحقہ گردید . خاطر لطف مظاھر مقرون جمعیت باشد . المرقوم ٢١ جمادی الثانیہ سنہ ١٢٨٣ ھجری مطابق ٣١ اکتوبر سنہ ١٨٦٦ع » . لیکن اس کی بعد نوابصاحب نی پھر کوئی نثر اصلاح کیلئی نہین بھیجی . جسکو یہ معنی ھین کہ ان کی طبیعت کا تکدر کلیۃً دور نہین ھوا .

مطابق » . یه کلمه موجبِ عتاب نہین هوسکتا . اور اگر اسکو گناه سمجھا جائے . « آخر گناهگار هون کافر نہین هون مین » . گناه معاف کیجیے اور نویدِ عفو سے مجکو تقویت دیجیے .

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

عفو کا طالب غالب .

(۷۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . حضور کے لشکرِ نصرت اثر کا بسپه سالاریِ نوابِ معلی القاب جناب مہدی علیخان بہادر[1] اکبرآباد پہنچنا، اورخیامِ فلك احتشام کا وهان نصب هونا، اور رامپور سے اکبرآباد تك گھوڑون کی ڈاك کا بیٹھنا ، اور حضرت کا سنبھل تك بسبیلِ ڈاك تشریف لیجانا ، اور وهان مزاجِ اقدس کا ناساز هونا ، اور دار السلطنت کو معاودت فرمانا ، یوماً فیوماً مسموع هوا . غرض اس عرضداشت کی تحریر سے یه هے ، که حصولِ جواب سے آبرو، اور خیریت و عافیتِ مزاجِ مبارك سے عز و اطلاع پاؤن .

اخبار مین مسطور ، اور شہر مین مشهور هے ، که حضرت اجلاسِ کونسل کیواسطے حسب الحکمِ گورمنٹ کلکته کو تشریف لیجائین گے . نمکخوار دعا گوئی و مدح گستری مین بہانه طلب رهتا هے . اس تقریب کا ایك قطعهٔ تاریخِ سنه ۱۸٦٦ عیسوی رقم کیا هے . عرض کرتا هون . اگر پسند آئے تو اجازت ملجائے که اسکو کسی اخبار مین چھپوا دون[2] :

---

(۱) صاحبزاده سید مہدی علیخان بہادر ، نواب سید غلام محمد خان بہادر کی پوتی ، صاحبزاده سید حفیظ الله خان بہادر کی بیٹی ، اور نواب خلد آشیان کی چچا تھی . شعر وسخن کا شوق تھا اور نحیف تخلص کرتی تھی . ابتدا مین نواب فردوس مکان سی تلمذ تھا . آخر مین میر احمد علی رسا کی شاگرد هوئی . ٤۷ برس کی عمر پائی . ستائیسوین ماه رمضان کو سنه ۱۲۸۹ھ (۱۸۷۲ ع) کو رحلت فرمائی » (انتخاب یادگار ، صفحه ۳۸٤ ، وتاریخ لطیف ، صفحه ۲۲۹) .

(۲) نواب خلد آشیان بہادر کی کلکته تشریف لیجانیکی متعلق صاحب اخبار الصنادید (ج ۲ ، ص ۱٤۰) نی لکھا هی که : « مسٹر جان انگلس صاحب کمشنر و ایجنٹ ریاست نی نواب سید کلب علی خان سی (باقی

قطعـــه

چو نواب از بہرِ اجلاسِ کونسل به کلکته از رامپور آورد رخ
عدو را بگیر و بکش زود وی را بجو سالِ اجلاس از «بختِ فرخ»
چو گویند کز کُشتنِ وی چه خواهی بگو حذفِ اعدادِ «وی» اینت پاسخ

اینت لغتِ پارسی ھے، مرادف خھے و زھے. اور قتل کا مشارالیه لفظ (وی) ھے جس کے ۱٦ عـدد ھین. اور (وی) کا مشار (عدو) ھے. «بختِ فرخ» کے ۱۸۸۲. جب اس مین سے ۱٦ کم کئے تو ۱۸٦٦ رھے. زیادہ حدِ ادب.

تم سـلامت رھو ھزار برس ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

(۱۸ نومبر سنه ۱۸٦٦)[1].

(بقیه) ھونہاری و بلند اقبالی کے آثار دیکھکر بہت جلد آنریبل ایڈمنڈ ڈریمنڈ صاحب لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ کے حضور مین رپورٹ کی. اور انھون نے لارڈ لارنس صاحب گورنر جنرل کی خـدمت مین نواب سید کلب علیخان کی لیاقت خدا داد کی اطلاع کی. گورنر جنرل نے باظہار مسرت مثل نواب سید یوسف علیخان کے نواب سید کلبعلیخان کو بھی لیجسلیٹیو کونسل مین ممبر تجویز کیا. نوابصاحب نے ھنگام استمزاج باوجود ناچاقی طبیعت و ضعف باقتضای عزم بلند ممبری قبول کی. ۲۰ شعبان سنه ۱۲۸۳ ھجری مطـابق ۲۸ دسمبر سـنه ۱۸٦٦ ع کو رامپور سے علیگڑھ تك گاڑی کی ڈاك مین اور علیگڑھ سے کلـکته تك تخمیناً پانسو ھمراھیون کیساتھ ریل کے ذریعه سے گئے. اثنای راہ مین کانپور، الهآباد، اور بنارس وغیرہ ھر مقـام پر حکام نے استقبال کیا اور سلامی سر ھوئی. مہراجه ایسری پرشاد نرائن سنگھ صاحب جی، سی، ایس، آئی والی کاشی نریس نے بنـارس مین بنظر اتحـاد قدیمی دھوم سے دعوت کی. کلکتے مین گورنر جنرل کی طرف سے بطرز مرغوب استقبال ھوا. سلامی سر ھوئی. آب و ھوای کلکته نے انکے مزاج سے بھی مخالفت کی. اور طبیعت جادۂ اعتدال سے منحرف رھی. پھر بھی کونسل مین کئی اجلاس کئے. جب ناسازی زیادہ بڑھی تو حسب اصرار گورنر جنرل ڈاکٹر بیلی سے علاج شروع ھوا. ڈاکٹر کی رای ھوئی که آب و ھوا یہـانکی انکے مخالف ھے. بلکه قیام کلکته سے امراض شدید لاحق ھونیکا اندیشه ھے. مگر نوابصاحب نے اسے قبول نکیا. جب گورنر جنرل کو اسکا علم آیا، تو بمقتضای محبت خاص بکمال اصرار واپس کیـا. ۲۷ رمضان سـنه ۱۲۸۳ ھ مطابق ۳ فروری سنه ۱۸٦۷ ع کو کلـکتے سے رامپور واپس ھوئے. میرزا صاحب کے عریضه نمبر (۷۵) کے لفافه سے معلوم ھوتا ھے که نواب صـاحب محلۂ کاشی پور کے مکان نمبر ۵ اور ۷ مین قیام فرما ھوے تھے. مرزا صاحب کا قطعۂ تاریخ حسب الحکم حضور اخبار دبدبۂ سکندری مین طبع ھوا اور ۳۰ نومبر کو اسکی اطلاع ان الفـاظ مین میرزا صاحب کو دیگئی: «تاریخ مذکورہ که بر طرز نو و عدیم المثال است در اخبار دبدبۂ سکندری رامپور طبع گردیدہ شد».

(۱) خط مین کاتب کا نام اور تاریخ درج نہین. مین نے قوسین مین لفافه کی تاریخ اضافه کردی ھے.

(۷٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . ایك عرضداشت بھیج چکا ھون . اوسکا جواب نہین پایا[۱] . امیدوار ھون که اس عرضداشت کے جواب سے محروم نرھون . کل دن کو دس بجے سنا که عالیجناب نواب مہدیعلیخان بہادر بسواریِ ریل آئے ، اور املی کے محلے مین ٹہرے ھین . کھانا کھاکر فوراً سوار ھوا . وھان جاکے سنا که نوابصاحب ریل کے اسٹیشن پر گئے ھین . گھنٹا بھر بیٹھا رھا که حضرت آئے . آگے غازیآباد کے اسٹیشن پر سے سواری ھوتی تھی . اب ولی محمد سوداگر کی کوٹھی کے پاس سے[۲] ، جو بیگم کے باغ کے عقب ھے ، نیا اسٹیشن قرار پایا ھے . سو صاحبزاده صاحب نے آپ کے حضور مین اطلاع کی ھے . دیکھئے حضرت غازیآباد سے سوار ھوتے ھین یا شہر مین سے . واسطے خدا کے مجکو اپنے روزِ ورود و وقتِ ورود سے اطلاع بخشین . اور اس عرضی کا جواب ایسا جلد عنایت ھو که فقیر بیسر و سامان اپنا سامان درست کر رکھے[۳] .

حضرت کی توجہِ باطنی ، جو ھمیشه میری مصلحِ حال اور افزایشِ عز و وقار کی کفیل ھے ، بعد ادایِ شکرِ الہی اوسکا سپاس بجا لاتا ھون . پیش از غدر گورمنٹ کے دربار مین ۷ پارچے ، اور جیغه ، سرپیچ ، مالایِ

---

(۱) میرزا صاحب نے جس عرضداشت کا حواله دیا ھی وہ اور اوسکا جواب دونون مثل مین موجود نہین. غالباً نوابصاحب کی حضور تك نه پہنچی .

(۲) یہان لفظ (سی) زیاده معلوم ھوتا ھی .

(۳) اس عریضه کی جواب مین ۲۲ دسمبر سنه ۱۸٦٦ ع کو نواب خلد آشیان نی تحریر فرمایا : «... چون راقم عنقریب روانۂ کلکته می شود . چنانچه برای انتظام گاڈیہای ریل رفعت و عوالی مرتبت محمد اصغر علی خان رسالدار را روانۂ آنجا نموده شد . و هنوز تاریخ رسیدن بمقام اسٹیشن ریل دهلی مقرر نگشته ، لهذا حوالۂ خامۂ مودت نگار می شود ، که حال تقرر تاریخ رسیدن آنجا از خان معزی الیه دریافت نموده شود » . بہت ممکن ھی که مرزا صاحب نی اصغر علی خان صاحب رسالدار سی تاریخ دریافت کی ھو . لیکن مجھی اسکا کوئی ثبوت نہین مل سکا .

مروارید، تین رقمین جواہر کی مجکو ملتی تھین. بعدِ غدر اگرچہ پنسن اور دربار بحال رہا، لیکن خلعت موقوف ہوگیا. نواب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب[1] کا کل ۱۲ پر چار بجے دربار تھا. حکم سب درباردارون کو پہنچ گیا تھا. مین نواب مہدی علیخان صاحب کو رخصت کر کے گھر آیا. دو گھنٹے کے بعد دربار مین گیا. خیال یہی کہ ملاقات ہوگی. ایک رباعی کاغذِ مذہّب پر لکھی ہوئی نذر کرونگا. کلماتِ عنایت سنکر چلا آؤنگا. نہ مجھے کچھ احتمال. نہ صاحب کمشنر بہادر شہر کو علم. بارے بر وقتِ ملاقات تعظیمِ معمولی اور مصافحہ کرکے لاڑد صاحب نے کھڑے کھڑے جیغہ، سرپیچ میری ٹوپی پر باندھا. اور فرمایا «یہ ہم نے آپ کے واسطے رکھا تھا». مالای مروارید میر منشی نے گلے مین ڈالدی. یہ پارچے سات مرحمت ہوئے. دوشالہ، ۱. کمخواب کا تھان، ۱. بنارسی تھان سنہری بوٹے، ۱. بنارسی سیلا، ۱. الوان کی چادر کنارہ کلابتون، ۱. کناویز کا تھان، ۱. الوان کی چادر بے کنارہ، ۱. مین اس عطیہ کو آپ کی بخششِ معنوی سمجھا ہون. اور دوسری بخشش، یعنی اس خط کے جواب کے جلد حاصل ہونے، کا متوقع ہون. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس   ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشت کے جواب کا طالب غالب. روزِ سہ شنبہ ۱۸ دسمبر سنہ ۱۸٦٦.

---

(۱) سر ڈانل میکلوڈ صاحب مراد ہین. یہ لفٹنٹ جنرل ڈنکن میکلوڈ کی ہان فورٹ ولیم، کلکتہ، مین ٦ جون سنہ ۱۸۱۰ ع کو پیدا ہوی. ولایت جاکر تعلیم پائی. سنہ ۱۸۲۸ ع مین ہندوستان واپس ہوی، اور صوبۂ بنگال مین ملازمت اختیار کی. ۱۸۳۱ ع سی ۱۸٤۹ ع تک اضلاع ساگر و نربدا، اور بنارس مین رہی. ۱۸٥٤ ع مین پنجاب کی جوڈیشل کمشنر ہوی. غدر سنہ ٥۷ ع مین لاہور مین تھی. ۱۸٦٥ ع سی ۱۸۷۰ ع تک پنجاب کی لفٹنٹ گورنر رہی. اور ۲۸ نومبر سنہ ۱۸۷۲ ع کو لندن کی زمین‌دوز ریل کی ایک حادثہ سی انتقال کر گئی. یہ مشرقی علوم و فنون کی بڑی حامی تھی، اور چاہتی تھی کہ دیسی زبانون مین مغربی علوم کی تعلیم دیجای. پنجاب یونیورسٹی انہی نی قائم کی ھی.

(۷۵)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ھے . حضرت کا رونق افزای کلکتہ ھونا از روی شمارِ رفتارِ ریل یقینی ھے . مگر وھان کی آب و ھوا کا موافق آنا ، اور جناب لاڑد صاحب بہادر[۱] سے ملاقات کا ھونا ، اور اجلاسِ کونسل کا وقوع مین آنا ، یہ امور جب تك حضرت رقم نفرمائینگے ، دعا گو کے خیال مین کیون کر آئینگے . ناچار جرات بہم پہنچا کر اس عرضداشت کے جواب مین ان حالات کے انکشاف کا امیدوار ھون[۲] .

پیر و مرشد ! حضرت کے تصدق سے قرض ادا ھو گیا . تنخواہ نے قسط سے ، اور مین نے رنج سے رھائی پائی . ھم بدل و ھم بزبان ثناخوانِ جود و نوال ، و دعا گویِ دوامِ دولت و اقبال ھون . آدھا قرض عطیۂ سابق مین ، اور آدھا قرض عطیۂ حال مین ادا ھوگیا . کہ نہین سکتا ، اور بن کہے بنتی نہین . اگر دونون لڑکون کا پچاس روپئے مہینا جنوری سنہ ۱۸٦۷ یعنی ماہِ حال و سالِ حال سے جاری ھوجایگا اور ماہ بماہ فقیر کے روزینہ کے ساتھ پہنچا کریگا تو آپ کا نمکخوار پھر کبھی قرضدار نہوگا . زیادہ حدِ ادب[۳] .

---

(۱) لارڈ لارنس مراد ھین ، جو ۱۲ جنوری سنہ ۱۸٦٤ ع سی ۱۲ جنوری سنہ ۱۸٦۹ ع تك ھندوستان کی وائسرائی اور گورنر جنرل رھی تھی .

(۲) اس سلسلہ مین نواب خلد آشیان نی ۲۱ جنوری سنہ ۱۸٦۷ ع کو تحریر فرمایا : « مشفقا ! مخلص بخیریت تمام بتاریخ ٦ جنوری سنہ حال فائز مقام کلکتہ گردید . و ملاقات جناب مستطاب معلی القاب نواب گورنر جنرل بہادر دام شوکتہم و دیگر صاحبان عالیشان و نیز اجلاس کونسل بعنوان شایستہ و طرز بایستہ بپایۂ حصول رسید » .

(۳) دونون لڑکون سی باقر علی خان اور حسین علی خان مراد ھین . یہ دونون زین العابدین خان عارف ، مرزا غالب کی متبنی بیٹی کی لڑکی تھی . میرزا صاحب چاھتی تھی کہ ان دونون کو ریاست رامپور کا باقاعدہ وظیفہ خوار بنا دین . لیکن اون کی زندگی مین یہ خواھش پوری نہوئی . البتہ میرزا صاحب کی انتقال کی بعد حسین علیخان بزمرۂ شعرا ملازم ھوگئی تھی .

تم سـلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار
فیض کا طالب **غالب** . معروضۂ ۸ جنوری سنه ۱۸٦۷[۱] .

(۷٦)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعـــدِ تسلیم معروض هے . بهت دن تك متردد رهـا ، که حضرت کلکتے هین یا رامپور . چنانچـه ایك عرضداشت اوسی تردد مین بهیجی بهی هے . هنوز جواب کے آنے کی مـدت منقضی نهین هوئی . خیر اوسکے جواب پر کیا موقوف هے . یه تو جان لیا که حضرت رونق افزایِ رامپور هین . مگر یه کیونکر جانون[۲] که اب به خجستگی و فرخنـدگی یهین رونق افزا رهینگے ، یا پهر کلکتے تشریف لیجائینگے . خیر اس بیعلمی کو سهل سمجھ لیا که جو کچھ هوگا معلوم هو جایگا . مگر یه کیونکر جانون که مزاجِ اقدس کیسا هے . اور جب تك یه نجانون تو آرام کیونکر آئے . یهان سے رامپور تك برابر تار برقی بهی نهین جو خبر منگواؤن . آج ۱٤ فروری کی هے . یه خط بهیجتا هون . اگر جواب آئے تو ۹ دن مین . مجکو اتنے دن صبر کیونکر آیگا . الهی آج یا کل کوئی نوازشنامه خداوند کا آجائے ! زیاده حدِ ادب .

تم سـلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار
خیر کا طالب **غالب** . ۱٤ فروری سنه ۱۸٦۷[۳] .

(۷۷)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سـلامت .

بعـدِ تسلیم معروض هے . توقیعِ عطوفت عزِّ ورود لایا . (سو روپیه

---

(۱) میرزا صاحب نے یه عریضه کلکته کو پته سے لکھا تها . چنانچه لفافه پر « کلکته . محله کاشی پور . خانه نمبر ۷ اور نمبر ۵ » ایڈریس تحریر هے .

(۲) اصل خط مین سهواً (جاؤن) رقم هو گیا هے .

(۳) لفافه پر ۱۵ فروری درج هے . غالباً دوسری دن پوسٹ کیا گیا تها .

تنخواہِ)[1] فروری سنہ ۱۸٦۷ حال کا معرضِ وصول مین آیا. اس درویش کا حال اب قابلِ گزارش نہین. امراضِ قدیم بڑھگئے. دورانِ سر، اور رعشہ، اور ضعفِ بصر، تین بیماریان نئی پیدا ہوئی ہین. قلم نہین بنا سکتا، لڑکون سے بنوا لیتا ہون. برسون کی بات نہین رہی. ہفتون کی یا مہینون کی زندگی رہ گئی ہے.

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

زیادہ حدِ ادب. نجات کا طالب غالب. ۱۳ مارچ سنہ ۱۸٦۷.

(۷۸)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. کل صبح کو دو گھڑی دن چڑھے نوروز ہے. آج یہ قطعہ ہات تمام کر لکھکر حضور کی نذر بھیجتا ہون.

نوروز و دو عید از دو جانب امسال خوب ست ز روی وضع و نیك ست بفال

امید کہ این سہ عید نذرِ نواب آرند دوامِ عمر، و عز، و اقبال

تم سلامت رہو قیامت تك

دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. چہار شنبہ ۲۰ مارچ سنہ ۱۸٦۷.

(۷۹)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم و تعظیم معروض ہے. ہنڈوی ملفوفۂ نوازشنامہ کے ذریعہ سے سو روپیئے مارچ کی تنخواہ کے وصول ہوئے.

---

(۱) بریکٹ کی عبارت میرزا صاحب سے سہواً چھوٹ گئی تھی. مین نے دیگر عرایض سے ایزاد کردی ہے، تاکہ کلام تمام ہوجائے.

ایك رباعی بھیجتا ہون ، اور یہ چاہتا ہون ، کہ دبدبۂ سکندری کے آغاز مین اسکے چھاپنے کا التزام رہے ۔

آن کیست کہ جسمِ ملك را جان باشد　آن کیست کہ ہمسرِ سلیمان باشد
آن کیست کہ انجمش بفرمان باشد　کس نیست مگر کلبِ علی خان باشد

٭ تم سلامت رہو ہزار برس ٭
٭ ہر برسکے ہون دن پچاس ہزار ٭

نجات کا طالب غالب ۔ ٦ اپریل سنہ ١٨٦٧ ۔

(٨٠)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت ۔

بعدِ تسلیم معروض ہے ۔ نمایشگاہِ سراسر سورِ رامپور کا ذکر اخبار مین دیکھتا ہون ، اور خونِ جگر کھاتا ہون ، کہ ہائے مین وہان نہین! بالاخانے پر رہتا ہون ۔ اوتر نہین سکتا ۔ مانا کہ آدمیون نے گود مین لیکر اوتارا ، اور پالکی مین بٹھادیا ۔ کہار چلے ۔ راہ مین نہ مرا ، اور رامپور پہنچ گیا ۔ کہارون نے جاکر بینظیر مین میری پالکی رکھدی ۔ پالکی قفس ، اور مین طائرِ اسیر ۔ وہ بھی بے پر و بال ۔ نہ چل سکون ۔ نہ پھر سکون ۔ جو کچھ اوپر لکھ آیا ہون ، یہ سب بطریقِ فرضِ محال ہے ۔ ورنہ ان امور کے وقوع کی کہان مجال ہے ۔ بارے تین بیت کا قطعۂ تاریخ بھیجتا ہون ۔ اگر پسند آئے ، تو مین خوشنودیِ مزاجِ مبارك سے اطلاع پاؤن[1] ۔

---

(١) انتخاب یادگار (ص ٩٠) اور اخبار الصنادید (ج ٢ ، ص ١٣٩) سی معلوم ہوتا ہی ، کہ نواب خلد آشیان نی سنہ ١٢٨٢ ہجری مطابق سنہ ١٨٦٥ ع مین باغ بینظیر کی نمایش کا آغاز کیا ۔ موخر الذکر لکھتی دین : « سنہ ١٢٨٢ ہجری مطابق سنہ ١٨٦٥ ع سی باغ بینظیر مین ایك میلہ جاری کیا ۔ آٹھ روز بڑی رونق سی یہ میلہ رہتا تھا ۔ مال بکثرت آتا تھا ۔ باغ مین بہت سی دوکانین ہوتی تھین اور روہیلکھنڈ کی اکثر معزز روسا اس میلی مین شریك ہوا کرتی تھی ۔ نوابصاحب خود بھی آٹھ روز برابر وہین مقیم رہتی ۔ اور اکثر اوقات دوکانون پر تشریف لیجا کر اسباب خریدتی ۔ قسم قسم کی جلسی ، طرح طرح کی تماشی ہوا کرتی تھی ۔ بائیس میلی نوابصاحب نی کئی ۔ تیئیسوان میلہ قریب تھا کہ رحلت کی » ۔

نمایشگہے در خورِ شانِ خویش　　برآراست نوابِ عالی جناب
به بین چون طرب را نہایت نماند　　بود سالِ آن «بخششِ بیحساب»
خدایا! پسندد خداوندگار　　که از طبعِ غالب رود پیچ و تاب

«بخششِ بیحساب» کے بارہ سو پچاسی ہوتے ہین. «طرب» کی نہایت بای موحدہ ہے. جب وہ نرہی، تو دو عدد گھٹے، اور ۱۲۸۳ رہ گئے. فہو المقصود. اگر حضرت کی مرضی ہو، تو دبدبۂ سکندری مین یہ تاریخ چھاپی جائے.

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

داد کا طالب غالب. ۱٤ ماہِ اپریل سنہ ۱۸٦۷ عیسوی.

(۸۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. توقیعِ وقیع عزِّ ورود لایا. اپریل سنہ ۱۸٦۷ کی تنخواہ کا سو روپیہ[۱] معرضِ وصول مین آیا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تك　　دولت و عز و جاہ روز افزون

نجات کا طالب غالب. (۱٤ مئی سنہ ۱۸٦۷)[۲].

(۸۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ ادایِ مدارجِ تسلیم سونچتا ہون، کہ کیا لکھون. ہے ہے مین کیون جیتا رہا، جو صاحبزادہ محمد حسن خان کے مرنے کی خبر سنون، اور خداوندِ نعمت کو تعزیت کے کلمات لکھون. مین نیم جان نمرون، اور وہ نوجوان مرجائے[۳].

---

(۱) میرزا صاحب نے لفظ (روپیہ) کے اوپر حسابی رقوم مین سو روپیہ کی تعداد لکھی ہے.
(۲) خط مین تاریخ درج نہین تھی. مین نے لفافہ سے یہ تاریخ اضافہ کردی ہے.
(۳) صاحبزادہ محمد حسن خان بہادر نواب سید غلام محمد خان بہادر کے پرپوتے اور نواب خلد آشیان کی صاحبزادی حیات النسا بیگم ملقب بہ عالیہ سلطان بیگم کے شوہر تھے. انھون نے عین عالم جوانی مین انتقال کیا. نواب خلد آشیان کیلئے یہ واقعہ بہت روح فرسا تھا. اسیلئے میرزا صاحب نے اسقدر پراثر تعزیت نامہ ارسال کیا (اخبار الصنادید، ج ۲، ص ۲۳۰).

سروِ چمنِ سروری افتاد ز پاهای ! !

حضرت کے رنج و اندوہ کا تصور اور مارے ڈالتا ھے. دوسری محرم کو علی بخش خان خانساماں مرے[1]. تیسری کو یہ واقعۂ ھوشربا پیش آیا. یہ تو آپ کا فرزندِ دلبند تھا. جو اسکا غم ھو وہ بجا ھے. پر فقیر جانتا ھے کہ علی بخش خان کے مرنے کا بھی حضرت کو بڑا رنج ھوا ھوگا. ایسے کار گزار، دیانتدار، ھوشمند، مزاجدان کہاں پیدا ھوتے ھین. بہرحال «رَضِیْنَا بِرِضَاءِ اللّٰہِ». حضرت کے سامنے صبر، و ثبات، و تسلیم، و رضا مین کلام کرنا ادریس کو حکمت پڑھانی، اور خضر کو راہ بتانی ھے.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

غالب. ١٤ مئی سنه ١٨٦٧.

(٨٣)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. ورودِ توقیعِ وقیع سے فیض پایا. سو روپیے[2] مئی سنه ١٨٦٧ کی تنخواہ کا معرضِ وصول مین آیا.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

اسد اللّٰہِ بیدستگاہ. ١١ جون سنه ١٨٦٧.

(٨٤)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے، کہ توقیعِ وقیع عزِّ ورود لایا. اوسکی ملفوفہ ھنڈوی سے تنخواہِ جون سنه ١٨٦٧ کا سو روپیہ مین نے پایا.

---

(١) علی بخش خان خانساماں کی سلسلہ مین عریضہ نمبر ٢٤ کا حاشیہ ملاحظہ ھو.

(٢) میرزا صاحب نے یہاں لفظ (روپے) کیساتھ، جو جمع ھے، فعل (آیا) استعمال کیا ھے. چونکہ یہ قواعد زبان کی بہت ابتدائی غلطی ھے، اسلئے اسی سہو تصور کرنا چاھئے.

تم سلامت رہو ہزار برس　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

ہوا خواہ **اسد اللہ**. ١٥ جولائی سنہ ١٨٦٧.

(٨٥)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. بموجب تحریرِ میرزا رحیم الدین بہادر حیا[1] کے، فاضل شطرنج باز کو خرچ دیکر روانہ کیا.

تم سلامت رہو قیامت تك　دولت و عز و جاہ روز افزون

اسد اللہ بیدستگاہ. ٢٢ جولائی سنہ ١٨٦٧.

(٨٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. آپ کے غلامِ زر خرید، یعنی حسین علیخان، کی منگنی ہوگئی. اور اپنے کنبے مین ہوئی. یعنی نواب احمد بخش خان مرحوم کے حقیقی بھائی کی پوتی سے. اور رجب کا مہینا قرار پایا. اب میرے بڑھاپے اور میری مفلسی کی شرم آپ کے ہات ہے.

نکہون آپ سے تو کس سے کہون　مدعایِ ضروری الاظہار

تم سلامت رہو ہزار برس　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

نجات کا طالب **غالب**. ١٩ اگست سنہ ١٨٦٧ ع[2].

---

(١) صاحبعالم میرزا رحیم الدین بہادر حیا بن مرزا کریم‌الدین رسا دلی کی شاہزادہ اور شاہ نصیر کی شاگرد تھی. سنہ ١٢١٢ ھ مین پیدا ہوی. غدر سنہ ٥٧ ع سی قبل نواب فردوس مکان کی طلب پر رامپور تشریف لائی، اور یہین سنہ ١٣٠٤ ھ مین نواب خلد آشیان کی وفات کی آٹھ دن بعد ٩٤ سال کی عمر مین فوت ہوی. انھین شعر و شطرنج کا بہت شوق تھا. اردوی معلی (صفحہ ٨٢) سی معلوم ہوتا ہی کہ مرزا صاحب نی حیا کی دیوان کا دیباچہ لکھا تھا.

(٢) اس عریضہ کی لفافہ پر سہواً ٢٩ اگست درج ہوگیا ہی. نواب خلد آشیان نی ٢٦ ربیع الثانی سنہ ١٢٨٤ ھ مطابق ٢٨ اگست سنہ ١٨٦٧ ع کو جواباً تحریر فرمایا: «.... چونکہ مفاوضۂ بہجت طراز سی منشای خاص آپ کا بخوبی منکشف نہوا. اسواسطی حوالہ خامۂ محبت نگار کی ہوتا ہی، کہ آپ خلاصۂ مکنون خاطر محبت مظاہر سی مطلع کیجی. کہ بمقتضای انضباط روابط موانست قدیمہ جو بات کہ ممکن ہوگی، وہ ظہور مین آئیگی. خاطر جمع رکھئی».

(۸۷)

آن کیست که جسمِ ملك را جان باشد آن کیست که همسرِ سلیمان باشد
آن کیست که انجمش بفرمان باشد کس نیست، مگر کلبِ علیخان باشد

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت۔

بعدِ تسلیم معروض ھے۔ عنایت نامه عزِ ورود لایا۔ اوس مین یه حکم مندرج پایا، که حسین علیخان کی شادی کے باب مین «خلاصۂ مکنونِ خاطر» عرض کرون۔ حکم بجا لاتا ھون، اور عرض کرتا ھون۔

مجملاً یه که مین درِ دولت کا گدایِ خاك نشین، اور وه آپ کا غلام۔ تفصیل یه که میرے پاس نقد، جنس، اسباب، املاك، اور میرے گھر مین زیورِ زرینه و سیمینه کا نام و نشان نہین۔ ھت اودھار قرض کوئی دیتا نہین۔ آپ روپیه عنایت فرمائین، تا یه کام سر انجام پائے۔ اور بوڑھے فقیر کی برادری مین شرم ره جائے۔

دوسری بات یه که سو روپئے آپ کی سرکار سے بطریقِ خیرات اور باسٹھ روپئے آٹھ آنے[1] مہینا انگریزی سرکار سے بعوضِ جاگیر پاتا ھون۔ عالم الغیب جانتا ھے، که اس مین میرا بڑی مشکل سے گزارا ھوتا ھے۔ بہو کو کہاں سے کھلاؤنگا۔ حسین علیخان کی کچھ تنخواه مقرر ھوجائے۔ لیکن توقیعِ تنخواه اوس کے نام جاری نہو۔ بلکه اوس کی زوجه حُسن جہان بیگم بنتِ اکبر علیخان کے نام وه تنخواه مقرر ھو، اور اوس کی مُہری رسید سے ملا کرے۔ زرِ مصرفِ شادی کی مقدار اور تنخواه کی مقدار جو خداوند کی همت اور اس کنگال اپاهج کی قسمت۔ زیاده حدِ ادب۔

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

(۱) یہان میرزا صاحب نے صرف حسابی رقم لکھی ھے۔ مین نے سہولت طباعت کے خیال سے رقم کو الفاظ مین تبدیل کردیا ھے۔

نجات کا طالب غالب. ۵ ستمبر سنہ ۱۸٦۷[۱].

(۸۸)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعد تسلیم معروض ہے. عنایت نامہ عزّ ورود لایا. اللہ اکبر! حضرت نے غمخواری و تفقد و درویش نوازی کو اوس پایہ پر پہنچایا، کہ شاہانِ عجم مین سلطان سنجر[۲] نے اور شاہانِ ہند مین شاہجہان[۳] نے ملازمون کی اتنی پرسش اور نوازش کی ہوگی. باقر علیخان[٤] کی شادی نواب

---

(۱) اس عریضہ کے جواب مین نواب خلد آشیان نے تحریر فرمایا تھا: «..... چونکہ آن مشفق تعداد مصارف شادی مجوزۂ خود تحریر ننمودہ اند، لہذا حوالۂ خامۂ محبت نگار میشود، کہ اول از تعداد مصارف شادی مطلع نمایند. بعد دریافت آن درین خصوص تجویز مناسب بعمل خواهد آمد؛ چراکہ بمقتضای موانست و اتحاد قدیمہ راقم را خوشنودی آن مہربان دراںور مناسبہ مد نظر است .... المرقوم ۱۸ جمادی الاول سنہ ۱۲۸٤ ھجری مطابق ۱۸ ستمبر سنہ ۱۸٦۷ع».

(۲) سلطان سنجر بن ملك شاہ سلجوقی سنہ ۵۱۱ ھ (۱۱۱۷ ع) مین بادشاہ ہوا، یہ بڑا اولوالعزم اور صاحب جود وکرم بادشاہ تھا. اگرچہ آخر مین معرکون مین ناکام رہا، لیکن اسکی ابتدائی حکومت فتوحات کی وسعت کی بدولت تاریخ کا روشن باب ہے. یہ علم وہنر اورشعر و سخن کا بھی بڑا قدردان اور مربی تھا. رشید وطواط، اور انوری وغیرہ اسکے درباری شعرا مین شمار ہوتے ہین. اسنے انوری کے کاشانہ کو اپنی قدوم میمنت لزوم سے دو بار شرف بخشا. آخر مین ترکمانون کے ہاتھ مین گرفتار ہوگیا تھا. وہان سے بدقت آزاد ہوا، تو ۱۱ ربیع الثانی سنہ ۵۵۲ ھ (۱۱۵۷ ع) کو دست قضا نے پکڑ لیا.

(۳) شاہجہان ہندوستان کے مغل خاندان سلاطین کا پانچوان حکمران تھا. ۲۹ ربیع الاول سنہ ۱۰۰۲ ھ (۱۵۹۳ع) مین رانی بالمتی دختر راجہ اودیسنگہ والی جودھپور کے بطن سے پیدا ہوا. ۳۵سال کی عمر مین سنہ ۱۰۳۷ ھ (۱٦۲۷ ع) کو اپنے والد جہانگیر کے انتقال کے بعد مسند حکومت پر قدم رکھا. اور سنہ ۱۰٦۸ ھ (۱٦۵۷ ع) مین اپنی لڑکے عالمگیر اورنگ زیب کے حق مین تاج وتخت ہند سے دست بردار ہوکر آگرہ کے قلعہ مین جا بسا. موجودہ دلی اسی کی آباد کی ہوئی ہے. یہ بڑا سخی داتا اور شہرۂ آفاق قدردان علم و ہنر بادشاہ گزرا ہے. دلی کی مسجد جامع اور لال قلعہ، اور آگرہ کی عدیم النظیر روضہ تاج محل کا بانی ہے. اسکی قدردانی اور قدر افزائی کا یہ عالم تھا، کہ مختلف موقعون پر شاعرون کو روپیہ اور اشرفیون مین تلوادیا اورکئی سخن گسترون کے منہ ہیری اورموتیون سے بھر دئے. اس نے آگرہ مین سنہ ۱۰۷٦ ھ (۱٦٦۵ع) کو وفات پائی، اور تاج محل مین اپنی بیوی کے برابر مدفون ہوا.

(٤) باقر علی خان میرزا صاحب کی بی‌بی کے حقیقی بھانجے نواب زین العابدین خان عارف کے بڑے لڑکے تھے. میرزا صاحب کے اپنے بچے نہ جئے، تو اونکی بی‌بی نے عارف کو بیٹا بنا لیا. وہ بڑے لایق اور خوشگو شاعر ہوے. مرزا صاحب کو اون سے دو چند محبت تھی، کیونکہ وہ سعادت مند بیٹے ہی نہ تھے، (باقی)

ضیاء الدینخان کے ہان ہوئی. اونہون نے کھانے جوڑے کے دو ہزار روپیہ دیئے. اور میری زوجه نے پانسو روپئے کا زیور لگا کر پچیس سو روپیے صرف کئے. حسین علیخان کا سسرا، یعنی اکبر علیخان، اپنے خاندان کا ہے. لیکن امیر نہین. نوکری پیشه ہے. اب یه مین کیونکر عرض کرون که مجھسے کیا دو. سائل ہون. یه رسم نہین که سائل مقدارِ سوال عرض کرے. حالِ مصارفِ شادیِ خاندان لکھدیا ہے. دو ڈھائی ہزار مین شادی اچّھی ہو جائےگی. لیکن یه بھی ساتھ عرض کرتا ہے، که میرا حقِ خدمت اتنا نہین که اسقدر مانگ سکون. جو کچھ دوگے، اوس مین شادی کر دونگا. زیاده حدِ ادب.

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب. معروضهٔ ٢٤ جمادی الاول سنه ١٢٣٨ مطابق ٢٣ سنه ١٨٧٦ فردایِ ورودِ ہمایون منشور[١].

(٨٩)

حضرت ولیّ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. فرمانِ والا مع ہنڈویِ تنخواهِ ستمبر سنه ١٨٦٧ عزِّ ورود لایا. سو روپیه[٢] معرضِ وصول مین آیا. زیاده حدِ ادب.

(بقیه) قابل فخر شاگرد بھی تھی. لیکن میرزا صاحب اور اونکی بی‌بی کی بدقسمتی که وه عین جوانی مین فوت ہوگئی. مرزا صاحب نی اونکی دو بچون کو پوتون کی طرح پالا. باقر علی خان جو بڑی تھی، جوان ہوکر اپنی والد کی خلف الرشید ثابت ہوی. یه شعر کہتی تھی، اور کامل تخلص تھا. مرزا صاحب کی ساتھ دونون مرتبه رامپور آئی. جوان ہوکر الور مین ملازم ہوگئی تھی. اردوی معلی (صفحه ٣٢١ - ٣٢٣) سی معلوم ہوتا ہی که انکی ایك لڑکی بھی تھی. انھون نی جوانی مین سنه ١٢٩٣ ھ (١٨٧٦ع) کو انتقال کیا (تاریخ لطیف، ص ١٩١).

(١) اس عریضه کی تاریخون مین میرزا صاحب سی سہو ہوا ہی. در اصل اونھین سنه ١٢٨٤ ھ اور ١٨٦٧ ع لکھنا چاہئی تھا. اسیطرح انگریزی مہینی کا نام بھی بھول گئی ہین. البته لفافه کی تاریخ مین ماه و سنه انگریزی یون لکھا ہی (٢٣ ستمبر سنه ١٨٦٧). لفافه کی پشت پر میر منشی صاحب کا نوٹ ہی « پیش نموده شد. ہنوز حکم تحریر جواب صادر نشده. ٢٨ ستمبر سنه ١٨٦٧ ع ».

(٢) اسکی اوپر حسابی رقم بھی تحریر ہی.

تم سلامت رہو قیامت تك　　دولت و عز و جاہ روز افزون

ترحم کا طالب غالب . ۱۰ اکتوبر سنه ۱۸٦۷ .

(۹۰)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے . دبدبۂ سکندری مین حضرت کے مزاج کی ناسازی کا ذکر دیکھکر جو مجھ پر گزری ، میرا خدا جانتا ہے . مگر یه بڑی بات ہے که اوسی ذکر کیساتھ افاقت و رفعِ مرض کی بھی نوید مندرج تھی . توقع ہے که حضرت ا مفصل حال مرض کے پیدا ہونے کا اور پھر رفع ہونے کا اور فی الحال مزاجِ اقدس کیسا ہے ، میر منشی کو حکم ہوجائے ، که حضور کی زبانی خط مین مجھے لکھ بھیجین .

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

غالب . ۱۸ اکتوبر سنه ۱۸٦۷[(۱)].

(۹۱)

حضرت ولیِ نعمت آیهٔ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . ایك قطعه ۱۵ شعر کا بھیجتا ہون . حضور ملاحظه فرمائین . مضامین کی طرز نئی . مدح کا انداز نیا . دعا کا اسلوب نیا . زیادہ حدِ ادب[(۲)].

تم سلامت رہو ہزار برس　　ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

---

(۱) اس عریضه کے جواب مین لکھا گیا تھا : « مشفقا ! فی الحقیقت مزاج راقم از مرکز اعتدال منحرف شده بود . و حالا هم طبیعت خوب صاف نیست و تجویز استعمال مسهلات در پیش . ۲۹ اکتوبر سنه ۱۸٦۷ ع » .

(۲) یه قطعه مثل مین موجود نہین ھے . لفافه کی پشت پر میر منشی صاحب کا ایك نوٹ ھے . اوس سے معلوم ھوتا ھے که نوابصاحب نے قطعه منشی امیر احمد امیر مینائی کو دیدیا تھا . میر منشی صاحب کے الفاظ یه ھین : « پیش نموده شد . حضور پر نور بعد ملاحظه قصیده حوالهٔ منشی امیر احمد صاحب فرمودند . ۹ نومبر سنه ۱۸٦۷ ع » . نوابصاحب نے ۱۸ نومبر سنه مذکور کو قطعه کی رسید مین تحریر فرمایا : « ... مفاوضه عدیم المعاوضه مع یك قطعه بمضامین نو وطرز نادر رنگ افروز چہرهٔ وصول گردید . و از ملاحظه مضامین نوش انشراح دل بحصول انجامید » .

نجات کا طالب غالب . ٥ رجب سنه ۱۲۸٤ هجری[1] .

(۹۲)

حضرت آیۂ رحمت ولیِّ نعمت سلامت[2] .

بعدِ تسلیم معروض هے . کل ١٦ دسمبر کو نومبر کی تنخواہ کی هنڈوی پهنچی . وہ بهی سعادت منـد منشی سیلچند کے خط مین ملفوف . دیر مین هنڈوی کا پهنچنا یك طرف . حضرت کے توقیعِ وقیع کے مشاهده سے آنکهون کا روشن نهونا میری سیاہ بختی کی دلیل هے . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رهو هزار برس هر برس کے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب . ۱۷ دسمبر سنه ۱۸٦۷ .

(۹۳)

حضرت ولیِّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض هے . آج روزِ شنبه یکم ماهِ رمضان المبارك سنه ۱۲۸٤ هے ، به اتفاقِ حسابِ دوج و نگارشِ جنتری .

روزِ روزه است و روز ناپیداست غلظتِ ابر و شدتِ سرماست

چونکه دهوپ تو نظر هی نهین آتی ، ناچار دن رات آگ تاپتا هون ، اور هر وقت کانپتا هون .

ماهِ صیام مین سلاطین و اُمرا خیرات کرتے هین . اگر حسین علیخان یتیم کی شادی اسی صیغے مین هوجائے ، اور اس بوڑھے اپاهج فقیر کو روپیه ملجائے ، تو اس مهینے مین تیاری هو رهے ، اور شوال مین رسمِ نکاح عمل مین آئے . اور چونکه اس ماهِ مبارك مین درِ فیض باز ، اور سالِ انگریزی کا

---

(۱) عریضه کے لفافه پر تاریخ انگریزی ۳ نومبر سنه ۱۸٦۷ تحریر هے .

(۲) یهان میرزا صاحب نے الفاظ کی قدیم ترتیب کو بدلدیا هے .

بھی آغاز ھے، وہ پچیس[۱] روپئے مہینا جو زبانِ مبارك سے نکلا ھے، جنوری سنہ ۱۸٦۸ سے بنامِ حسین علیخان مــذکور جاری ھوجائے، تو مجھے گویا دونون جہان ملگئے.

تم سلامت رھو ھزار برس ‌ ‌ ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

لکھا ھوا یکم رمضان اور بھیجا ھوا دوم رمضان کا. عطا کا طالب غالب[۲].

(۹٤)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. منشورِ رافت عزِ ورود لایا. ھنــڈویِ ملفوفه سے سو روپیه بابت تنخواہِ دسمبر سنه ۱۸٦۷ معرضِ وصول مین آیا.

تم سلامت رھو ھزار برس ‌ ‌ ھر برسکے ھون دن پچاس ھزار

توجہ کا طالب غالب. ۱٤ جنوری سنه ۱۸٦۸ عیسوی.

(۹٥)

داد و دھشِ تو روز افزون بادا ‌ ‌ بر دولتِ تو زمانه مفتون بادا

این عید و دوصد ھزار عیدِ دیگر ‌ ‌ بر ذاتِ تو فرخ و ھمایون بادا

نجات کا طالب غالب. جمعه ۲۸ رمضان المبارك سنه ۱۲۸٤ ھجری[۳].

(۹٦)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعــدِ تسلیم معروض ھے. منشورِ عطوفت ظھور عزِ ورود لایا. اور

---

(۱) میرزا صاحب نے روپیه کی تعداد حسابی رقم سے بھی ظاھر کی ھے.

(۲) اس عریضه کے لفافه پر میرزا صاحب نے یکشنبه دوم رمضان و ۲۹ دسمبر لکھا ھے. نواب خلد آشیان نے جواباً ٦ جنوری سنه ٦۸ ع مطابق ۱۰ رمضان سنه ۱۲۸٤ ھ کو جو فرمان تحریر فرمایا ھے، اوس مین میرزا صاحب کے اصل مدعا کا کوئی تذکرہ نہین.

(۳) اس قطعه کیساتھ مثل مین کوئی عریضه منسلك نہین. غالباً بلا عریضه ارسال ھوا. لفافه پر انگریزی تاریخ ۲٤ جنوری سنه ۱۸٦۸ ع تحریر ھے. اس قطعه کی رسید مین نواب خلد آشیان نے ٥ فروری سنه ۱۸٦۸ ع کو تحریر فرمایا: «قطعۂ مبارکباد عید الفطر بطرز نغز و مضامین شرف افزا موصول گشته ساز و برگ فرحت و انبساط افزود».

اوسکی ملفوفه هنڈوی سے جنوری سنه ۱۸٦۸ حال کا سو روپیــــه معرضِ وصول مین آیا.

تم سلامت رهو قیامت تك دولت و عز و جاه روز افزون

نجات کا طالب غالب. ۱۳ فروری سنه ۱۸٦۸.

(۹۷)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

عرضِ مدارجِ عز و نیاز کے بعد نوازشنامه کے پهنچنے کا اور تنخواه فروری سنه ۱۸٦۸ کے پانے کا شکر بجا لاتا هون. سبحان الله! کیا برکت هے اس سو روپیئے مین، که سو آدمی روٹی کهاتے هین، اور اس فقیر کے بهی سو کام نکلجاتے هین.

مرزا حسین علیخان کی شادی رجب کے مهینے مین قرار پائی تهی. عطیۂ حضور کے نه پهنچنے کے سبب ملتوی رهی. آج جو ذیقعده کی ۱۵ هے، ۱۵ دن یه اور مهینا ذی الحجه کا. اگر اسی ذیقعده کے مهینے مین کچه حضرت عطا فرمائین گے، تو آخرِ ذی الحجه تك نکاح هوجائیگا. خدا کرے خداوند کے ضمیر مین یه بهی گزرے که غالب جب بهو بیاه لائیگا، تو اوسکو روٹی کهان سے کهلائیگا. غرض اس سے یه که حسین علیخان کی تنخواه جاری هوجائے. حضرت! کوئی ایسا نهین که جو میرے مطالب حضور مین عرض کرتا رهے، اور مجهے بار بار لکهتے هوے شرم آتی هے.

تم سلامت رهو هزار برس هر برسکے هون دن پچاس هزار

نجات کا طالب غالب. ۹ مارچ سنه ۱۸٦۸[1].

---

(۱) عریضه کے لفافه پر دوشنبه نهم مارچ سنه ۱۸٦۸ تاریخ درج هے. چونکه اس سے یوم روانگی متعین هوتا تها، اسلئے یهان نقل کرنا مناسب سمجها گیا.

(۹۸)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. منشورِ عطوفت ظہورِ عزِّ ورود لایا. سو روپیہ کا کاغذ خط کے لفافے مین سے پایا. اپریل سنہ ۱۸۶۸ کی تنخواہ کا روپیہ معرضِ وصول مین آیا.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

(دوشنبہ ۱۱ اپریل سنہ ۱۸۶۸)[۱].

(۹۹)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ہے. شوقِ قدمبوس نے تنگ کیا. جب دیکھا کہ کسیطرح جا نہین سکتا، ناچار اپنا نقشا اوتروایا، اور خدمتِ عالی مین روانہ کیا. جب تک کہ مین جیتا ہون، تب تک اس صورت سے حاضر رہونگا. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عنایت کا طالب غالب. ۲۷ مئی سنہ ۱۸۶۷[۲].

---

(۱) عریضہ مین کاتب کا نام اور تاریخ کتابت دونون درج نہین. البتہ لفافہ پر میرزا صاحب نے ۱۱ اپریل سنہ ۱۸۶۸ تحریر کیا ھی. لیکن یہ درست نہین. اولا اسلئی کہ ڈاکخانہ کی انگریزی مہر مین ۱۱ مئی لکہی گئی ھی. ثانیاً اسلئی کہ اس عریضہ مین تنخواہ اپریل کی اطلاع دی ھی. اور یہ مسلم ھی کہ اپریل کی تنخواہ اپریل مین نہین ملتی، مئی مین ملتی ھی. اسلئی اسکو ۱۱ ماہ مئی سنہ ۶۸ ع کا ہونا چاہئی.

(۲) میرزا صاحب نے سہواً سنہ ۶۷ ع لکہدیا ھی. صحیح تاریخ ۲۷ مئی سنہ ۱۸۶۸ ع ھی. اسلئی کہ اولا تو جون سنہ ۶۸ ع کی نوشتہ عریضہ مین اسکی رسید طلب کی ھی اور اوس مین اس خط کو « سابق کا عریضہ » لکہا ھی. جس سی ظاہر ہوتا ھی کہ دونون عریضون کی درمیان کسی تیسری عریضہ کا فصل نہین تھا. ثانیاً اسی عریضہ کی لفافہ کی پشت پر میر منشی صاحب کا حسب ذیل نوٹ ھی: « تصویر بعد ملاحظہ سپرد سید مجاور علی صاحب شد. ۲ جون سنہ ۱۸۶۸ ع ». اس سی صاف ظاہر ھی کہ یہ واقعہ سنہ ۶۸ ع کا ھی. اگر سنہ ۶۷ ع کا ہوتا، تو اوسی سال میرزا صاحب تقاضای رسید کرتی، اور اوسی وقت سرکار یہ تصویر ملاحظہ فرما کر سید مجاور علی صاحب کو دیتی.

(۱۰۰)

حضرت ولیّ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . آج چوتھا دن ہے ، کہ توقیعِ وقیع عزِ ورود لایا ہے . ہنڈویِ ملفوفہ کی رو سے تنخواہِ مئی سنہ ۱۸٦۸ کا سو روپیہ معرضِ وصول مین آیا ہے . جواب کے جلد نہ لکھنے کی وجہ یہ ہے ، کہ مین گرمی کی شدت کے سبب سے ، اور احتباسِ ہوا سے کہ جو لازمۂ موسمِ برسات ہے ، بیکارِ محض ہوگیا ہون . مطلق کچھ لکھ نہین سکتا . اور کوئی ایسا شخص ، کہ جس سے کچھ لکھواؤن ، اس چار روز مین میرے پاس نہین آیا . آج اسوقت ایك صاحب آ گئے . اون سے مین نے یہ عریضہ لکھوا لیا .

پیر و مرشد ! سابق کے عریضہ کیساتھ مین نے اپنی تصویر حضور مین بھیجی ہے . اوسکی رسید اس نوازشنامہ مین مرقوم نتھی . مجکو یہ اندیشہ ہے ، کہ کہین وہ لفافہ ڈاك مین تلف نہ ہوگیا ہو . اگر اوسکی رسید سے شرفِ اطلاع پاؤن ، تو دلجمعی ہوجائے[1] .

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

۱۵ جون سنہ ۱۸٦۸ ع . نجات کا طالب غالب[2] .

(۱۰۱)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . کل منشورِ عطوفت عزِ صدور لایا . جولائی سنہ ۱۸٦۸ کا سو روپیہ[3] بذریعۂ ہنڈوی وصول پایا .

---

(۱) نوابصاحب نے جوابی فرمان مورخہ ۷ جولائی سنہ ٦۸ ع مین تحریر فرمایا ہے : « شبیہ آن مشفق وصول شادمانی آوردہ از فرط محبتہا متصور شد » . اس تصویر کے علاوہ میرزا صاحب نے جہان جہان اپنی تصویرین بھیجی تھین ، اونکے لئے اردوی معلی ، ص ۲۰ ، ۲۳ ، ۳٤ ، ۱۲٦ ، ۲۳۷ ، ۲٤۷ ملاحظہ ہو .

(۲) اس عریضہ مین صرف (طالب غالب) میرزا صاحب کے قلم کا لکھا ہوا ہے .

(۳) الفاظ کے اوپر میرزا صاحب نے حسابی رقوم بھی لکھی ہین .

تین التماسین سابق پیش ہوئی تہین . سو اب پہلے برخوردار نواب مرزا خان کی تحریر سے ، اور پھر جناب مظفر حسین خان بہادر[1] کے خط سے اون خواہشون کے منظور و مقبول ہونے کی نوید پائی . انشاء اللہ الکریم حسبِ ارشادِ حضور اسی برس ٦٨ مین آمدِ زمستان یعنی نومبر و دسمبر مین میرا قرض بھی ادا ہوجایگا ، اور حسین علیخان کی شادی بھی ہوجایگی ، اور اوسکے واسطے اوسکی زندگی تك تنخواہ جداگانہ مقرر ہوجایگی .

با کریمان کارہا دشوار نیست

عرضداشتِ ہوا خواہ اسد اللہ . معروضۂ ۱۳ ماہِ اگست سنہ ۱۸٦٨ .

تم سلامت رہو قیامت تك دولت و عز و جاہ روز افزون

(۱۰۲)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تقدیمِ مدارجِ تسلیم معروض ہے . توقیعِ رافت عزِ ورود لایا . مین نے ہنڈوی ملفوفہ کے ذریعہ سے بابت تنخواہِ اگست سنہ ۱۸٦٨ سو روپیہ وصول پایا .

نکہون آپ سے تو کس سے کہون مدعایِ ضروری الاظہار

---

(۱) مظفر حسین خان بہادر ابن مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی نواب خلد آشیان کی مصاحب تھی . ان کی والد مسیح الدولہ شاہ اودھ کی طبیب خاص تھی . لیکن سلطنت اودھ کی بساط اولٹجانی کی بعد یہ خاندان بھی ترك وطن پر مجبور ہوا . رامپور اوس زمانہ مین صاحبان علم و ہنر کا ملجاؤ ماوی تھا . مظفر حسین خان اور انکی بھائی احسان حسین خان نی بھی سنہ ۱۸٦۷ع مین اس دربار دربار کا قصد کیا . نواب خلد آشیان نی ان دونوںٔ کی کما حقہ قدر و منزلت کی . مظفر حسین خان صاحب علم اور ایك نہایت عمدہ ذخیرۂ مخطوطات و مطبوعات کی مالك تھی . نواب صاحب نی اون سی یہ پورا ذخیرہ خرید کر سرکاری خزانۂ کتب مین شامل فرما لیا . ان تمام کتابون پر مظفر حسین خان کی دستخط ثبت ہین ، اور متعدد نسخون پر جا بجا حواشی بھی پائی جاتی ہین . خود ان کی اپنی مصنفہ متعدد رسالی بھی کتب خانہ مین موجود ہین . یہ عربی زبان مین لکھی گئی ہین ، اور فلسفہ و حکمت سی متعلق ہین . میرزا غالب سی انکی روابط تھی . اسلئی جب یہ رامپور آئی ہین ، تو میرزا صاحب نی منشی سیلچند سی انکی درباری قدر و منزلت کی متعلق استفسار کیا تھا . ملاحظہ ہو مکتوب نمبر ۱۱٤ ، مجموعۂ ہذا .

پیر و مرشد! حسین علیخان کے سسرال والون کا بڑا تقاضا ھے. زندگی مشکل ہوگئی ھے. بطریقِ «شیئاً للہ» سوالِ مختصر یہ ھے، کہ جو حضرت کے مزاج مین آوے، وہ عطا کیجیے. اور حسین علیخان کے نام جداگانہ تنخواہ مقرر کر دیجیے. لیکن یہ دونون امر جلد صورت پکڑ جائین.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

زیادہ حدِ ادب. عرضداشتِ دولتخواہ **اسد اللہ**. معروضۂ ۷ ستمبر سنہ ۱۸۶۸.

(۱۰۳)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامہ مع سو روپیہ کی ہنڈوی کے عزِ ورود لایا. تنخواہِ ستمبر سنہ ۱۸۶۸ کا روپیہ مین نے پایا.

تم سلامت رہو قیامت تک دولت و عز و جاہ روز افزون

مشتاقِ مرگِ ناگاہ اسد **اللہ**. ۱۳ ماہِ اکتوبر ۱۸۶۸.

(۱۰۴)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. توقیعِ رافت شرفِ ورود لایا. سو روپیہ[1] بابت تنخواہِ اکتوبر سنہ ۱۸۶۸ از رویِ ہنڈویِ ملفوفۂ خط معرضِ وصول مین آیا. خدا حضرت کو سلامت رکھے! مجھ سے اپاہج نکمّے کو بیعوضِ خدمت تنخواہ دیتے ہو.

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ **اسد اللہ**. مورخۂ ۱۶ نومبر سنہ ۱۸۶۸.

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقم لکھی تھی. مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اوسکو الفاظ مین لکھدیا ھے.

(۱۰۵)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . کل عریضه مشعرِ رسیدِ تنخواہِ نومبر سنه ۱۸۶۸ حال ارسال کرچکا ہون . آج ناچار از روی اضطرار وافتقار پھر یه عرضی لکھتا ہون .

حال میرا تباہ ہوتے ہوتے اب یه نوبت پہنچی ، کہ اب کی تنخواہ مین سے ۵۴[1] روپئے بچے . ۶۳[1] روپئے کا چٹھا ماہوار کا سُو سہ ماهه دینا . مجملاً آٹھ سو روپئے ہون ، تو میری آبرو بچتی ہے . ناچار حسین علیخان کی شادی اور اوسکے نام کی تنخواہ سے قطعِ نظر کی . اب اس باب مین عرض کرون کیا مجال . کبھی نه کہونگا . آٹھ سو روپئے مجکو اوپر دیجے . شادی کیسی ؟ میری آبرو بچ جائے ، تو غنیمت ہے . برخوردار نواب مرزا خان کے خط مین یه حال مفصل لکھا ہے . وہ عرض کریگا . مختصر یه کہ اب میری جان اور آبرو آپ کے ہاتھ ہے . مگر حضور جو عطا فرمانا ہے ، جلد ارشاد ہو . زیادہ حدِ ادب .

تم سلامت رہو قیامت تك ہر برس کے ہون دن پچاس ہزار

عرضداشتِ گدای یك در اسد اللهِ مضطر . ۱۶ نومبر سنه ۱۸۶۸ .

(۱۰۶)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت .

بعدِ تسلیم معروض ہے . بہت دن ہوئے ، کہ برخوردار نواب مرزا خان نے مجکو مبارکباد لکھی تھی ، کہ حضور نے تیرے قرض کے ادا کرنے کی نوید دی ہے ، اور مقدارِ قرض پوچھی ہے . سو مین نے اونکو لکھ بھیجا تھا ، کہ آٹھ سو روپئے مین میرا قرض تمام ادا ہوجایگا . اس تحریر سے

(۱) یہان میرزا صاحب نے حسابی رقوم لکھی تھین . مین نے سہولت طباعت کے خیال سے اونکو الفاظ مین لکھدیا ہے .

یاددھی منظور ھے. زیادہ حدِ ادب.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

آرام کا طالب غالب. صبح پنجشنبہ ۱۷ دسمبر سنہ ۱۸۶۸[۱].

(۱۰۷)

حضرت ولیِ نعمت آیۂ رحمت سلامت.

بعدِ تسلیم معروض ھے. عنایت نامہ اوراوس مین تنخواہِ دسمبر سنہ ۱۸۶۸ کی ھنڈوی ملفوف پہنچی. جلد یاد آوری کا شکر بجا لایا. حضور قرضخواھون نے بہت عاجز کر رکھا ھے. بس میرا یہی کام ھے کہ یاد دلادون آگے حضرت مالك ھین.

تم سلامت رھو ھزار برس ھر برس کے ھون دن پچاس ھزار

عرضداشتِ غالبِ گدیہ خواہ. مرقومۂ روزِ یکشنبہ اواخرِ تاریخِ رمضان المقدس سنہ ۱۲۸۵ ھ[۲].

---

(۱) اس عریضہ کی لفافہ پر ۱۵ دسمبر سنہ ۱۸۶۸ درج ھی اور لفافہ کی پشت پر نوٹ ھی: « پیش نمودہ شد حکم صادر نشد. ۲۰ دسمبر سنہ ۱۸۶۸ ع ».

(۲) لفافہ پر « دھم جنوری سنہ ۱۸۶۹ » تحریر ھی. یہ میرزا صاحب کی آخری تحریر ھی. حسین علی خان کی عریضہ سی معلوم ھوتا ھی کہ جنوری کی تنخواہ ۱۵ فروری کو میرزا صاحب کی انتقال سی ایك گھنٹہ قبل پہنچی تھی، اسلئی اوسکی رسید اپنی قلم سی نہ لکھ سکی. سویم کی روز حسین علی خان نی سرکار کو میرزا صاحب کی انتقال کی اطلاع دیتی ھوی لکھا: « بتاریخ ۱۵ فروری سنہ حال مطابق ۲ ذیقعدہ روز دوشنبہ وقت ظہر جناب دادا جانصاحب قبلہ نواب اسد اللہ خان غالب عرف مرزا نوشہ صاحب نی اس جہان فانی سی رحلت کی. فدوی کچھ عرض نہین کرسکتا کہ کسقدر رنج والم اس سانحۂ جانگزا و جگر خراش سی لاحق ھوا ھی. اور نیز جناب دادی صاحبہ معظمہ کا حال اس رنج سی عالم پیری مین ایسا ھوگیا ھی کہ گذارش نہین کیا جاسکتا ھی. حضور کا نوازشنامہ مع ھنڈوی یکصد روپیہ بابت تنخواہ جنوری سنہ ۶۹ ع کی ۱۵ فروری کو ایك گھنٹہ پہلی انتقال دادا جانصاحب سی شرف صدور لایا تھا. رسید ھنڈوی واسطی اطلاع حضور کی عرض کیگئی ».

«بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہرِ لطف و کرم
نواب زین العابدین خانصاحب بہادر عرف
کلن میان سلمہ اللہ تعالی مقبول باد»(1)

(صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر عرف کان میان ولد صاحبزادہ سید اصغر علیخان بہادر ولد نواب سید عبداللہ خان بہادر ابن نواب سید غلام محمد خان بہادر، نواب فردوس مکان کی ھمجد تھی. دلی مین پیدا ھوی، اور وھین نشو و نما پائی. اپنی دادا نواب سید عبداللہ خانصاحب بہادر کی صدر الصدوری میرٹھ کی زمانہ مین اونکی ساتھ رھی. نواب فردوس مکان کی عہد مین رامپور آئی، اور یہان سی کسی بات پر ناراض ھوکر جیپور چلی گئی، اور وھین توطن اختیار کرلیا. امیر مینائی نی انتخاب یادگار (ص ۲۱۲) مین انکی متعلق لکھا ھی:

«عابد. صاحبزادہ محمد زین العابدین خان عرف کان خان ولد صاحبزادہ محمد اصغر علیخان اصغر..... بیالیس برس کا سن ھی. تلمذ کسی سی نہین. بطور خود کہتی ھین. یہ اونکا کلام ھی:

تھا جو اوڑتا ھی ھوش کو میری بوی گیسوی عنبرین ھوتا
تھا نہ کھلتا جو عقدۂ دلکو کاش ابرو کی تیری چین ھوتا»

انکی دادا میرزا صاحب کی مخلص دوست تھی. اسلئی یہ میرزا صاحب کو اپنا بزرگ اور وہ انھین اپنا فرزند خیال کرتی تھی. لیکن نواب فردوس مکان ان سی آخر مین ناخوش ھوگئی تھی، اسلئی میرزا صاحب نی ان کی کلام پر اصلاح دینی سی انکار کردیا تھا. صاحبزادہ سید زین‌العابدین خان بہادر نی جیپور مین دسمبر سنہ ۱۸۹۲ ع کو انتقال کیا.)

(۱۰۸)

بندہ پرور!

مہربانی نامہ پہنچا. مین تو سمجھا تھا، آپ مجکو بھول گئے. بارے یاد کیا. جناب نوابصاحب میرے محسن اور میرے قدردان اور میری امیدگاہ ھین. مین اگر رامپور نہ آؤنگا تو کہان جاؤنگا. یہ جو آپ کہتے ھین کہ تجکو آنے مین تردد کیا ھے، تردد کچھ نہین، توقف ھے. وجہ توقف کی یہ کہ مین

(1) یہ عبارت میرزا صاحب نی لفافہ پر لکھی تھی. مین نی عنوان مین تبرکاً نقل کردی ھی.

نے اپنی پنسن کے باب مین چیف کمشنر بہادر کو درخواست دی تھی. وهان سے صاحب کمشنرِ شہر کے وه درخواست حواله هوئی. صاحب کمشنرِ دهلی نے صاحب کلکترِ شہر سے کیفیّت طلب کی هے. پس اگر وه کیفیّت پنسن کی هے. تو یہان کی کلکتری کا دفتر اگر نہین رها نه رهے. ریٔو بوڑد[1] کے دفتر، اور لفٹنٹ گورنری آگره، اور نواب گورنر جنرل کلکته کے دفتر اس پنسن کی کیفیّت سے خالی نہین هین. اور اگر میری کیفیّت مطلوب هے، تو میرا بے جرم اور بری اور الگ هونا فساد سے از روی دفترِ قلعه و اظہارِ مُخبرین ظاهر هے. بہر حال صاحب کمشنرِ شہر کیفیّت صاحب کلکتر سے طلب کرکر چیف کمشنر کیساتھ پنجاب کو گئے هین. دیکھئیے کب آوین، اور بعدِ ملاحظهٔ کیفیّت کیا حکم دین. مگر تا صدورِ حکم مین یہان سے کہین جا نہین سکتا. هان بعــــد ملنے حکم کے، خواهی دلخواه هو خواهی مخالفِ مدعا، دونون صورت مین رامپور آؤن گا. مگر حیران هون، که جب تك یہان رهون کھاؤن کیا، اور جب چلنے کا قصد هو تو رامپور کسطرح پہنچون. کیا خوب هو که تم یه رقعه اپنے نام کا حضور کو، یعنی حضرت نوابصاحب کو، پڑھوا کر اس مدعایِ خاص کا جواب، جو وه فرمائین، مجکو لکھ بھیجو. لیکن تم سے یه توقع کیونکر پڑے کسواسطے که تم نے اردو دیوان کے پہنچنے نه پہنچنے کا حال جنابِ عالی سے دریافت کرکر کب لکھا هے، جو اس بات کا جواب لکھوگے. زیاده اس سے کیا لکھون. از غالب. نگاشتهٔ و روان داشتهٔ پنجشنبه ۲۵ مارچ ۱۸۵۸ع. ضروری جواب طلب[2].

---

(۱) اس لفظ کو میرزا صاحب نے اسیطرح لکھا هے. لیکن صحیح «بورڈ» هے.

(۲) خط کے لفافه سے معلوم هوتا هے که میرزا صاحب نے ۲۴ تاریخ کو اسی لکھ لیا تھا، اور یه اراده تھا، که ۲۵ کو پوسٹ کرائینگے، اسلئے ۲۵ مارچ تاریخ لکھدی تھی. لیکن بعد ازان از راه عجلت ۲۴ هی کو ڈاك مین ڈلوا دیا. اصل عبارت یه هے: «در شہر رامپور موصول و بخدمت نوابصاحب مشفق و مکرم مظہر لطف وکرم نواب زین العابدین خانصاحب عرف کان میان سلمه الله تعالی مقبول باد. از غالب یکرنگ. بیرنگ. مرسلهٔ ۲۵ مارچ ۱۸۵۸. ضروری. جواب طلب و شتاب طلب. چون عجلت در ارسال مکتوب می بایست، هم بروز چهار شنبه آخر روز ۲۴ مارچ فرستاده شد».

(۱۰۹)

نوابصاحب والا قدر عظیم الشان سلمکم اللہ تعالےٰ.

بعدِ سلامِ مسنون مشہودِ خاطرِ عاطر ہو. سابق آپ کا خط متضمن اردو کے استفتایِ روزمرہ کا آیا تھا. اوسکا جواب جو مجھے معلوم تھا لکھ بھیجا. اب جو دوسرا خط آیا، اوس مین آپ نے اپنے اشعار بتوقعِ اصلاح بھیجے ہین. آپ کو معلوم رہے کہ مین خاص خدمتِ اصلاحِ اشعار پر جناب نوابصاحب قبلہ کا نوکر ہون، اور آپ حضور کے عزیزون مین اور فرزندون مین ہین. پس مین بے حکم حضور کے آپ کی خدمت بجا نہین لا سکتا. نا چار کاغذِ اشعار مسترد بھیجتا ہون. یہ امر یقین ہے کہ موجبِ ملالِ خاطرِ اقدس نہوگا. بندگی بیچارگی. زیادہ اس سے کیا لکھون، کہ مدعایِ ضروری الاظہار اسیقدر تھا. والسلام. راقم اسد اللہ خان غالب. ۱٤ مارچ سنہ ۱۸٦۵[1].

(۱) زین العابدینخان کی خط کیلئی خط نمبر ۱۱۲ کا حاشیہ ملاحظہ ہو.

«بمطالعۂ منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلمہ‌الله تعالی مفتوح باد»(۱)

(منشی سیلچند راجه کنورسین کی اولاد مین هین. کنورسین قوم کی کایستھ اور نواب سید علی محمد خان بہادر فاتح روهیلکھنڈ کی معتمد سردار تھی. قلعۂ سرهند کی فتح مین اپنی ولی نعمت کی همرکاب خدمات شایسته انجام دیکر بادشاه دهلی کی دربار سی راجه کا خطاب حاصل کیا. روهیله سلطنت کی ٹکڑی هوی، اور نواب سید فیض‌الله خانصاحب بہادر ریاست رامپور کی والی بنکر اس خطه مین تشریف لائی، تو اونکی رکاب مین تمام وفادار سرداران روهیله کیساتھ منشی صاحب کا خاندان بھی تھا. منشی سیلچند کی تاریخ ولادت اور جای پیدائش کا صحیح حال معلوم نهوسکا. البته ۲۹ دسمبر سنه ۱۸۹٤ ع کو انکی عمر اکیاسی سال کی تھی. اس حساب سی سنه ولادت ۱۸۱۳ ع قرار پاتا هی. انکا ابتدائی تقرر نواب سید احمد علیخان بہادر کی عهد حکومت مین بعهدۂ ناظر نظامت هوا. بعد ازان عامل (تحصیلدار) مقرر هوی. ۱۸٤٤ ع مین انکی والد نی وفات پائی تو اونکی اسامی پر محکمۂ عالیۂ دار الانشا مین بدلدی گئی. غدر سنه ۱۸۵۷ ع مین ریاست کیطرف سی خبر رسانی و فراهمی رسد وغیره کا کام انجام دیا، اور نواب گورنر جنرل بہادر سی بصلۂ خدمات دربار فتحگڑه مین دوشاله انعام پایا. نواب فردوس مکان نی بھی انکی خدمات کی تعریف مین روبکار جاری فرمایا، اور ایك تلوار عطا کی. نوابصاحب کی وفات کی بعد نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان نی بھی انکی بہت قدر و منزلت فرمائی. بالآخر پانچ والیان ریاست کی خدمت کر کی ۲۹ دسمبر سنه ۱۸۹٤ ع کو اکیاسی سال کی عمر مین رامپور مین انتقال کیا.

منشی سیلچند کو فارسی مین کافی دستگاه حاصل تھی، اور ملا غیاث الدین رامپوری مولف غیاث اللغات فارسی سی شرف تلمذ تھا. شعر بھی کہتی تھی. اور منشی تخلص کرتی تھی.)

(۱۱۰)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی سلّمه الله تعالی.

بعد دعای دوام حیات وترقیِ درجات معلوم فرمائین. اگرچه از رویِ خطوطِ حضور، صحت وعافیتِ حضور معلوم ہوتی ہے، لیکن یه کہین سے نہین سنا، که غسلِ صحت کیا، یا کسدن کرینگے. آپ سے یه فقیر کا سوال ہے،

---

(۱) یه عبارت میرزا صاحب نی مکتوب مورخه ۲۵ دسمبر سنه ۱۸٦٤ ع کی لفافه پر لکھی تھی. مین نی یہان تبرکاً نقل کردی هی.

که مجکو لکھئیے ، که حضرت غسل کسدن فرمائین گے . اور اگر موافق میری آرزو کے نہا چکے هون ، تو غسل کی تاریخ سے اطلاع دیجے . خیر و عافیت کا طالب غالب. ۲۵ دسمبر ۱۸٦٤[۱].

(۱۱۱)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو خدا سلامت رکھے!

مادۂ تاریخِ غسلِ صحت کو تم نے غور نہین کیا. ۱۸٦٦ عدد هوتے هین . پهر کیا حضور سالِ آینده غسلِ صحت فرمائین گے ؟ یه تو جنوری سال ۱۸٦٥ هین . اس تاریخ کا قطعه کیونکر لکهون[۲] ؟

یه جو مین نے قصیدۂ تہنیت لکهکر بهیجا هے ، منشا اسکا یه هے ، که شاه کبیر الدین صاحب رامپور سے آئے ، اور اونهون نے کہا ، که نواب صاحب جمعه کے دن ساتوین تاریخِ شعبان کو نہائین گے . اب تمهاری تحریر سے معلوم هوا ، که ماهِ آینده یعنی رجب[۳] مین نہائین گے . خیر وه کاغذ تو حضور کی نظر سے گزریگا . اگر موقع پاؤ تو حضور مین یه ماجرا عرض کردینا که مین نے بموجب

(۱) یه خط نواب فردوس مکان کے غسل صحت کی تاریخ کے متعلق لکها گیا تها .

(۲) منشی صاحب نے میرزا غالب کے مکتوب مورخه ۲۵ دسمبر سنه ٦٤ ع کے جواب مین جو خط تحریر کیا تها ، اوس مین ذکر ماه جشن کے بعد درخواست کی تهی که « ایك ماده تاریخ کا فدوی نے نکالا هے . سو عرض کرتا هون . امیدوار هون ، که اوسکے دو شعر موزون فرما کر عنایت نامۂ موسومه فدوی کے مین عنایت فرمائیے . بیت : کا شکر سر اعدا عرض کر تو ای منشی * بندگان عالی کا آج غسل صحت هے ». اس شعر کا مصرع ثانی مادۂ تاریخ هے . چونکه اسکے اعداد ۱۸٦٦ هوتے هین ، اسلئے ایك عدد کا تخرجه کیا گیا هے . فقره (کا شکر سر اعدا) بتاتا هے ، که اگر سر اعدا یعنی حرف الف کے عدد کو ، جو « ایك » هے ، ماده مین سے کم کر دیا جائے تو اعداد مطلوبه ۱۸٦٥ حاصل هوجائین گے . چونکه یه قاعدۂ تاریخ گوئی کے عین مطابق هے اسلئے تعجب هوتا هے . که میرزا صاحب نے اسپر کیون اعتراض کیا .

(۳) میرزا صاحب نے سہواً ماه آینده کو رجب لکهدیا هے . فی الواقع ماه آینده رمضان تها . اسلئے که خط نمبر (۳۹) سے معلوم هوتا هے که اس سال ۱۳ دسمبر کو رجب کی ۱۳ تاریخ تهی . لہذا ۱۹ جنوری کو ، جو تاریخ تحریر خط هے ، ۱۹ یا ۲۰ شعبان هوگی . اور شعبان کے بعد رمضان آتا هے . رجب نہین آتا .

روایتِ شاہ کبیر الدین کے اسکے ارسال مین جلدی کی ہے[1]. غالب ١٩ جنوری سـنه ١٨٦٥.

(١١٢)

منشی صاحب! عجب اتفاق ہے، که حضور اپنے خط مین اپنے مزاجِ مبارك کا حال کچھ نہین لکھتے، اور میرا دھیان لگا ہوا ہے. خدا کیواسطے! تم مفصل حال لکھو، که کیا عارضه باقی ہے، اور صورت کیا ہے؟ دربار بدستور ہوتا ہے یا نہین؟ سوار ہوتے ہین یا نہین؟

زین العابدین خان نے جیپور سے اپنے اشعار اصلاح کیواسطے میرے پاس بھیجے. مین نے اصلاح دینے سے انکار کیا، اور اشعار مسترد کردئے. اون کا خط اور اوسکی پشت پر اوسکے جواب کا مسوده اس خط مین لپیٹ کر تم کو بھیجتا ہون. پڑھ لو. بلکه اگر موقع اور محل پاؤ، تو حضور کو بھی پڑھوا دو[2]. والدعا. اسد الله خان غالب. ١٤ مارچ سنه ١٨٦٥.

(١١٣)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان منشی سیلچند صاحب میر منشی کو فقیر غالب کی دعا پہنچے. یه خط[3] مین نے ایك شبانه روز کی فکر مین حضور کو لکھا ہے. مگر مسوده جو ہر بار کچھ کا کچھ ہوتا رہا، اس سبب سے

---

(١) اشعار تہنیت کیلئی عریضه نمبر ٣٦ کا حاشیه ملاحظه ہو.

(٢) زین العابدین خان کا خط حسب ذیل ہی: « نوابصاحب مشفق مہربان، کرمفرمای دوستان، مجموعهٔ خوبیہای بیکران سلمه الله تعالی. بعد سلام مسنون، واشتیاق ملاقات مباہجت مشحون، یه چند خزف ریزی بھیجکر تکلیف دیتا ہون، که نگاه گوہر سنج سی ملاحظه کرکی اغلاط محاورات وتراکیب، وسستی بندش، وتعقیدات صوری ومعنوی، وتنافر الفاظ، وابتذال مضامین، جس جگه واقع ہو مطلع فرمائی. فقط. امر مستفسرهٔ سابق مین صدور مہربانی نامهٔ نامی نی خلجان رفع کیا. جواب اسکا بھی اگر جلد عنایت ہو بعید ارتباط دیرینه سی نہوگا. زیاده شوق و بس. فقط. نگاشتهٔ دہم مارچ سنه ١٨٦٥ع. مقام جیپور. زین العابدینخان ». میرزا صاحب کی جواب کیلئی مکتوب نمبر ١٠٩ ملاحظه ہو.

(٣) عریضه نمبر ٤٢ مراد ہی.

میرے پاس نہین رہا. اور خدا کی قسم! کہ مین اب بہت ناتوان ہوگیا ہون. یہ خط لیٹے لیٹے صاف کیا ہے. اور اس تحریر کو مجموعۂ نثر مین رکھا چاہتا ہون. آپ اس کی نقل کرکے مقرر مجکو بھیجدیجیے گا. بڑا احسان مجھ پر ہوگا[۱].

اسد اللہ.

(۱۱٤)

منشی صاحب سعادت و اقبال نشان عزیز تر از جان منشی سیلچند کو فقیر غالب کی دعا پہنچے[۲]. کیون صاحب؟ ہم تو تم کو اپنا فرزند سمجھین، اور تمہارا یہ حال کہ مراسم فرزندی بجا نہین لاتے. خط لکھنا تم نے یك قلم موقوف کردیا. اور بھائی بے تکلف لکھتا ہون کہ مجھ مین اب دم نہین ہے. نہ طاقت باقی ہے، نہ حواس درست ہین[۳]. آج کے نوابصاحب کے خط مین دوجگہ غلطیان ہوئین مجھ سے. لکھا کچھ چاہتا ہون، لکھ کچھ جاتا ہون. بس اب تو یہ نوبت پہنچی ہے[۲]، کہ آج بچا کل مرا، کل بچا پرسون مرا. اس خط کا (جواب)[٤] مجکو جلد لکھو. اور اوس مین یہ لکھو، کہ احسان حسین خان (اور اونکے بھائی مظفر حسین خان)[۵] جو لکھنو سے آئے ہین،

---

(۱) یہ عریضہ کلیات نثر فارسی مین شامل نہین. اغلب یہ ہی، کہ یہان سی نقل روانا نہین کیگئی.

(۲) کاتب نی دونون جگہ «پونچی» لکھا ہی. لیکن میرزا صاحب نی اسی متن مین علی حالہ باقی رکھکر پائین خط مین اپنی قلم سی «پہنچی» بنادیا ہی، اسلئی مین نی متن مین صحیح املا لکھنا مناسب خیال کیا.

(۳) حواس کا املا کاتب نی ہای ہوز سی لکھا تھا. مرزا صاحب نی اوسکو قلمزد کرکی حای حطی سی لکھا ہی.

(٤) میرزا صاحب کی خط مین یہ لفظ موجود نہین ہی. لیکن سیاق چاہتا تھا اس لئی مین نی اسکو سہو کاتب و مکتوب لہ خیال کرکی بریکٹ مین اضافہ کردیا ہی.

(۵) احسان حسین خان اور مظفر حسین خان، مسیح الدولہ حکیم علی حسین خان بہادر لکھنوی، طبیب شاہ اودہ کی صاحبزادی تھی. الحاق اودہ کی بعد رفتہ رفتہ روساء شہر و اراکین سلطنت تباہ حال اور پریشان روزگار ہونا شروع ہوئی، تو ان مین سی اکثر اصحاب نی دربار رامپور کی دامن الطاف وکرم مین پناہ لی. یہ دونون بھائی بھی سنہ ٦۷ع مین یہان آگئی. نواب خلد آشیان نی انکی شایان شان قدر و منزلت کا اظہار فرمایا، اور اپنی مصاحبین خاص مین جگہ عطا کی. احسان حسین خان بہادر نی جمعہ کی دن ۵ رجب سنہ ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ع) کو کربلای معلی مین انتقال کیا. مظفر حسین خان آخر مین بنارس چلی گئی تھی، اور تیرہوین صدی کی آخر تك بقید حیات تھی.

نوابصاحب کی سرکار سے اونکا کیا در ماهه مقرر هوا هے، اور تعظیم و توقیر کا کیا رنگ هے؟ دربا مین جو آتے هین، تو بیٹھتے کہان هین[1]؟ (اس خط کے جواب کا طالب غالب. ۱۱ جون)[2].

(۱۱۵)

برخوردار نورچشم منشی سیلچند میر منشی کو بعد دعا کے یہ معلوم هو، که اگلے مہینے یعنی اگست سنه ۱۸۶۸ (کی)[3] تنخواه کی هنڈوی جو تم نے بھیجی تھی، اوسکا روپیه ابتک نہین پٹا. مین تو جس دن هنڈوی آتی هے، اوسی دن یا دوسرے دن اپنے مختار کار کے هات، که وه بھی مہاجن هے، بیچ ڈالتا هون. مگر اوس مختار کار کو، جسکے هان هنڈوی آئی هے، (اوسنے) روپیه ابتک نہین دیا. ۸ ستمبر کو وه هنڈوی بیچکر روپیه مین نے لے لیا تھا، اور آج ۱۸ هے. مختار کار کو روپیه اوسنے ابتک نہین دیا. جس سے تم نے هنڈوی لکھوائی هے، اوسکو تم تاکید کرو که (یہان کے مہاجن کو روپیه دینے کی تاکید لکھے تا که)[4] مختار کار کا روپیه پٹ جاوے (مہر غالب ۱۲۷۸)[5].

---

(۱) اصل خط مین (هی) بصیغۂ مفرد تحریر هی. لیکن اصول زبان کی رو سی (هین) بصیغۂ جمع هونا چاهئی. مین نی یه خیال کرکی که اسپر میرزا صاحب کی نظر نہین پڑی. متن مین (هین) لکھدیا هی.

(۲) خط کی لفافه پر میر منشی صاحب کی حسب ذیل تحریر هی: «خط در جواب نوشته شد. ۱۶ صفر سنه ۱۲۸٤ ھ مطابق ۲۰ جون سنه ۱۸۶۷ ع». اس سی معلوم هوتا هی که میرزا صاحب کی خط کی پوری تاریخ ۱۱ جون سنه ۱۸۶۷ ع هی.

(۳) یه لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نی بریکٹ مین اسلئی اضافه کردیا هی، که جمله بامحاوره هوجائی.

(٤) یه عریضه بھی میرزا صاحب کی اپنی قلم کا نوشته نہین هی. البته جو عبارت بریکٹ مین درج هی، وه اونہون نی خود لکھی هی.

(۵) اس خط کی لفافه پر ۱۸ ستمبر سنه ۱۸۶۸ تاریخ درج هی.

بنام خلیفه احمد علی صاحب احمد رامپوری

(خلیفه شیخ احمد علی صاحب احمد تخلص ولد شیخ نادر علی تقریباً سنه ۱۲۱۹ ھ (۱۸۰۵ ع) مین پیدا هوی . فارسی کتابین مولوی عنبر شاه خان عنبر اور کبیر خان تسلیم سی پڑھین ، اور عربی علوم و فنون دیگر علماء شهر سی حاصل کئی . لیکن ادبیات فارسی کی ذوق نی خلیفه صاحب کو عربی علوم کی لطایف کی طرف متوجه نهو نی دیا ، اور انکی ساری عمر شیراز و شروان هی کی مرغزارون کی سیر مین گزر گئی . رامپور کی اکثر فارسی ادب کی علما کا سلسله ان تك منتهی هوتا هی . نواب خلد آشیان اور نواب عرش آشیان طاب ثراهما کی استادی کا بهی شرف حاصل تها . خلیفه صاحب نی جمعرات کی دن ۲۹ رمضان سنه ۱۳۰۹ ھ مطابق ۲۸ اپریل سنه ۱۸۹۲ ع کو نوی سال کی عمر مین اپنی مکان واقع محله بنگلهٔ آزاد خان (رامپور) مین انتقال کیا .

مرزا صاحب رامپور تشریف لائی ، اور خلیفه صاحب سی ملاقات هوئی تو موخر الذکر نی اثنای گفتگو مین عرفی کی کلام پر نکته چینی کی ، اور مثالا یه دوشعر پیش کیی :

ساکتم ، این نغمه تا در نیم شب ، همره مرغ سحر خوان می زنم
شاهدی کو که یك نفس گوشی بدل درد پرور اندازد

میرزا صاحب نی عرفی کی حمایت کی . لیکن اوسوقت بحث ناتمام رهی ، اور یه طی پایا که خلیفه صاحب شب کو آکر گفتگو کرینگی . معلوم هوتا هی که یه اوس رات تشریف نه لیجاسکی ، اسائی میرزا صاحب نی اپنی دلائل لکهکر انکی خدمت مین بهیجدیی .

تذکرهٔ کاملان رامپور (ص ۲٤) مین اختلافی شعر یه لکها هی :

منکه باشم عقل کل را ناوك انداز ادب مرغ توصیف تو از اوج بیان انداخته

مگر میرزا صاحب کی آینده تحریر کی روشنی مین اسکی صرف یه تاویل کیجاسکتی هی که مذکورهٔ بالا دو شعرون کی ساتھ یه بهی معرض بحث مین آیا هوگا . ورنه میرزا صاحب خط مین اسیکا ذکر کرتی .)

(۱۱٦)

جناب مولویصاحب مخدوم مولوی احمد علی صاحب کی خدمت مین بعد سلام مسنون الاسلام عرض یه هے ، که فقیر شب کو آپکا منتظر رها . آپ تشریف نه لائے . ناچار تقریر کو تحریر کا پیرایه دیکر آپ کی جناب مین بهیجتا هون . سنین فارسیه کا حال بسبیل اجمال ایك دو ورقه پر مندرج هے .

بنظرِ اصلاح مشاهده هو[1].

بعد اوسکے میری یه عرض هے، که هر چند «سحر» اور «صبح» مرادف بالمعنی هین. اور وه انجامِ لیل اور آغازِ نهار هے. مگر بخلافِ صبح «سحر» بطریقِ مجاز بعدِ نصفِ شب سے صبح تك مستعمل هے. طعامِ آخرِ شب کو «سحری» اور «سحرگہی» کہتے هین. اور مرغانِ خوش آواز، که بلبل بهی اون مین هے، اکثر پہر سوا پہر رات سے بولتے هین. نصفِ شب کو مرغِ سحرخوان کا هم آواز هونا محلِ اعتراض نهین هے.

«گوش» کا استعمال «انداختن» کیساتھ اگر شعرای هند کے کلام مین آیا هوتا، تو هم اوسکی سند اهلِ زبان کے کلام سے ڈهونڈهتے. جب وه خود عرفی[2] نے لکها هے، تو هم سند اور کہان سے لائین؟ قواعدِ زبانِ فارسی کا ماخذ تو ان حضرات کا کلام هے. جب هم انهین کے قول پر اعتراض کرین گے، تو اوس اعتراض کیواسطے قاعده کہان سے لائین گے؟ ان سب باتون کو جانے دیجیے. اسکو ملاحظه کیجیے، که عرفی اکبر شاه[3] کے عهد مین تها.

---

(۱) میرزا صاحب کا یه خط مولوی عبد الحکیم خان صاحب مدرس فارسی مدرسهٔ عالیهٔ رامپور سی مبلغ ۲۵ روپیه مین خریدا گیا تها. فقیر عرشی کا خیال تها که سنین فارسی کی کیفیت پر مشتمل دو ورقه بهی موصوف الذکر بزرگ کی پاس هوگا. لیکن باوجود تلاش دستیاب نهوسکا.

(۲) خواجه جمال الدین محمد عرفی ابن خواجه زین الدین علی شیرازی عهد اکبری کا ممتاز اور بلند پایه فارسی شاعر شمار کیا جاتا هی. حکیم ابوالفتح اور میرزا عبدالرحیم خانخانان کا مصاحب اور مداح تها. اپنی موخر الذکر ممدوح کی توسط سی شاهزادهٔ سلیم کا اتالیق مقرر هوا. سنه ۹۹۹ ه مین خانخانان کی ساتھ ٹهٹهه (سنده) کی مهم مین شریك هونی کی اراده سی روانا هوا. لیکن شوال سنهٔ مذکوره (اگست سنه ۱۵۹۱ع) کو ۳۶ سال کی مختصر عمر مین بمقام لاهور فوت هوگیا. اسکی کلام مین جوانی کا جوش وخروش اور اولوالعزمی اپنی تمام معاصرین سی زائد هی. اگر دست قضا سی کچھ عرصه اور بچگیا هوتا، تو بعض ایسی خامیان، جو نظر ثانی نهونی کی سبب کلام مین پائی جاتی هین، هماری فارسی ادیبون کو کبهی نظر نآتین. تاهم ایران کی جو شاعر هندوستان چلی آئی تهی اون مین سی یه نصیب نیك عرفی هی کی حصه مین آیا، که اوسکی زندگی مین اسکا کلام شیراز مین پڑها جاتا تها.

(۳) جلال الدین اکبر ابن نصیرالدین همایون ابن ظهیرالدین بابر، سلطنت مغلیه کا تیسرا روشن چراغ تها. عمرکوٹ (سنده) مین سنه ۹۴۹ ه (۱۵۴۲ع) کو پیدا هوا. ابهی تیرا سال نو ماه کی عمر تهی که باپ کا سایه سر سی اوٹهگیا. بیرم خان خانخانان نی اسی بادشاه بنا کر خود صدر اعظم کی حیثیت (باقی)

اور اوس عہد مین قطعِ نظر اور اہلِ کمال سے ابو الفضل[(۱)] اور فیضی[(۲)] یہ دونو شخص کیسے فاضل تھے. اور پھر عرفی کا ممدوح حکیم ابو الفتح[(۳)] اسکا وہ پایہ علم مین تھا، کہ فیضی اور ابوالفضل کو بھی خیال مین نہ لاتا تھا. اگر یہ دونو شعر عرفی کے غلط ہوتے، تو یہ تینون آدمی اوسکی دھجیّان اوڑا ڈالتے. حال آنکہ فیضی و ابو الفضل اوسکے دشمن تھے. پس جب ان دونون نے باوجودِ عداوت اعتراض نکیا، تو اب عرفی پر کون اعتراض کر سکتا ہے؟ عرفی کی زبان سے جو نکل جائے وہ سند ہے. ہمارے واسطے وہ ایك قاعدۂ محکم ہے. وہ مطاع ہے، اور ہم اوسکے مقلد اور مطیع ہین. غالب.

(بقیہ) سی کام شروع کردیا. لیکن اپنی خدا داد قابلیت سی اکبر نی بہت جلد انتظام سلطنت کا بار اپنی کاندھون پر اوٹھا لیا، اور سلطنت مغلیہ کی حدود کو گجرات، بنگال، کشمیر اور سندھ تك وسیع کردیا. فتح پور سیکری اسی نی آباد کیا تھا. یہ بہت معمولی پڑھا لکھا تھا. لیکن ایك دانشمند بادشاہ کیطرح دربار کو اوسوقت کی ممتاز اہل علم سی مزین رکھتا، اور اونکی علمی مباحثون مین شریك ہوتا رہتا تھا. جس سی اسکی معلومات اور قابلیت مین غیر معمولی وسعت پیدا ہوگئی تھی. اس کی دربار کی نو رتن ابتك مشہور ہین. اسکا سب سی اہم کارنامہ دین الٰہی کی ترویج ہی. یہ مذہب سیاست ملکی مین بہت معاون ثابت ہوا. چنانچہ ہندوستان کی پر شور فضا اسی مذہب کی بدولت جنت نشان بنی تھی. اکبر نی جمادی الآخرہ سنہ ۱۰۱٤ ھ (۱٦۰۵ ع) کو ٦۵ سال کی عمر مین اس دار فانی کو خیرباد کہا ہی.

(۱) ابوالفضل، شیخ مبارك کا بیٹا، اور فیضی کا بھائی ہی. یہ سنہ ۹۵۸ ھ (۱۵۵۱ ع) مین پیدا ہوا. سنہ ۱۹ اکبر شاہی مین ملازمت کا شرف حاصل کیا اور بہت تھوڑی عرصہ مین وزارت کی درجہ تك جا پہنچا. اسکو ربیع الاول سنہ ۱۰۱۱ ھ (۱٦۰۲ ع) مین شاہزادۂ سلیم کی ایما سی ۵۳ سال ۲ ماہ کی عمر مین شہید کردیا گیا. یہ بڑا مدبر اور زبردست ادیب تھا. آئین اکبری، اکبرنامہ، اور مکاتبات علامی تصنیفات ہین. شعر بھی کہتا اور علامی تخلص کرتا تھا. یہ اکبری دربار کی نورتن مین شمار کیا جاتا ہی. اسکی قتل کی اطلاع سی اکبر کو اسقدر صدمہ ہوا تھا کہ اوس نی کئی وقت کھانا نہ کھایا، اور بار بار کہتا تھا کہ اگر شیخو بابا مجھی قتل کرادیتا تو اس سی بہتر تھا.

(۲) فیضی، شیخ مبارك کا بڑا بیٹا، اور اکبری دربار کا ملك الشعرا تھا. حکمت، فلسفہ، ریاضیات، تاریخ، اور سنسکرت کا عالم تھا. سواطع الالہام، اور مواردالکلم، عربی مین، اور کلیات نظم، اور خمسہ، فارسی مین اسکی مشہور تصنیفات ہین. یہ ۱۰ صفر سنہ ۱۰۰٤ ھ (۱۵۹۵ ع) کو ۵۰ سال کی عمر مین فوت ہوا.

(۳) حکیم ابوالفتح مسیح الدین ابن حکیم عبد الرزاق گیلانی اکبر کا طبیب خاص اور اوس عہد کا بہت بڑا فاضل تھا. یہ اپنی علمی وجاہت وعظمت کی سبب بادشاہ کی دربار مین ممتاز درجہ کا مالك اور اکبری دربار کی نورتن مین شامل تھا. اسنی سنہ ۹۹۷ ھ (۱۵۸۸ ع) مین وفات پائی.

بنام مولوی محمد حسن خان مالکِ مطبع

(مولوی محمد حسن خان ابن نور محمد خان ابن شاہ محمد خان مہمند افغان رامپور کی ایك شریف و با عزت خاندان کی فرد تھی، انکی دادا شاہ محمد خان نواب سید محمد فیض اللہ خان بہادر کی همراہ افغانستان سی تشریف لائی، اور فوج مین بعہدۂ جمعداری مقرر ہوئی. مولوی محمد حسن خان نی تیغ نیاگان کو قلم سی تبدیل کرلیا. اور اوس زمانہ کی مروج تعلیم حاصل کرکی نواب فردوس مکان کی حسب ایما سنہ ١٨٥٦ع مین « مطبع حسنی » قائم کیا. بعد ازان نواب خلد آشیان کی حسب الحکم ١٢ جمادی الثانیہ سنہ ١٢٨٣ ھ مطابق ١٥ اکتوبر سنہ ١٨٦٦ع کو اخبار « دبدبۂ سکندری » کا پہلا پرچہ شائع کیا، جو اسوقت تك اپنی عمر کی ٧٤ سال پوری کرچکا هی، اور هنوز اپنی روایتی وفاداری حکومت هند و رامپور پر قائم هی. سنہ ١٨٧٧ع کی دربارِ قیصری مین گورنمنٹ یو-پی نی انهین اپنی صوبہ کی مدیران اخبارات و رسایل کا نمایندہ بنا کر بهیجا. نواب خلد آشیان نی ایام ولیعهدی مین اپنا مصاحب منتخب کیا، اور عهد حکومت مین متعدد اهم سفارتی خدمات تفویض فرمائین. انکی بعد نواب سید محمد مشتاق علیخان بہادر عرش آشیان نی آنریری مجسٹریٹ مقرر فرمایا. مولویصاحب نی ١٧ شوال سنہ ١٣١٤ ھ (١٨٩٦ع) کو ٩٠ سال کی عمر مین انتقال فرمایا. آپکی بعد چند سال تك آپکی خلف الرشید مولانا شاہ فاروق حسن خانصاحب صابری رحمہ اللہ نی اپنی مشاغل طریقت کی ساتھ « دبدبۂ سکندری » کو بهی ایڈٹ کیا. لیکن سنہ ١٩٠٣ع سی فرائض ادارت اپنی فرزند اکبر مولانا فضل حسن خانصاحب صابری کی سپرد کردیئی، جو آجتك امی انجام دیرهی هین. موخر الذکر بزرگ نی اپنی گرامی نامۂ موسومۂ فقیر عرشی مین تحریر فرمایا هی: « اخبار دبدبۂ سکندری کی هندوستان بهر کی اخبارات مین یہ نمایان خصوصیت هی کہ ٧٤ سال کی مدت مدید مین برٹش گورنمنٹ اور اوکل گورنمنٹ نی کبهی اسکی ایك حرف پر نہ کوئی اعتراض کیا، نہ اس سی کبهی ضمانت طلب هوئی، نہ اسپر کسی نی آجتك کوئی مقدمہ چلایا ».)

(١١٧)

مشفق اور مکرمی محمد حسن خانصاحب[1] کو غالبِ آزردہ دل کا سلام پہنچے. آج بھی آپکا ایك خط آیا. کئی اخبار آپکے پھیرے، کئی خط آپکے پھیرے، اور آپ اخبار بھیجے جاتے ہین. الہی! آپکا خط خط تھا، یا کوئی جھوٹ کی پوٹ. بیشتر مجذوبون کی سی بڑ. اور جو کچھ سمجھ

(١) میرزا صاحب نی مکتوب الیہ کا نام، القاب اور سرنامہ دونون مقامات پر محمد حسین خان لکھا هی. یہ سہو هی. صحیح نام محمد حسن خان هی.

مین آیا، وہ غلط اور دروغ اور جھوٹ. یہ غلطِ محض ھے کہ مطبع حضور کا ھے، اور تم مہتمم ھو حضور کیطرف سے. اللہ! اللہ! ڈگی جی سنگھ کی تعریف مین کہین سارا ایك صفحہ کہین سارا ایك ورق سیاہ کرتے ھو، اور اپنے والیِ ملك اور اپنے پادشاہ یعنی امیر المسلمین نواب کلبِ علیخان بہادر کے نام (کے)[1] آگے یا نام سے پہلے کوئی دو تین لفظ تعظیم کے لکھتے ھو بس، اور اس قباحت کو نہین سمجھتے کہ اگر یہ اخبار حضور کی طرف سے ھے، تو گویا ڈگی سنگھ جی کی تعریف بھی حضور کی طرف سے ھوگی. هندستانی علمداری[2] مین وہ ایك زمیندار اور مالگزار تھا. اب گورمنٹِ هند نے اوسکو جاگیردارِ مستقل کردیا. اور نواب محمد علیخان رئیسِ ٹونك کا ھر اخبار مین ایك مرثیہ لکھتے ھو. اس سے یہ معلوم ھوا کہ تم طرح طرح سے اطراف و جوانب کے رئیسون سے بھیك مانگتے ھو. بھائی! «یك در گیر و محکم گیر». اگر حضور کے نوکر بھی نہین ھو تم، تو آخر رعیت تو ھو. یہ کیا ھے کہ اپنے پادشاہ کا ذکر سب سے پیچھے لکھتے ھو، کبھی صفحہ پر کبھی حاشیہ پر؟ ھم نے ان باتون سے بیزار ھو کر تمھارا اخبار موقوف کیا ھے، اور اب پھر تمھین لکھتے ھین، کہ دوھائی خدا کی! مین یکم جنوری سنہ ۱۸۶۸ سے «دبدبۂ سکندری» کا خریدار نہین ھون. نہ بھیجا کرو. واسطے خدا کے! نہ بھیجا کرو. اس سے زیادہ کیا لکھون. (مہر غالب ۱۲۷۸).[3] (۲۵ فروری سنہ ۱۸۶۸ ع).

---

(۱) یہ لفظ اصل مین ساقط تھا. مین نے سیاق کلام کے حسب اقتضا بڑھا دیا ھے.

(۲) یہ خط میرزا صاحب کے قلم کا نوشتہ نہین ھے، اسلئے ممکن ھے کہ کاتب نے سہواً «عملداری» کے بجای «علمداری» لکھدیا ھو.

(۳) خط کے آخر مین تاریخ نہین تھی. مین نے لفافہ کی تاریخ لکھدی ھے. لفافہ کی پشت پر نوٹ ھے: «بموجب خط ھذا بعد استدراك از مرزا نوشہ صاحب مبلغ دو روپیہ ھشت آنہ بابت بقایا حساب اخبار محمد حسن خان حوالۂ لالہ ٹھنڈی‌رام محافظ دفتر نمودہ شد». تمت بالخیر. والحمد للہ اولا وآخراً.

١ — فهرست اشخاص و قبائل

(ان فهرستون مین جلی هندسے متن کیطرف اور خفی هندسے حاشیه کی طرف اشاره کرتے هین ، اور حاشیه سے فٹ نوٹس اور وه تحریرین مراد هین ، جو مکتوب الیهم کے متعلق اون کے نام کے خطوط کے آغاز مین لکھی گئی هین .)

آزرده (دیکھو: صدر الدین مفتی) .

آفتاب بیگم — ٦٤ .

آلنقوا — ٦١ .

ابدال — ٥٤ .

ابراهیم ذوق ، شیخ — ١٧ .

ابراهیم علیخان بهادر ، نواب سر حافظ — ٥٤ .

ابو الفتح ، حکیم — ١١٨ ، ١١٩ .

ابو الفضل — ١١٩ .

احسان حسین خان — ١٠٥ ، ١١٥ .

احمد بخش خان بهادر ، نواب — ١١ ، ١٢ ، ٧٩ ، ٩٥ .

احمد حسن مودودی ، حکیم سید — ٥٤ .

احمد شاه درانی — ٥٤ .

احمد علی جهانگیرنگری ، مولوی آغا — ٧١ ، ٧٢ .

احمد علیخان بهادر ، نواب سید — ٢٩ ، ١١٢ .

احمد علی رامپوری ، خلیفه — ١١٧ .

احمد علی رسا — ٦٦ ، ٨٥ .

اڈمنسٹن صاحب — ٢٢ .

اصغر علیخان بهادر ، صاحبزاده سید — ١٤ ، ١٠٩ .

اصغر علیخان رسالدار ، محمد — ٨٧ .

اعجاز علیخان ، صاحبزاده محمد — ٦٦ .

اکبر ، جلال الدین — ٨٢ ، ١١٨ ، ١١٩ .

اکبر شاه ، عرش آرامگاه — ٧٨ .

اکبر علیخان — ٩٦ ، ٩٨ .

الیٹ صاحب — ٧٩ .

الهی بخش خان معروف ، نواب — ١٢ .

امام بخش صهبائی — ٥٨ .

امداد الله خان ، صاحبزاده سید — ٦٤ .

امیر احمد مینائی — ٣ ، ١٣ ، ١٧ ، ٤٢ ، ٤٦ ، ٤٨ ، ٤٩ ، ٩٩ ، ١٠٩ .

امین الدین — ٧١ ، ٧٢ .

امین الدین احمد خان بهادر ، نواب — ١٢ .

انجو، میاں - ۸۲ ۔
انوری - ۹۷ ۔
اودیسنگھ، راجہ - ۹۷ ۔
اورنگ زیب (دیکھو: عالمگیر) ۔
ایڈمنڈ ڈریمنڈ - ۸٦ ۔
ایسری پرشاد نراین سنگھ - ۸٦ ۔
بابر، ظہیرالدین - ۱۱۸ ۔
باقر علیخان - ۲٦، ٦۷، ۷۲، ۸۹، ۹۷، ۹۸ ۔
باقی باللہ، خواجہ - ۱٤ ۔
بالمتی، رانی - ۹۷ ۔
ببرعلیخان، حکیم - ٦۳ ۔
بدر چاچی - ۷۷ ۔
برلچ - ۷۲ ۔
بڑیچ - ۱، ۱۸ ۔
بوعلی سینا - ٦۳ ۔
بہادر شاہ ظفر - ۳، ۱۲، ۷۸ ۔
بیخبر (دیکھو: غلام غوث خان بہادر) ۔
بیلی صاحب، ڈاکٹر - ۸٦ ۔
ترک - ۷۲ ۔
ترکان - ۹۷ ۔
تفتہ، ہرگوپال - ۲۷، ۳۷، ۳۹، ٤۹، ۵۲ ۔
تمر، تیمور - ٦۱ ۔
ٹیک چند، لالہ - ۷۳، ۸۳ ۔
جان انگلس بہادر - ۸٤، ۸۵ ۔
جلالای طباطبای - ۷۷، ۷۸ ۔
جہانگیر، نورالدین - ۸۲، ۹۷، ۱۱۸، ۱۱۹ ۔
چشتی پہلوان - ۱۳ ۔
چھجمل کھتری، رای - ٦۷ ۔
حالی، مولانا - ٦۵ ۔
حبیب‌اللہ خان ذکا - ٦۹ ۔
حسرتی (دیکھو: مصطفی خان) ۔
حسن جہان بیگم - ۹٦ ۔
حسن علیخان - ۳۱ ۔
حسن علیخان، صاحبزادہ - ٦٦ ۔
حسین خان قزوینی، میرزا - ۷۷ ۔
حسین علیخان، مرزا - ۲٦، ٤۰، ٦۷، ۷۵، ۸۹، ۹۵، ۹٦، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۵، ۱۰٦، ۱۰۷، ۱۰۸ ۔
حفیظ اللہ خان بہادر، صاحبزادہ سید - ۸۵ ۔
حیا (دیکھو: رحیم الدین بہادر مرزا) ۔
حیات النسا بیگم صاحبہ - ۹۳ ۔
حیدر علیخان بہادر، صاحبزادہ سید - ۲۹، ۳۰ ۔
خاقانی - ۸ ۔
خان آرزو - ۸۳ ۔
خسرو دھلوی، امیر - ۷۷ ۔
خلد آشیان، نواب سید محمد کلب علیخان بہادر - ۳، ۱۷، ۲۳، ۳۱، ٤۰، ٤٦، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۲۰، ۱۲۱ ۔
داغ (دیکھو: نواب مرزا خان) ۔

ڈانل میکلوڈ صاحب – ۸۸ ۔
ڈگی سنگھ جی – ۱۲۱ ۔
ڈلہوسی ، لارڈ – ۲۲ ۔
ڈنکن میکلوڈ صاحب – ۸۸ ۔
ذکا (دیکھو: حبیب اللہ خان) ۔
ذوق (دیکھو: ابراہیم شیخ) ۔
رحیم بیگ – ۵۸ ۔
رحیم الدین بہادر حیا ، مرزا – ۹۵ ۔
رخشاں (دیکھو: ضیاءالدین احمد خان بہادر)
رسا (دیکھو: احمد علی) ۔
رسا (دیکھو: کریم الدین بہادر مرزا) ۔
رشید ، شیخ – ۸۲ ۔
رشید وطواط – ۹۷ ۔
رضوان (دیکھو: شمشاد علی بیگ) ۔
روہیلہ – ۱۱۲ ۔
ریو – ۷۷ ۔
زین العابدین خان بہادر – ۱۳ ، ۱۰۹ ، ۱۱٤ ۔
زین العابدین خان عارف – ٤۰ ، ۸۹ ، ۹۷ ۔
سخن (دیکھو: فخرالدین حسین خان) ۔
سراج الدین احمد – ۳ ۔
سرفراز حسین ، میر – ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۸ ۔
سعید الدین احمد خان بہادر طالب ، نواب – ٤٦ ۔
سعید الدین خانصاحب – ٦٦ ۔
سکندر زمانی بیگم – ٦٤ ۔
سکھ – ۲۲ ۔
سلیم ، شاہزادہ (دیکھو: جہانگیر) ۔
سنجر ، سلطان – ۹۷ ۔
سیاح – ۵۸ ۔
سیالکوٹی مل – ۷۳ ۔
سیلچند ، منشی – ۷۵ ، ۷٦ ، ۹۹ ، ۱۰۰ ، ۱۰۳ ، ۱۰۵ ، ۱۱۲ ۔
شاہجہان – ۷۷ ، ۹۷ ۔
شاہ عالم – ۵٤ ، ۷۸ ۔
شاہ محمد خان – ۱۲۰ ۔
شعاع (دیکھو: اکبر شاہ) ۔
شمس الدین احمد خان ، نواب – ۱۲ ۔
شمس الدین خان دھلوی ، نواب – ۱۷ ۔
شمشاد علی بیگ رضوان – ٦۵ ۔
شیخو بابا (دیکھو: جہانگیر) ۔
شیفتہ (دیکھو: مصطفی خان) ۔
شیو نراین ، منشی – ۱۰ ، ۳۵ ، ۳۹ ۔
صدرالدین خان آزردہ ، مفتی – ۲ ۔
صہبائی (دیکھو: امام بخش) ۔
ضیاء الدین احمد خان بہادر نیر ، نواب – ۱۰ ، ۱۲ ، ۲۸ ، ۷۹ ، ۸۱ ، ۹۸ ۔
طاہر وحید – ۷۷ ، ۷۸ ۔
ظفر (دیکھو: بہادر شاہ) ۔
عارف (دیکھو: زین العابدین خان) ۔
عالمگیر – ۹۷ ۔
عالیہ سلطان بیگم (دیکھو: حیات النسا بیگم) ۔

عباس ثانی، شاہ – ۵۸، ۲۷۔
عبداللہ خان بہادر، نواب سید – ۴، ۱۳، ۱۴، ۱۰۹۔
عبدالحق خیرآبادی، مولوی – ۴۸۔
عبدالحکیم خان، مولوی – ۱۱۸۔
عبد الرحمن خان بہادر، نواب سید – ۴، ۱۴۔
عبد الرحمن وحید (دیکھو: طاہر وحید)۔
عبد الرحیم خانخانان – ۱۱۸۔
عبد الرزاق شاکر – ۵۸۔
عبد الرزاق گیلانی – ۱۱۹۔
عبد الرشید الحسنی (دیکھو: رشید شیخ)۔
عبد الصمد، ملا – ۸۲۔
عبد العلیخان بہادر، سید – ۴۸۔
عبد القادر دہلوی، شاہ ۳۰۔
عثمان خان بہادر، مولوی محمد – ۷۸۔
عرش آشیان، نواب سید محمد مشتاق علیخان بہادر – ۶۴، ۱۱۲، ۱۱۷، ۱۲۰۔
عرفی، جمال الدین محمد شیرازی – ۸، ۸۲، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹۔
عزت (دیکھو: غیاث الدین، خلیفہ)۔
عزیز (دیکھو: یوسف علیخان)۔
عصمت اللہ خان بہادر فاروقی، نواب – ۶۶۔
علاء الدین احمد خان بہادر علائی، نواب – ۱۰، ۲۹۔
علی، زین الدین شیرازی ۱۱۸۔
علی بخش خان خانسامان ۳۱، ۳۲، ۵۲، ۹۴۔
علی حسین خان بہادر، مسیح الدولہ حکیم ۱۰۵، ۱۱۵۔
علی محمد خان بہادر، نواب سید ۱، ۶۱، ۱۱۲۔
عمدہ خانم ۱۷۔
عنبر شاہ خان عنبر ۱۱۷۔
غلام رضا خان، حکیم ۵۲۔
غلام غوث خان بہادر بیخبر ۵۰، ۵۳۔
غلام محمد خان بہادر، نواب سید – ۱، ۱۳، ۱۴، ۴۸، ۸۵، ۹۳، ۱۰۹۔
غلام نجف خان، حکیم ۶۵۔
غیاث الدین عزت، خلیفہ ۲، ۴۸، ۱۱۲۔
فاروق حسن خان صابری، شاہ ۱۲۰۔
فاضل شطرنج باز ۹۵۔
فتح النسا بیگم، جنابعالیہ ۱، ۱۸، ۱۹، ۲۰۔
فخر الدین خان، نواب ۲۸۔
فخر الدین حسین خان سخن ۷۲۔
فخر الزمان (دیکھو: بدر چاچی)۔
فدا سلہٹی ۷۲۔
فردوس مکان، نواب سید یوسف علیخان بہادر – ۵۰، ۵۲، ۵۳

۵۸ ، ۷۱ ، ۷۲ ، ۸۵ ، ۸۶ ، ۹۵ ، ۱۱۲ ،
۱۱۳ ، ۱۲۰ .
فضل امام ، مولانا — ۳ .
فضل حسن خان صابری، مولانا — ۱۲۰ .
فضل حق خیرآبادی ، مولانا محمد — ۲
۳ ، ۴ ، ۵ ، ۷ ، ۴۸ .
فیروز النسا بیگم — ۴۸ .
فیض اللہ خان بہادر، نواب سید — ۱ ،
۱۸ ، ۲۹ ، ۶۶ ، ۱۱۲ ، ۱۲۰ .
فیض محمد خان ، نواب — ۳ .
فیضی ، ابوالفیض — ۱۱۹ .
قتیل — ۷۲ ، ۷۳ .
کاظم علیخان بہادر عرف چھوٹے
صاحب ، صاحبزادہ سید — ۴۷ .
کبیر خان تسلیم — ۱۱۷ .
کبیر الدین ، شاہ — ۱۱۳ ، ۱۱۴ .
کریم اللہ خان بہادر، صاحبزادہ
سید — ۶۴ .
کریم الدین بہادر رسا ، مرزا — ۹۵ .
کفایت اللہ خان ، صاحبزادہ سید — ۶۴ .
کنور سین ، راجہ — ۱۱۲ .
کیننگ بہادر ، لارڈ — ۱۹ ، ۲۲ ، ۲۳ ،
۳۳ ، ۳۶ ، ۳۷ .
لارنس صاحب ، لارڈ — ۸۶ ، ۸۹ .
لیک بہادر، جرنیل لارڈ — ۱۲ .
مبارک ، شیخ — ۱۱۹ .
مجاور علی صاحب، سید — ۱۰۴ .
مجید الدین احمد خان بہادر عرف مجو
خان ، نواب — ۶۶ .
محمد تغلق ، سلطان — ۷۷ .
محمد تقی خان سپہر، مرزا — ۴۸ .
محمد حارثی — ۸۲ .
محمد حسن خان بہادر صدرالصدور ،
مولوی — ۶۶ .
محمد حسن خان ، صاحبزادہ — ۹۳ .
محمد حسن خان مالک مطبع ، مولوی —
۱۲۰ .
محمدالدین احمد خان — ۶۶ .
محمد سعید خان بہادر ، نواب سید —
۱ ، ۳ .
محمد علی ، مولانا — ۳۱ .
محمد علیخان بہادر ، نواب سید — ۲۹ .
محمد علی رائج سیالکوٹی — ۸۳ .
محمد علیخان ابن وزیر محمد خان رئیس
ٹونک — ۵۴ ، ۱۲۱ .
محمد نور خان بڑیچ — ۱ ، ۱۸ .
مرتضی خان بہادر، نواب — ۶۶ .
مرہٹہ — ۱۱ ، ۱۲ ، ۵۴ .
مشتاق علیخان بہادر ، نواب سید ،
(دیکھو: عرش آشیان) .
مصطفی خان بہادر ، نواب — ۶۶ ، ۶۸ .
مظفر حسین خان بہادر — ۱۰۵ ، ۱۱۵ .

معروف (دیکھو: الہی بخش خان نواب) ۔
ملک شاہ سلجوقی – ۹۷ ۔
ممتاز علیخان بہادر ، صاحبزادہ – ٦٦ ۔
مومن خان – ۲ ، ٦۷ ۔
مہدیحسین ، میر – ۱۲ ، ۱٤ ، ۲۷ ، ۳۱ ، ۷۹ ۔
مہدی علیخان بہادر ، نواب – ۸۵ ، ۸۷ ، ۸۸ ۔
مہدی علیخان تحویلدار – ۷۲ ۔
مہمند – ۱۲۰ ۔
میرنصاحب – ۳۱ ، ۳۲ ۔
نادر شاہ – ٥٤ ۔
نادر علی ، شیخ – ۱۱۷ ۔
ناظر حسین ، مرزا – ۱۰ ۔
نصراللہ بیگخان بہادر – ۱۱ ۔
نصراللہ خان بہادر ، نواب سید – ٦٤ ۔
نظام حیدرآباد ، حضور – ۱۷ ۔
نواب مرزا خان داغ دہلوی – ۱۷ ، ٥۷ ، ٦۹ ، ۸۱ ، ۱۰٥ ، ۱۰۷ ۔
نور محمد خان – ۱۲۰ ۔
نوشہ صاحب ، مرزا – ٦۸ ۔
نولکشور صاحب ، منشی – ٥۲ ، ۷۷ ۔
نیازعلیخان ، صاحبزادہ – ٦٦ ۔
نیّر (دیکھو: ضیاءالدین احمد خان بہادر) ۔
نیّر (دیکھو: ممتازعلیخان) ۔
وارستہ (دیکھو: سیالکوٹی مل) ۔
وکٹوریہ ، ملکۂ معظمہ – ۱٥ ، ۲۱ ، ۲۳ ، ۲٤ ، ۳۳ ، ٤۸ ، ٥٤ ۔
ولی محمد سوداگر – ۸۷ ۔
ولیم فریزر ، مسٹر – ۱۲ ۔
ہارڈنگ صاحب ، لارڈ – ۲۲ ۔
ہرگوپال (دیکھو: تفتہ) ۔
ہمایون – ۱۱۸ ۔
یوسف خان برادر غالب – ۲۷ ۔
یوسف علیخان بہادر ، نواب سید (دیکھو: فردوس مکان) ۔
یوسف علیخان عزیز – ۱۰ ۔

۲ — فہرست مقامات

آگره — ۱۰ ، ۱۱ ، ۸۲ ، ۹۷ ، ۱۱۰ .

اصفہان — ۷۲ ، ۷۷ .

افغانستان — ۲۲ ، ۵٤ ، ۱۲۰ .

اکبرآباد (دیکھو: آگره) .

الور — ۳ ، ۹۸ .

الہ‌آباد — ۸٦ .

امرکوٹ — ۱۱۸ .

انڈمان ، جزائر — ۳ .

انگلستان — ۱۲ ، ۱۹ ، ۲۰ ، ۲۱ ، ۲۷ .

اوده — ۱۹ ، ۱۰۵ ، ۱۱۵ .

ایران — ۵٤ ، ۵۸ ، ۷۲ ، ۱۱۸ .

بخارا — ۷۲ .

برار ، صوبہ — ۲۲ .

برما — ۲۲ .

بریلی — ٦۵ .

بنارس — ٦۷ ، ۸٦ .

بنگال ، بنگالہ — ۷۱ ، ۷۲ ، ۸۸ ، ۱۱۹ .

بینظیر ، باغ — ۹۲ .

پارس — ۸۲ .

پانی پت — ۵٤ .

پٹیالہ — ۱٤ .

پنجاب — ۱۹ ، ۲۲ ، ۸۸ ، ۱۱۰ .

تاشقند — ۷۷ .

ٹونک — ۳ ، ۵٤ ، ۱۲۱ .

ٹھٹھہ — ۸۳ ، ۱۱۸ .

جوذھپور — ۹۷ .

جہانگیر آباد — ٦٦ .

جہانگیر نگر — ۷۱ .

جھجھر — ۳ .

جیپور — ۱۰۹ ، ۱۱٤ .

چاچ (دیکھو: تاشقند) .

حیدرآباد — ۱۷ .

خیرآباد — ۳ .

دلی ، دہلی — ۳ ، ٤ ، ۱۰ ، ۱۲ ، ۱۳ ، ۱٤ ، ۱۷ ، ۲۵ ، ۲٦ ، ۲۸ ، ٤۹ ، ۵٤ ، ۵۸ ، ٦۷ ، ٦۸ ، ٦۹ ، ۷۹ ، ۸۷ ، ۹۵ ، ۹۷ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۲ .

رامپور — ۳ ، ۱۰ ، ۱۷ ، ۱۹ ، ۲۵ ، ۲٦ ، ۲۸ ، ۲۹ ، ۳۰ ، ۳۱ ، ۵۰ ، ۵۱ ، ۵٤ ، ٦۵ ، ٦۷ ، ٦۸ ، ٦۹ ، ۸۵ ، ۸٦ ، ۹۰ ، ۹۲ ، ۱۰۹ ، ۱۱۰ ، ۱۱۲ ، ۱۱۳ ، ۱۱۷ ، ۱۱۸ ، ۱۲۰ .

رنگون — ۱۲ .

روہیلکھنڈ — ۱ ، ۱۱۲ .

ساگر — ۸۸ .

ستلج — ۲۲ .

سرهند – ۱۱۲ ۔
سمرقند – ۷۲ ۔
سنبھل – ۸۵ ۔
سندھ – ۵٤ ، ۷۲ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ۔
سوار ، تحصیل – ۲٦ ۔
سونك سونسا ، پرگنۂ – ۱۱ ، ۱۲ ۔
سہارنپور – ۳ ۔
شاھجہان آباد (دیکھو: دلی)۔
شاھجہانپور – ۲۵ ۔
شیراز – ۸۲ ، ۱۱۷ ۔
علیگڑھ – ۸٦ ۔
غازی آباد – ۸۷ ۔
فتحپور سیکری – ۱۱۹ ۔
فتحگڑھ – ۲۱ ، ۲٤ ، ۱۱۲ ۔
فرخ آباد – ۲۵ ۔
فیروزپور جھرکہ – ۱۱ ، ۱۲ ، ۷۹ ۔
قزوین – ۷۷ ۔
قلات – ۲۲ ۔
کاشی پور – ۲۲ ، ۲٤ ۔
کاشی پور ، محلہ – ۸٦ ۔
کانپور – ۸٦ ۔
کربلای معلی – ۱۱۵ ۔
کشمیر – ۱۱۹ ۔
کلکتہ – ۱۹ ، ٦۷ ، ۷۱ ، ۸۵ ، ۸٦ ، ۸۷ ، ۸۸ ، ۸۹ ، ۹۰ ، ۱۱۰ ۔
کھریا ، موضع – ۲٦ ۔
کیچ – ۷۲ ۔
گجرات – ۱۱۹ ۔
گڑھ مکتیسر – ۲۵ ۔
لاوا – ۵٤ ۔
لاھور – ۵٤ ، ۸۸ ، ۱۱۸ ۔
لکھنؤ – ۳ ، ۲۸ ، ۷۷ ، ۱۱۵ ۔
لندن – ۲۲ ، ۸۸ ۔
لوھارو – ۱۱ ، ۱۲ ، ۷۹ ۔
مدینۂ منورہ – ۸۳ ۔
مرادآباد – ۲٤ ، ۲۵ ، ۳۱ ، ٦۵ ، ٦٦ ، ٦۷ ، ٦۸ ، ٦۹ ۔
مراد نگر – ۲۵ ۔
مکران – ۷۲ ۔
ممالك مغربی و شمالی – ۲۲ ، ۲٤ ، ۱۳۰ ۔
میرٹھ – ٤ ، ۱۳ ، ۱٤ ، ۲۵ ، ۵۸ ، ۱۰۹ ۔
نجیب آباد – ۳۱ ۔
نربدا – ۸۸ ۔
ھاپوڑ – ٦۸ ۔
ھرات – ۵٤ ۔
ھند ، ھندستان – ۱ ، ۱۲ ، ۱۹ ، ۲۲ ، ۲۳ ، ۲٤ ، ۵٤ ، ۵۸ ، ۷۲ ، ۷۳ ، ۷۷ ، ۸۲ ، ۸٤ ، ۸۸ ، ۸۹ ، ۹۷ ، ۱۱۸ ، ۱۱۹ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ۔

۳ – فہرست کتب و اخبارات

آئین اکبری – ۱۱۹۔
آئینۂ سکندر، اخبار – ۳ ۔
ابر گہربار، مثنوی – ۳۸۔
اخبار الصنادید – ۱۸ ، ۲۳ ، ۲۵ ، ۳۱ ، ۳۳ ، ۴۷ ، ۵۲ ، ۵۴ ، ۶۴ ، ۶۵ ، ۷۸ ، ۸۵ ، ۹۲ ۔
اردوی معلی – ۱۰ ، ۱۴ ، ۲۷ ، ۲۹ ، ۳۱ ، ۳۲ ، ۳۵ ، ۳۶ ، ۳۷ ، ۳۹ ، ۴۹ ، ۵۲ ، ۵۴ ، ۵۸ ، ۶۵ ، ۶۷ ، ۶۹ ، ۷۱ ، ۷۹ ، ۸۲ ، ۹۸ ، ۱۰۴ ۔
اعجاز خسروی – ۷۷ ۔
اکبر نامہ – ۱۱۹ ۔
امیر حمزہ کی داستان – ۵۸ ، ۵۹ ۔
انتخاب بوستان خیال – ۴۸ ۔
انتخاب یادگار، تذکرہ – ۳، ۱۳، ۴۰ ، ۴۲ ، ۴۶ ، ۵۹ ، ۶۴ ، ۶۶ ، ۸۵ ، ۹۲ ، ۱۰۹ ۔
برہان قاطع – ۵۸ ، ۷۳ ، ۷۴ ۔
بہار عجم ، فرہنگ – ۸۳ ۔
پنج آہنگ – ۱۳ ۔
تاریخ سلاطین تیموریہ – ۱۲ ۔
تاریخ شاہان سلف – ۴۸ ۔
تاریخ لطیف – ۴۰ ، ۷۲ ، ۷۹ ، ۸۵ ، ۹۸ ۔
تاریخ ہند مصنفۂ الیٹ صاحب – ۷۹ ۔
تذکرۂ کاملان رامپور – ۳۱ ، ۱۱۷ ۔
تشریح السنین – ۷۲ ۔
تیغ تیز – ۷۱ ، ۷۲ ۔
تیغ تیز تر – ۷۱ ، ۷۲ ۔
خزانۂ عامرہ – ۸۳ ۔
خمسۂ فیضی – ۱۱۹ ۔
داستان حمزہ (دیکھو: امیر حمزہ کی داستان)۔
دبدبۂ سکندری ، اخبار – ۴۸ ، ۸۶ ، ۹۲ ، ۹۳ ، ۹۹ ، ۱۲۰ ، ۱۲۱ ۔
دستنبو – ۱۵ ۔
دیوان اصغر – ۱۴ ۔
دیوان غالب اردو – ۱۰ ، ۱۵ ، ۷۹ ، ۸۰ ، ۸۱ ، ۱۱۰ ۔
دیوان غالب فارسی – ۵۳ ، ۵۵ ، ۷۹ ، ۸۰ ، ۸۱ ۔
دیوان ناظم – ۲ ، ۵۳ ، ۵۵ ۔
دیوان نواب – ۴۸ ۔
رموز حمزہ (دیکھو: امیر حمزہ کی داستان) ۔
ساطع برہان – ۵۸ ۔

سواطع الالہام – ۱۱۹ ۔
شرح اشعار بدر چاچی – ۷۷ ، ۷۸ ۔
عود ہندی – ۱۴ ، ۳۱ ، ۵۰ ، ۵۸ ، ۷۹ ۔
غالب ، مصنفۂ مہر – ۷۲ ۔
غیاث اللغات – ۲ ، ۴۸ ، ۱۱۲ ۔
فرہنگ جہانگیری – ۸۰ ، ۸۲ ۔
فرہنگ رشیدی – ۸۰ ، ۸۲ ، ۸۳ ۔
قاطع برہان – ۵۸ ، ۷۱ ، ۸۲ ۔
کلیات (نثر) غالب – ۱۳ ، ۱۱۵ ۔
کلیات (نظم) غالب – ۶ ، ۲۸ ، ۲۹ ، ۶۹ ، ۷۹ ، ۸۰ ۔
کلیات فیضی – ۱۱۹ ۔
گلشن بیخار – ۶۷ ۔
گلشن فتوت – ۱۸ ۔
لب لباب رمل – ۶۶ ۔
مصطلحات شعرا – ۸۳ ۔
مکاتبات علامی – ۱۱۹ ۔
منتخب اللغات – ۸۳ ۔
موارد الکلم – ۱۱۹ ۔
موید برہان – ۷۱ ۔
مہر نیمروز (دیکھو: تاریخ سلاطین تیموریہ) ۔
ناسخ التواریخ – ۴۸ ۔
نامۂ غالب – ۵۷ ، ۵۸ ۔
ہدیۂ سعیدیہ – ۳ ۔
یادگار غالب – ۶۵ ۔

تصحیح و استدراك

(پروف کی تصحیح مین انتہائی احتیاط کی باوجود متن اور حواشی مین بعض غلطیان رہ گئین تھین ؛ نیز مکاتیب کی طباعت کی بعد کچھ نئی چیزین بھی معلوم ہوئین ، اسلئی مجبوراً تصحیح و استدراك کی نامشکور سعی کرنی پڑی . براہ کرم غلطیون کی اصلاح فرما لیجائی ، اور نئی معلومات مناسب مقام پر اضافہ کرلیجائین ، تاکہ کتاب پڑھتی وقت کوئی غلط فہمی پیدا نہو .)

ص ۱۲ ، سطر ۱ و ٤ — « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ایضاً ، حاشیہ نمبر ٤ ، سطر ٥ — اضافہ کیجی « (اردوی معلی ، ص ۱٦۳) » .

ص ١٤ ، حاشیہ نمبر ۳ ، سطر ٤ — « بھائی کی حویلی » بجائی « بھائی کی حویلی » .

ص ١٦ ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ۸ — « سنہ ۱۸۵۸ ع » بجائی « سنہ ۱۸۸۸ ع » .

ص ١٧ ، حاشیہ نمبر ۲ ، سطر ٤ — « داروغہ تھی اور سو روپیہ » بجائی « داروغہ تھی سو روپیہ » .

ص ۱۹ ، سطر ٦ — « لاڑد » بجائے « لارڈ » .

ص ۲۱ ، حاشیہ ، سطر ٦ — « یہان » بجائی « بہان » .

ص ۲۲ ، حاشیہ نمبر ۳ ، سطر ۹ — « تر » بجائی « ر » .

ایضاً ، حاشیہ ، نمبر ٥ ، سطر ٤ — « ممالك مغربی و شمالی کی گورنر » بجائی « پنجاب کی گورنر » .

ص ۲٤ ، حاشیہ ، سطر ۲٤ — « دعائی » بجائی « دعای » .

ص ۲٦ ، حاشیہ ، سطر ٥ — « کی » بجائی « کیلئی » .

ایضاً ، حاشیہ ، سطر ۸ — « جا » بجائی « جاجا » .

ص ۲۷ ، سطر ١٤ — « نوازشنامہ » بجائے « لوازشنامہ » .

ص ۲۹ ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ١٥ — « کیا » بجائی « کیا » .

ایضاً ، حاشیہ ، سطر ١٧ — « دیدہ‌ور » بجائی « دیدور » .

ص ۳۷ ، حاشیہ ، سطر ۱ و ١٥ — « مارچ » بجائی « فروری » . (یہ اردوی معلی کی مطبوعہ ایڈیشن کی غلطی ھی) .

ص ٤٠ ، سطر ۲ — « هزار » بجائے « هزاز » .

ایضاً ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ۱ — « مرزا » بجائی « مرز » .

ص ٤١ ، سطر ۱۰ — « ٹہرتا » بجائے « ٹھرتا » .

ص ٤٤ ، سطر ١٥ — « ناتوانان » بجائے « ناتوان » .

ص ٤۹ ، سطر ۱۳ — « چو » بجائے « چون » .

ص ٥٠ ، حاشیہ نمبر ۱ ، سطر ۱۹ — « آمر » بجائی « امر » .

ص ٥۹ ، سطر ۹ — « چو » بجائے « چون » .

ص ٦٠ ، سطر ۱ — « دستاری » بجائے « دسناری » .

ص ٦٦ ، حاشیہ نمبر ۲ ، سطر ۹ — اضافہ کیجی « سعید الدین خانصاحب نی ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۰۳ ھ مطابق ۲۷ جنوری سنہ ۱۸۸٦ ع اور ۸ جمادی الاولی سنہ مذکور مطابق ۱۲ فروری سنہ مذکور کی درمیان انتقال کیا . »

ص ٦٦ ، حاشیه نمبر ۳ — «کچھ معلوم نہوسکا» کی بجائی «اونکی صاحبزاده مولوی محمد نجم الحسن خان کی مکتوب مورخهٔ ۲٦ اپریل سنه ۱۸۷۸ ع سی معلوم هوتا هی که صدر الصدور صاحب بانس بریلی کی باشندی تهی ، اور خط لکهنی سی پانچ سال قبل ، تقریباً سنه ۱۸۷۳ ع مین ، انتقال کرگئی . صدر الصدور صاحب کی برادر خورد مولوی حامد حسن خان بهی صدر الصدور تهی . یه فروری سنه ۱۸۷۸ ع مین فوت هوی» .

ص ٦۹ ، حاشیه ، سطر ٥ — «کی» بجائی «کو» .

ص ۷٥ ، حاشیه ، سطر ٤ — «۱۱۰» بجائی «۱۰۹» .

ص ۷۸ ، حاشیه ، سطر ۲ — «۱۲۲۱ ه» بجائی «۱۲٤۸ ه» .

ص ۸۰ ، سطر ۱۸ — «لکھتے» بجائے «لهکتے» .

ص ۹٥ ، حاشیه نمبر ۱ ، سطر ۲ — «رجب سنه ۱۲۷۲ ه (۱۸٥٥ ع) مین» بجائی «غدر سنه ٥۷ ع سی قبل» .

ص ۹۹ ، خط ۹۱ — (مکاتیب کی ترتیب کی وقت قطعهٔ آینده کی متعلق صرف اسقدر معلوم هوسکا تها ، که نواب خلد آشیان نی منشی امیر احمد مینائی مرحوم کی حواله کردیا . لیکن حسن اتفاق سی کتاب کی طباعت ختم نهوئی تهی ، که منشی عتیق الرحمن خان کلیم رامپوری نی قطعهٔ مذکور پیش کیا اور بتایا که مین نی امیر مینائی مرحوم کی پوتون سی حال مین پرانی ردی خریدی هی ، اوس مین سی یه قطعه دستیاب هوا هی . حقیر عرشی نی اسی گنج باد آورد شمار کرتی هوی سر دست آخر مین شامل کردینا مناسب خیال کیا . انشاءالله آینده اشاعت مین اپنی مقام پر درج کیا جائیگا .)

(قطعه)

هند مین اهلِ تسنن کی هین دو سلطنتین
حیدرآبادِ دکن ، رشکِ گلستانِ ارم
رامپور اهل نظر کی هے نظر مین وہ شہر
که جہان هشت بہشت آکے هوئی هین باهم
حیدرآباد بہت دور هے . اس ملك کے لوگ
اوسطرف کو نہین جاتے هین . جو جاتے هین تو کم
رامپور آج هے وہ بقعهٔ معمور ، که هے
مرجع و مجمعِ اشرافِ نژادِ آدم
رامپور ایك بڑا باغ هے از روی مثال
دلکش و تازه و شاداب و وسیع و خوّرم

جس طرح باغ مین ساون کی گھٹائین[1] برسین
هے اوسی طور په یان دجله فشان دستِ کرم

ابرِ دستِ کرمِ کلبِ علیخان سے مدام
دُرِّ شهوار هین، جو گرتے هین قطرے پیهم

صبحدم باغ مین آجائے جسے هو نه یقین
سبزه و برگِ گل و لاله په دیکھے شبنم

حبّذا باغِ همایونِ تقدس آثار
که جهان چرنے کو آتے هین غزالانِ حرم

مسلكِ شرع کے هین راهرو و راه شناس
خضر بهی یان اگر آجائے تو لے انکے قدم

مدح کے بعد دعا چاهیے اور اهلِ سخن
اسکو کرتے هین بهت بڑهکے به اغراق رقم

حق سے کیا مانگیے؟ انکے لئے جب هو موجود
ملك و گنجینه و خیل و سپه و کوس و علم

هم نه تبلیغ کے مایل نه غلو کے قایل
دو دعائین هین که وه دیتے هین نواب کو هم

یا خدا! غالبِ عاصی کے خداوند کو دے
دو وه چیزین که طلبگار هے جنکا عالم

اولاً عمرِ طبیعی به دوامِ اقبال
ثانیاً دولتِ دیدارِ شهنشاهِ امم

ص ۱۰۳، حاشیه نمبر ۲، سطر ۱ — «لکھدیا» بجائے «لهکدیا».
ص ۱۰٤، حاشیه نمبر ۱، سطر ۱ — «مشفق» بجائے «مشقق».
ص ۱۰۵، حاشیه نمبر ۱، سطر ۱۲ — اضافه کیجی «مظفر حسین خان نے سنه ۱۲۹۲ ه (۱۸۷۵ع) مین انتقال کیا (کلیات منیر، ص ٥٤٧).».

---

(۱) میرزا صاحب نے «گهٹائین» لکھا هے.

Printed by Abdus-Samad Sharafuddin at The Qayyimah Press, 232 Bhendi Bazar, Bombay 3, and published by The State Library, Rampur State, U. P.

The Rampur State Library Publication Series. *No. 1.*

MAKĀTĪB-I-GHĀLIB

A collection of 115 letters of Najm-ud-Dawlah Dabīr-ul-Mulk Mirzā Asad-ullāh Khān Bahādur *Ghālib* Nizām-Jang Dihlawī addressed to Nawwāb Firdaws-Makān, Nawwāb Khuld-Āshyān and other persons.

Edited by

IMTIYĀZ 'ALĪ 'ARSHĪ
Librarian, The State Library, Rampur State, U.P., India.
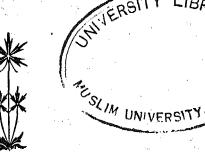
QAYYIMAH PRESS
(PROPS.: SHARAFUDDIN & SONS).
BOMBAY
1937